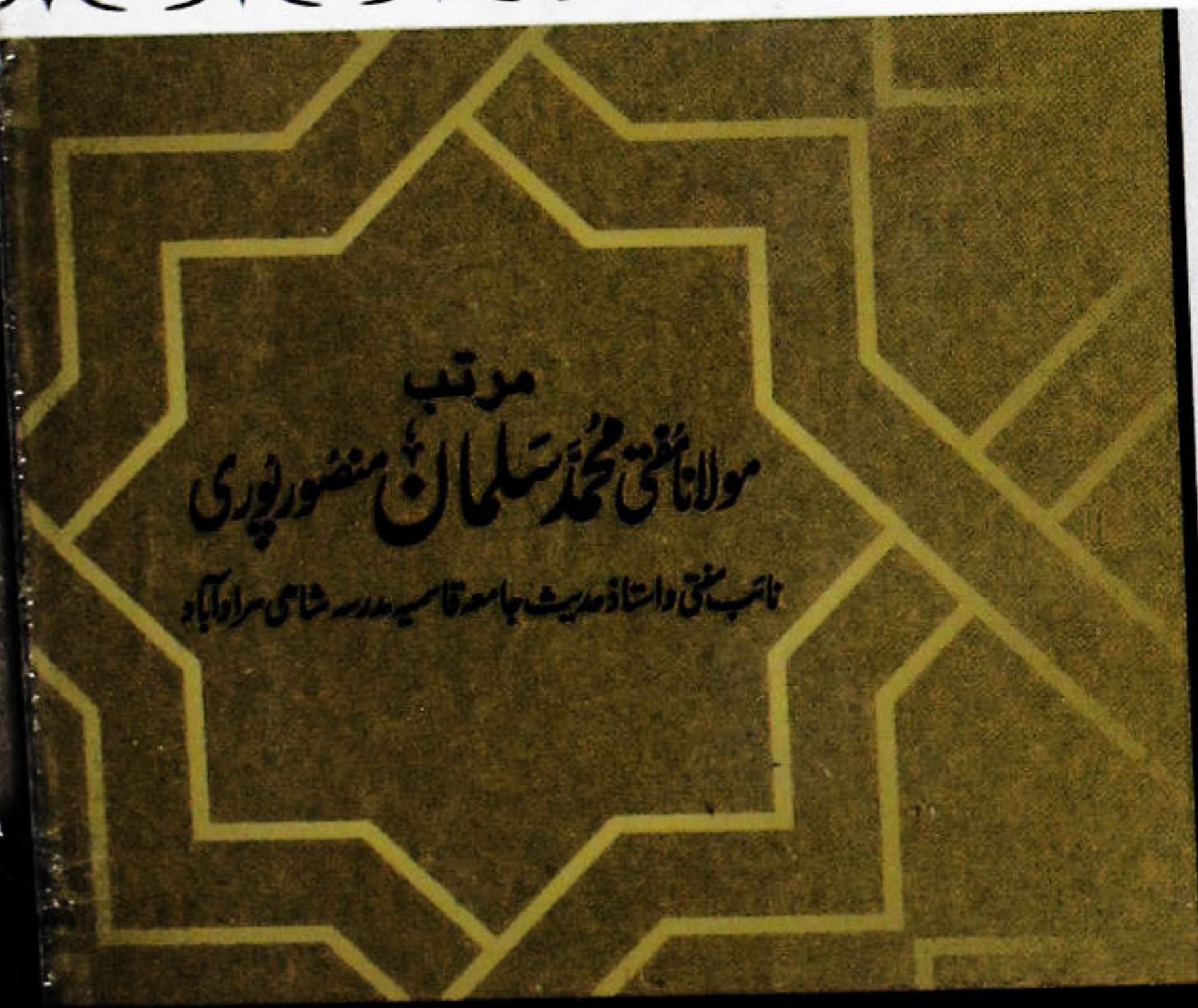


نظر ثانی و اضافہ شدہ اشاعت



کتاب المسائل



دارالاشاعت
آرٹو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی پاکستان



نظر ثانی و اضافہ شدہ اشاعت

کتاب المسائل

جلد دوم

جنائز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، عقیقہ

مرتب

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری

نائب مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

دارالاشاعت

اردو بازار ۰ ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی پاکستان

الحمد للہ پاکستان میں حضرت مرتب مدظلہم کی اجازت سے طبع شدہ

تنبیہ: یہ کتاب مرتب کی اجازت کے بغیر ہرگز شائع نہ کی جائے۔

297-32
س 89 ک
۱۲۵۱۲
جلد ۱

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مئی ۲۰۱۶ء
ضخامت : صفحات

﴿.....ملنے کے پتے.....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارۃ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی و (مال روٹ) لاہور و اردو بازار کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
بیت القرآن اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
بیت القلم اردو بازار کراچی
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

عرض مرتب (نظر ثانی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد :

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ”کتاب المسائل“ کی دوسری جلد نظر ثانی کے بعد پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اس جلد کی تصحیح و تہذیب میں بھی خاص طور پر محبت مکرم حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب اعظمی زید مجدہم مفتی و استاذ جامعہ شیخ الاسلام شیخوپورہ اعظم گڈھ نے غیر معمولی دل چسپی کا مظاہرہ فرمایا، اللہ تعالیٰ موصوف کو بے حد جزائے خیر سے نوازیں، آمین۔

نئی اشاعت میں اس جلد کے شروع میں ”کتاب الجنائز“ شامل کیا گیا ہے، جو طبع اول میں پہلی جلد کے ساتھ شامل تھا۔

اس جلد میں روزہ اور زکوٰۃ سے متعلق چند ضروری مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ نئی اشاعت شائقین کے لئے مزید اعتماد کا باعث ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

احقر ان سبھی حضرات کا مشکور و ممنون ہے جنہوں نے زبانی یا تحریری طور پر کتاب کی تحسین فرما کر اس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی، فجزاہم اللہ تعالیٰ أحسن الجزاء۔

یہ حقیقت تو اپنی جگہ طے ہے کہ بے عیب ذات تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے، اور احقر تو علم و عمل اور فہم و ذکاوت ہر اعتبار سے ناقص ہے، علم کا دعویٰ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے؛ بلکہ ہر وقت اپنی کمزوری اور نا سمجھی کے اظہار کا ڈر دامن گیر ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مطالعہ کے دوران کوئی بھی بات قابل اشکال پائیں تو احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، نوازش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں، اور احقر کے سبھی معاونین و محسنین کو جزائے خیر سے نوازیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ ۸ مئی ۲۰۱۳ء بروز چہار شنبہ

عرض مرتب (طبع اول)

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم! اما بعد :

اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ احسان ہے کہ ”کتاب المسائل“ کی دوسری جلد اب قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، جو ”روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور عقیقہ“ کے ضروری اور منتخب مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلے سے ذہن میں یہ تھا کہ حج و عمرہ کے مسائل بھی اسی دوسری جلد میں شامل کر دئے جائیں گے؛ لیکن احباب کے مخلصانہ مشورہ پر مناسب معلوم ہوا کہ حج و عمرہ کے مسائل مستقل جلد میں شائع کئے جائیں؛ تاکہ عازمین حج کے لئے استفادہ میں سہولت ہو۔ چنانچہ تیسری جلد عنقریب شائع کی جائے گی، جو حج و عمرہ کے مسائل پر مشتمل ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

کتاب المسائل کی جلد اول جو ”طہارت و نماز اور جنازہ“ کے مسائل کو شامل تھی، آج سے پانچ سال قبل شائع ہوئی تھی، ارادہ تھا کہ اگلی جلد میں بھی جلد ہی پیش کی جائیں گی، مگر جو مکار، وقت کی برق رفتاری اور سب سے بڑھ کر اس ناکارہ کی تساہلی کے سبب تاخیر ہوتی چلی گئی۔ تاہم اس تاخیر میں ایک خیر کا پہلو یہ شامل رہا کہ اس سلسلہ کے اکثر مسائل بالترتیب ماہنامہ ”ندائے شاہی“ میں شائع ہو کر عوام و خواص کی نگاہوں سے گزرتے رہے، اور مسائل پر مناقشہ و مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا، جس سے تنقیحات میں کافی مدد ملی اور اعتماد میں اضافہ ہوا، فالحمد للہ علی ذلک۔

جس طرح انسانی زندگی کے پہلو ان گنت ہیں، اسی طرح زندگی میں پیش آنے والے مسائل و جزئیات بھی بے حد و بے حساب ہیں، اس لئے مسائل کے اعتبار سے مخلوق کی تیار کردہ کسی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ سبھی مسائل کو محیط ہے، خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے؛ کیوں کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب ایسے مسائل پیش نہ آتے ہوں جن کا پہلے زمانہ میں تصور بھی نہ

تھا، اس لئے کوئی کتنی بھی کوشش کر لے وہ جزئیات کے احاطہ میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال اس کتاب کا بھی ہے کہ اس میں کوشش کر کے اپنی ناقص فہم کے اعتبار سے جو مسائل ضروری معلوم ہوئے انہیں مرتب انداز میں جمع کیا گیا ہے، لیکن احاطہ مسائل کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

ان مسائل کا مسودہ اولاً احقر نے والد معظم حضرت اقدس مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم و مدظلہم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا تھا، حضرت والا نے جا بجا ملاحظہ فرما کر دعاؤں سے نوازا اسی طرح محبت مکرم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب بھڑکودری زید مجدہم شیخ الحدیث جامعہ علوم القرآن جمبوسر، مفتی دارالعلوم کنتھاریہ بھڑوچ (گجرات) نے بھی مسودہ پر نظر فرما کر تصویب و تائید فرمائی اور بعض اہم مسائل کی طرف توجہ دلائی۔ نیز مخدوم مکرم، مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری دامت برکاتہم مفتی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات کی خدمت میں بھی بعض ضروری مسائل پیش کئے گئے اور موصوف نے ان کی تصویب و تائید فرمائی، احقر ان سبھی اکابر کا نہایت ممنون و مشکور ہے۔

مزید قابل اطمینان بات یہ ہے کہ معروف عالم و محقق حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی زید مجدہم مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد نے نہایت بشاشت کے ساتھ مسودہ پر گہری نظر ڈالی اور جا بجا اصلاحات فرمائی، اور مفید مشوروں سے نوازا، جس پر احقر نہایت مشکور ہے، اللہ تعالیٰ آں موصوف کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

احقر کے کرم فرما اور علمی رفیق، محبت مکرم مولانا مفتی ابوجندل قاسمی زید علمہ شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفرنگر یوپی نے آخری مرحلہ میں تصحیح و مراجعت کا کام بہت ہی تن دہی سے انجام دیا۔ نیز عزیز مکرم مولانا قاری مفتی محمد عفان منصور پوری استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ نے بھی مسودہ پر گہری نظر ڈالی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْعِزَّاءِ۔

نیز اس کتاب کی تیاری اور حوالہ جات کی فراہمی اور مراجعت میں طلبہ افتاء مدرسہ شاہی مراد آباد ۱۴۳۲ھ نے بڑی جانفشانی سے حصہ لیا، اسی طرح عزیزم مولوی مفتی عبدالحق رسول پوری زید علمہ حال استاذ جامعہ معارف القرآن اوجھاری نے مسائل کی تلاش و جستجو میں بہت دل چسپی کا مظاہرہ کیا، نیز مفتی محمد احسان دیوبندی اور مفتی نجم الدین میرٹھی (فاضلان افتاء مدرسہ شاہی) اور

عزیزم مولوی سید محمد ابوبکر صدیق سلمہ نے تصحیح اور فہرست سازی میں تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائیں، آمین۔

عزیزم مولوی محمد اسجد قاسمی مظفرنگری نے کمپیوٹر کتابت اور تزئین و تہذیب میں انتھک محنت کی، اور اپنی بہترین فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، وہ بھی یقیناً عند اللہ ماجور ہوں گے۔

محبت مکرم جناب مولانا معز الدین صاحب قاسمی ناظم امارت شرعیہ ہند دہلی اور جناب محمد ناصر خاں صاحب مالک ”فرید بک ڈپو دہلی“ کا بھی احقر نہایت ممنون ہے کہ انہوں نے بہت جلد عمدہ طباعت کا انتظام کیا، اللہ تعالیٰ ان سبھی حضرات کو اجر جزیل سے نوازیں، آمین۔

واضح رہنا چاہئے کہ:

اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآن کریم اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پر نور کلام کے علاوہ کسی کتاب یا کسی بات کے بارے میں نقائص سے پاک ہونے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی، پھر احقر جیسے کم علم اور کم فہم کو کب یہ زیب دیتا ہے کہ وہ کوتاہیوں اور غلطیوں سے مبرا ہونے کا دعویٰ کرے، یقیناً اس کتاب میں بھی لفظی و معنوی غلطیاں ہوں گی، جن پر احقر اپنے نقص کی وجہ سے مطلع نہ ہو پایا ہوگا، اس لئے سبھی قارئین سے عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ غلطیوں پر ضرور متنبہ فرما کر احسان فرمائیں، کرم ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائیں اور احقر کے والدین محترمین، تمام اساتذہ کرام اور کتاب کی تالیف و ترتیب میں حصہ لینے والے سبھی احباب نیز جن جدید و قدیم کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ان کے مؤلفین کے لئے اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنادیں اور امت کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عنایت فرمائیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

خادم فقہ وحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

۱۰/۱۲/۳۲ھ ۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز یکشنبہ





تأثرات: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث و مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کی تحریر کردہ اس کتاب کے سلسلہ میں مجھ جیسے آدمی کا کچھ تحریر کرنا ایسا ہی ہے جیسے ”سورج کو چراغ دکھانا“۔ میں نے دست بستہ معذرت بھی پیش کی؛ لیکن منظور نہیں کی گئی۔

جہاں تک سوال ”کتاب المسائل“ کے مندرجات کا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حسن ترتیب اور حسن انتخاب قابل ستائش اور لائق مدح ہے۔ فاضل مصنف نے روزمرہ پیش آنے والے اہم مسائل نہایت آسان اور محققانہ انداز میں معتبر حوالوں سے جمع فرمادئے ہیں۔ رویت ہلال، روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور عقیقہ وغیرہ سے متعلق ضروری معلومات بڑی خوش اسلوبی سے تحریر کر دی گئی ہیں۔

امید ہے کہ اللہ رب العزت اس کے فائدہ کو عام و تمام فرمائے گا، اور فاضل مصنف کو اس دینی و علمی خدمت پر دنیا و آخرت میں اجر جزیل سے مالا مال کرے گا؛ کیوں کہ اس کا فرمان ہے: **إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ**۔ (بے شک اللہ رب العزت ایمان والوں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا) **وصلی اللہ علی النبی الکریم۔**

فقط والسلام

طالب دعاء:

(حضرت مولانا) اشہد غفرلہ (صاحب)

خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

۱۲/۱۱/۱۴۳۲ھ



حسن ترتیب

- عرض مرتب (نظر ثانی): _____ ۳
- عرض مرتب (طبع اول) _____ ۴
- تاثرات: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد۔ ۷

کتاب الجنائز

۱۱۰-۴۳

- میت کے بارے میں اسلامی تعلیمات _____ ۴۴
- جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں _____ ۴۵
- موت کے وقت میت کو کس طرح لٹائیں؟ _____ ۴۶
- میت کے قریب خوشبو رکھنا _____ ۴۶
- موت کے بعد منہ اور آنکھیں بند کر دیں _____ ۴۶
- موت کے بعد ہاتھ اور پیر سیدھے کر دیں _____ ۴۷
- پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دیں _____ ۴۷
- ناپاک آدمی میت کے پاس نہ آئیں _____ ۴۷
- میت کے پاس قرآن کی تلاوت _____ ۴۸
- عزیز واقارب میں موت کی خبر کر دیں _____ ۴۸
- میت کو کون نہلائے؟ _____ ۴۸
- غسل دینے والے کو اجرت دینا کب جائز ہے؟ _____ ۴۹
- مرد میت کو غسل دینے والا کوئی نہ ہو؟ _____ ۴۹
- مرنے کے بعد بیوی اور شوہر کا حکم _____ ۴۹

- ۵۰۔ بچہ و بچی کو کون غسل دے؟
- ۵۰۔ جنبی و حائضہ اور نفساء کا غسل دینا
- ۵۰۔ غسل دینے والوں کے لئے چند ہدایات
- ۵۲۔ غسل دینے کا طریقہ
- ۵۳۔ میت پر ایک مرتبہ پانی ڈالنا واجب ہے
- ۵۳۔ استنجاء دستانے پہن کر کرائیں
- ۵۳۔ غسل دینے والے کے لئے بعد میں غسل کرنا مستحب ہے
- ۵۳۔ خنثی کو غسل کون دے؟
- ۵۳۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد مرجائے
- ۵۳۔ مرا ہوا بچہ پیدا ہوا

کفن کے مسائل

- ۵۵۔ تکفین کا اہتمام
- ۵۵۔ غسل دینے کے بعد عطر لگانا
- ۵۶۔ تجہیز و تکفین فرض کفایہ ہے
- ۵۶۔ کفن کیسا ہو؟
- ۵۶۔ کفن کا رنگ کیسا ہو؟
- ۵۶۔ کفن کو دھونی دینا
- ۵۷۔ مرد کا کفن
- ۵۷۔ مرد کو کفن کرنے کا طریقہ
- ۵۷۔ عورت کا کفن
- ۵۸۔ عورت کو کفن کرنے کا طریقہ
- ۵۹۔ کفن کفایت

- کفن مکروہ ۵۹
- چارپائی کی چادر ۵۹
- نابالغ لڑکے اور لڑکی کا کفن ۵۹
- مردہ مولود کا کفن ۶۰
- جنازہ پر کلمہ والی چادر ڈالنا ۶۰
- قبر کھل جائے اور لاش بے کفن ہو؟ ۶۰

حادثاتی اموات

- میت کا صرف سر دستیاب ہوا ۶۱
- نصف دھڑ دستیاب ہوا ۶۱
- سمندری سفر کے دوران وفات ۶۱
- لاش جل کر کوئلہ ہو گئی ۶۲
- صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا ۶۲
- لاش پھول جائے ۶۲
- جو لاش پھول کر پھٹ گئی ہو؟ ۶۳
- بحالت احرام وفات پانے والے کی تجہیز و تکفین ۶۳
- حادثہ میں مسلمان اور کافروں کی لاشیں گڈ ہو جائیں ۶۳
- پوسٹ مارٹم کا حکم ۶۴
- پوسٹ مارٹم والی نعش کی تجہیز و تکفین ۶۴
- پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر نکالنا ۶۴
- میت کی بندھی ہوئی پٹیاں کھول دی جائیں گی ۶۵
- ڈوب کر مر جانے والے کو غسل ۶۵
- اسقاطِ حمل ۶۵
- بچہ زندہ ہو تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا ۶۶

- جس لاش سے بد بو اٹھ رہی ہو؟ ۶۶
- زندہ انسان کے کٹے ہوئے عضو کا کیا کریں؟ ۶۶
- دفن کے بعد باقی اجزاء ملے ۶۷
- جس لاش پر پٹیاں بندھی ہوں اس کے غسل کا حکم ۶۷
- دریا یا سمندر میں ڈوب کر لاپتہ ہو جانے والے کا حکم ۶۷
- لمبے کے نیچے دب جانے والے کا حکم ۶۸

جنازہ اٹھانے کے مسائل

- جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت ۶۹
- جنازہ کے ساتھ پیدل جائیں ۶۹
- جنازہ جلدی لے جانے کا حکم ۷۰
- بچے کے جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ ۷۰
- بڑے جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ ۷۰
- سواری پر جنازہ لے جانا ۷۱
- جنازہ کو دو لکڑیوں پر اٹھانا مکروہ ہے ۷۱
- جنازہ کو جلدی لے کر چلنا ۷۱
- جنازہ کے پیچھے چلنا ۷۱
- جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا ۷۲
- قبرستان میں بیٹھنا ۷۲
- عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ۷۲
- جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ ۷۳
- جنازہ لیجاتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے ۷۳
- جنازہ دوسرے شہر میں لے جانا ۷۴

نماز جنازہ کا بیان

- بارگاہِ حق میں میت کی سفارش _____ ۷۵
- نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو خوش خبری _____ ۷۵
- افسوس کا مقام! _____ ۷۶
- نماز جنازہ فرض کفایہ ہے _____ ۷۶
- نماز جنازہ کا وقت _____ ۷۶
- فجر اور عصر کے بعد نماز جنازہ _____ ۷۷
- طلوع آفتاب، زوال اور غروب کے وقت نماز جنازہ _____ ۷۷
- نماز جنازہ میں تاخیر مکروہ ہے _____ ۷۷
- نماز جنازہ کے فرض ہونے کی شرطیں _____ ۷۷
- نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرطیں _____ ۷۸
- نماز جنازہ میں نابالغ کی امامت _____ ۷۹
- نماز جنازہ کے فرائض و سنن _____ ۷۹
- نماز جنازہ کی ترکیب _____ ۸۰
- نماز جنازہ کی دعائیں سر اُپڑھی جائیں گی _____ ۸۱
- جس کو عیاد نہ ہو _____ ۸۲
- نماز جنازہ میں امامت کا مستحق _____ ۸۲
- نماز جنازہ کی ولایت میں ترتیب _____ ۸۳
- نماز جنازہ کو فاسد کرنے والی چیزیں _____ ۸۳
- وہ مقامات جن میں نماز جنازہ مکروہ ہے _____ ۸۳
- عید گاہ میں نماز جنازہ _____ ۸۴
- عید میں نماز جنازہ کب پڑھی جائے؟ _____ ۸۴
- جنازہ مسجد میں داخل کرنا _____ ۸۴

- مسجد میں نماز جنازہ صحیح ہونے کی صورت _____ ۸۴
- بیک وقت کئی جنازے جمع ہو جائیں _____ ۸۵
- بالغ و نابالغ دونوں طرح کی اموات جمع ہو جائیں تو نماز جنازہ میں کیا دعاء پڑھیں؟ _____ ۸۵
- جنازہ کے درمیان صف بندی کی ترتیب _____ ۸۵
- نماز جنازہ میں مسبوق کا حکم _____ ۸۶
- امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرنے والے کا حکم _____ ۸۷
- چار تکبیروں کے بعد آنے والے کا مسئلہ _____ ۸۷
- نماز جنازہ میں مسبوق تکبیروں کے درمیان کیا پڑھے؟ _____ ۸۷
- سستی کی وجہ سے تکبیر تحریمہ میں تاخیر کرنا _____ ۸۸
- سہو اُتین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا _____ ۸۸
- جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھنا _____ ۸۹
- جو تہ پہن کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم _____ ۸۹
- قبر پر نماز جنازہ پڑھنا _____ ۹۰
- نماز کے لئے میت کے رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا _____ ۹۰
- نماز جنازہ کے لئے تیمم _____ ۹۱
- ایک تیمم سے متعدد نماز جنازہ _____ ۹۱
- نماز جنازہ کی صفوں کی تعداد _____ ۹۱
- نماز جنازہ میں ہاتھ کب چھوڑے جائیں؟ _____ ۹۲
- بچہ کی نماز جنازہ _____ ۹۲
- غسل کے بغیر نماز جنازہ پڑھادی گئی _____ ۹۲
- امام نے بلا وضو نماز جنازہ پڑھائی _____ ۹۳
- وصیت کی کہ میری نماز جنازہ فلاں پڑھائے _____ ۹۳

دفن کے مسائل

- ۹۴ _____ ○ دفن کرنا فرض کفایہ ہے
- ۹۴ _____ ○ بغلی قبر
- ۹۴ _____ ○ صندوقی قبر
- ۹۵ _____ ○ قبر کی گہرائی
- ۹۵ _____ ○ تابوت میں دفن کرنا
- ۹۶ _____ ○ میت کو قبر میں کس طرح اتاریں؟
- ۹۶ _____ ○ قبر میں اتارنے والوں کی تعداد
- ۹۶ _____ ○ قبر میں رکھتے ہوئے کیا پڑھیں؟
- ۹۶ _____ ○ میت کو قبر میں کون اتارے؟
- ۹۷ _____ ○ قبر میں میت کو کس طرح رکھا جائے؟
- ۹۷ _____ ○ میت عورت کو قبر میں اتارتے وقت پردہ
- ۹۷ _____ ○ قبر اندر سے کیسی ہو؟
- ۹۷ _____ ○ قبر پر مٹی ڈالنا
- ۹۸ _____ ○ قبر اوپر سے کیسی ہو؟
- ۹۸ _____ ○ قبر پر تعمیر جائز نہیں
- ۹۹ _____ ○ قبر پر کتبہ لگانے کا حکم
- ۱۰۰ _____ ○ قبر میں عہد نامہ وغیرہ رکھنا

شہید کا بیان

- ۱۰۱ _____ ○ اسلام میں شہید کا مقام
- ۱۰۳ _____ ○ شہید کی قسمیں
- ۱۰۵ _____ ○ شہید کے احکام

- شہید کامل کی شرائط ۱۰۵
- (۱) مسلمان ہونا ۱۰۵
- (۲) مکلف ہونا ۱۰۵
- (۳) حدیث اکبر سے پاک ہونا ۱۰۶
- (۴) ظماً مقتول ہونا ۱۰۶
- (۵) مسلمان یا ذمی کے ذریعہ آلہ دھاردار سے مارا جانا ۱۰۶
- (۶) قتل کی سزا میں اصلۃً قصاص واجب ہونا ۱۰۷
- (۷) زخمی ہونے کے بعد زندگی سے نفع نہ اٹھانا ۱۰۷
- شہید کے احکامات ۱۰۸
- ڈاکوؤں کے ہاتھوں مقتول کا حکم ۱۰۹
- فرقہ وارانہ فسادات میں شہید ہونے والے کا حکم ۱۰۹
- دشمن کی بمباری میں شہید ہونے والے کا حکم ۱۰۹
- آپسی لڑائی میں مارے جانے والوں کا حکم ۱۱۰

کتاب الصوم

۱۷۶-۱۱۱

رمضان المبارک اور رویتِ ہلال

- رمضان المبارک؛ افضل ترین مہینہ ۱۱۳
- رمضان کا تعارفی خطبہ ۱۱۴
- نبی کریم ﷺ کا رمضان کا اہتمام فرمانا ۱۱۵
- امت محمدیہ پر پانچ خصوصی عنایتیں ۱۱۵
- رمضان میں گناہوں کی بخشش ۱۱۶
- رمضان میں خیر کی توفیق ۱۱۷

- رمضان کے استقبال میں جنت کی آرائش _____ ۱۱۷
- رمضان میں لاکھوں افراد کی جہنم سے خلاصی _____ ۱۱۸
- رمضان کے روزہ کی تلافی نہیں ہو سکتی _____ ۱۱۸
- رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام _____ ۱۱۹
- رمضان کی ناقدری کرنے والے کے لئے بددعا _____ ۱۱۹
- چاند کا ثبوت _____ ۱۲۱
- مسلم ممالک میں چاند کے اعلان کا اختیار حکومت کو ہے _____ ۱۲۲
- ہندوستان جیسے ممالک میں چاند کے اعلان کا اختیار _____ ۱۲۲
- چاند کے مطالع میں اختلاف حقیقی اور قدرتی ہے _____ ۱۲۲
- اختلاف مطالع کہاں معتبر نہیں ہے؟ _____ ۱۲۳
- اختلاف مطالع کہاں معتبر ہے؟ _____ ۱۲۳
- مکہ معظمہ کی رویت پوری دنیا کے لئے معتبر نہیں! _____ ۱۲۳
- چاند کی تلاش _____ ۱۲۴
- ماہرین فلکیات کا قول معتبر نہیں _____ ۱۲۴
- دور بین سے چاند دیکھنا _____ ۱۲۴
- ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنا _____ ۱۲۵
- ہوائی جہاز سے چاند دیکھنا _____ ۱۲۵
- مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند کے ثبوت کی شرط _____ ۱۲۵
- مطلع صاف ہونے کی صورت میں دوسرے شہر کی خبر کا اعتبار _____ ۱۲۶
- مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں رمضان کے چاند کا ثبوت _____ ۱۲۶
- عیدین کے چاند کے ثبوت کے شرائط _____ ۱۲۷
- جس جگہ ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہو وہاں کیا کریں؟ _____ ۱۲۸

- کیا استفاضہ کے لئے مختلف شہروں سے خبر آنا ضروری ہے؟ ۱۲۸
- خبر مستفیض کی اہمیت ۱۲۸
- چاند دیکھنے والے کی گواہی رد ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ ۱۲۹
- پاکستان اور بنگلہ دیش کی خبروں کا حکم ۱۲۹
- ریڈیو اور ٹی وی کا اعلان ۱۳۰
- تار، ٹیلی فون اور فیکس کی خبریں ۱۳۰
- چاند کے بارے میں ٹیلی فون کی خبروں کا حکم ۱۳۱
- اخبارات کا اعلان ۱۳۱
- جنوبی ہند کی رویت پر شمالی ہند میں عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ ۱۳۲
- جنوبی ہند کی رویت کو صرف مقامی عالم تسلیم کریں؟ ۱۳۲
- ۲۹ شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہو کر نصف النہار سے قبل سعودیہ پہنچ گیا؟ ۱۳۲
- ۲۹ شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہو کر زوال کے بعد سعودیہ پہنچا ۱۳۳
- ۲۹ رمضان کو ہندوستان سے چلا جب کہ سعودیہ میں عید تھی؟ ۱۳۳
- رمضان میں ہندوستان سے سعودیہ جانے والے کے روزوں کا حکم ۱۳۳
- سعودیہ سے روزہ رکھ کر چلا مگر ہندوستان میں رمضان شروع نہیں ہوا؟ ۱۳۴
- چاند رات میں سعودیہ سے چل کر صبح صادق سے قبل ہندوستان پہنچ گیا ۱۳۴
- چاند رات میں صبح صادق سے قبل سعودی عرب سے روانہ ہو گیا ۱۳۵
- عید کے دن سعودیہ سے چل کر نصف النہار سے قبل ہندوستان پہنچا ۱۳۶
- عید کے دن سعودیہ سے چل کر زوال کے بعد ہندوستان پہنچا ۱۳۷
- رمضان میں سعودیہ سے ہندوستان آنے والا شخص روزہ کب تک رکھے؟ ۱۳۸

روزہ کے اہم مسائل

- روزہ کی فرضیت ۱۳۹

- روزہ تقویٰ کے حصول کا اہم ذریعہ ————— ۱۳۹
- روزہ کا بے انتہاء اجر و ثواب ————— ۱۴۰
- روزہ داروں کے لئے جنت کا خصوصی دروازہ ————— ۱۴۱
- روزہ اور قرآن کریم کی سفارش ————— ۱۴۲
- روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی ہے ————— ۱۴۲
- روزہ کے دوران ناجائز امور سے اجتناب نہ کرنا ————— ۱۴۳
- روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت کا اہتمام ————— ۱۴۳
- روزہ جہنم سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے ————— ۱۴۴
- روزہ سے تندرستی میں اضافہ ————— ۱۴۵
- روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے ————— ۱۴۵
- روزہ کس پر فرض ہے؟ ————— ۱۴۵
- کن حالتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں؟ ————— ۱۴۶
- کن حالتوں میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے؟ ————— ۱۴۶
- ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا ————— ۱۴۷
- نصف النہار سے پہلے پہلے فرض و نفل روزہ کی نیت ————— ۱۴۷
- زبان سے نیت ضروری نہیں ————— ۱۴۷
- نیت کے بعد صبح صادق سے قبل کھانا پینا ————— ۱۴۷
- سحری کی فضیلت ————— ۱۴۸
- سحری میں تاخیر کرنا ————— ۱۴۸
- بلا سحری روزہ رکھنا ————— ۱۴۸
- افطار میں جلدی کرنے کا حکم ————— ۱۴۸
- افطار کے مسنون کلمات ————— ۱۴۹

- کھجور یا پانی سے افطار کا حکم ۱۴۹
- عورت صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی ۱۴۹
- حائضہ عورت صبح صادق سے پہلے پاک ہوئی ۱۴۹
- دن میں بچہ بالغ ہو یا کافر اسلام لایا ۱۵۰
- نصف النہار سے قبل بالغ ہونے والے بچہ کیلئے نفل روزہ کی نیت ۱۵۰
- نصف النہار سے قبل اسلام لانے والے کیلئے نفل روزہ کی نیت ۱۵۰
- دس سال سے کم عمر بچوں سے روزہ رکھوانا ۱۵۱
- دس سال کے بچوں کو روزہ کی تاکید کرنا ۱۵۱
- دس سال سے کم یا دس سال کے بچہ کو پورے مہینہ کے روزہ کی طاقت نہ ہو؟ ۱۵۱
- کسی عورت نے نفلی روزہ رکھا پھر حائضہ ہو گئی ۱۵۲
- مسافر زوال سے قبل مقیم ہو گیا ۱۵۲

روزہ میں جو کام مفسد نہیں ہیں

- بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا ۱۵۳
- روزہ میں خون ٹیسٹ کرانا ۱۵۳
- دل کے مریض کا زبان کے نیچے گولی رکھنے کا حکم ۱۵۳
- روزہ میں انجکشن یا ٹیکہ لگوانا ۱۵۴
- روزہ میں گلوکوز چڑھوانا ۱۵۴
- روزہ میں ڈائلیسس (گردہ کی دھلائی) کرانا ۱۵۴
- روزہ میں آکسیجن لینا ۱۵۴
- ہو میو پیٹھک دوا سونگھنا ۱۵۵
- معدے کے ٹیسٹ کے لئے حلق میں ٹنکی ڈالنا ۱۵۵
- بلا اختیار حلق میں مکھی یا مچھر چلا جانا ۱۵۵

- خود بخود قے ہونا ۱۵۵
- دانت سے خون نکلا مگر اندر نہیں گیا ۱۵۵
- حالت جنابت میں صبح کرنا ۱۵۶
- دانت میں چنے کے بقدر غذا لگی رہنا ۱۵۶
- غسل کی ٹھنڈک اندر بدن تک پہنچنا ۱۵۶
- پانی سے کلی کرنے کے بعد تھوک نگلنا ۱۵۶
- پسینہ یا آنسو کے دو ایک قطرے منہ میں چلے گئے ۱۵۷
- روزہ کی حالت میں کان کا میل نکالنا ۱۵۷
- پان کی سرخی منہ میں رہ جانا ۱۵۷
- روزہ میں ناک سڑکنا ۱۵۷
- رال کا منہ میں کھینچ لینا ۱۵۸
- قے کا خود بخود لوٹ جانا ۱۵۸
- سر پر رومال بھگو کر رکھنا ۱۵۸
- روزہ میں مسواک کرنا ۱۵۸
- روزہ میں نیم کی تر مسواک کا حکم ۱۵۹
- روزہ میں سرمہ لگانا ۱۵۹
- روزہ میں آنکھ میں دوا ڈالنا ۱۵۹
- روزہ میں پھول یا عطر کی خوشبو سونگھنا ۱۵۹
- روزہ میں بدن پر 'دوس' لگانا ۱۵۹
- روزہ میں سر یا بدن پر تیل لگانا ۱۶۰
- روزہ کے دوران حلق میں گرد و غبار چلے جانا ۱۶۰
- روزہ میں بلا اختیار منہ میں دھواں داخل ہو جانا ۱۶۰

- غسل کے دوران بلا ارادہ کان میں پانی چلا جانا ۱۶۰
- روزہ کی حالت میں احتلام ۱۶۱
- تصور کی وجہ سے انزال ہو گیا ۱۶۱
- بد نظری کی وجہ سے انزال ہو گیا ۱۶۱
- روزہ میں مذی نکلنا ۱۶۱

مفسداتِ روزہ

- اگر جتنی کا دھواں منہ یا ناک میں داخل کرنا ۱۶۲
- روزہ کی حالت میں بھپا رہا ”انہیلر“ کا استعمال ۱۶۲
- روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر قے کرنا ۱۶۳
- نکسیر کا خون اندر چلا گیا ۱۶۳
- روزہ کی حالت میں منہ میں پانی دبا کر سو گیا ۱۶۳
- کلی کرتے وقت بے اختیار حلق میں پانی چلا گیا ۱۶۴
- ناک یا کان میں دوا یا تیل ڈالنا ۱۶۴
- غلطی یا دھمکی سے روزہ توڑ دینا ۱۶۴
- مٹی یا پتھر کی کنکری نکلنا ۱۶۴
- مسوڑھوں کے خون کا پیٹ میں چلا جانا ۱۶۵
- روزہ کی حالت میں حقہ یا بیڑی سگریٹ پینا ۱۶۵
- روزہ کی حالت میں مشیت زنی ۱۶۵
- بوس و کنار کی وجہ سے انزال ہو جانا ۱۶۵
- احتلام کے بعد روزہ ٹوٹنے کے گمان سے افطار کر لینا ۱۶۶
- سخت بیماری کے وقت روزہ افطار کر لینا ۱۶۶
- قصدِ روزہ توڑ دیا پھر اسی دن بیمار ہو گیا ۱۶۶

- روزہ میں عورت کے ساتھ زبردستی جماع ۱۶۷
- مسافر کا روزہ توڑ دینا ۱۶۷
- روزہ کی حالت میں ”انیا“ لینا ۱۶۷
- بوا سیر کے اندرونی مسوں پر دوا لگانا ۱۶۷
- مرد کی پیشاب کی نالی میں دوا ٹپکانا ۱۶۷
- عورت کی شرم گاہ میں دوا رکھنا ۱۶۸
- ڈاکٹرنی کا عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ داخل کرنا ۱۶۸

روزہ توڑنے کے کفارہ کے مسائل

- کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟ ۱۶۹
- کفارہ جماع میں انزال شرط نہیں ۱۶۹
- کفارہ کیا ہے؟ ۱۶۹
- کھانا کھلانے میں تسلسل ضروری نہیں ۱۷۰
- ایک فقیر کو ۶۰ دن کھانا کھلانا ۱۷۰
- بہت چھوٹے بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا ۱۷۰
- عورت کے ایام حیض تسلسل میں مانع نہیں ۱۷۰
- پسندیدہ شخص کا لعاب دہن نکلنا ۱۷۱
- کچا گوشت یا کچی چربی کھانا ۱۷۱
- غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں ۱۷۱
- مستحباتِ روزہ ۱۷۲

مکروہاتِ روزہ

- منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا ۱۷۳

- روزہ میں کسی چیز کا چکھنا یا چبانا ۱۷۳
- ٹوتھ پیسٹ یا منجن استعمال کرنا ۱۷۴
- بیوی سے دل لگی کرنا ۱۷۴
- روزہ کی حالت میں قصد آتھ کا دینے والے اعمال انجام دینا ۱۷۴
- بحالت روزہ گناہ کرنا ۱۷۴
- کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا ۱۷۴
- عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا ۱۷۵

وہ اعذار جن کی وجہ سے افطار جائز ہے

- جان کے خطرہ یا بیماری میں اضافہ کے اندیشہ سے روزہ توڑنا ۱۷۵
- حاملہ عورت کے لئے گنجائش ۱۷۵
- دودھ پلانے والی عورت کے لئے سہولت ۱۷۶
- بھوک پیاس سے بے تاب ہونا ۱۷۶

باب الاعتکاف

۲۰۲-۱۷۷

- مسائل اعتکاف ۱۷۹
- اعتکاف کیا ہے؟ ۱۷۹
- اعتکاف کی اہمیت و فضیلت ۱۷۹
- رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ۱۸۰
- عام معاشرہ میں اعتکاف سے بے رغبتی ۱۸۰
- مسنون اعتکاف ۱۸۱
- ہر آبادی میں اعتکاف ۱۸۱
- واجب اعتکاف ۱۸۲

- واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرائط ۱۸۲
- معتکف کے لئے کن اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے؟ ۱۸۳
- طبعی ضرورت کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا ۱۸۴
- استنجاء کے لئے معتکف کا گھر جانا ۱۸۴
- معتکف کا استنجاء کے بعد استبراء کے لئے ٹہلنا ۱۸۴
- معتکف کا قضاے حاجت کے لئے آتے جاتے سلام کلام کرنا ۱۸۵
- ضرورت کے وقت کھانا کھانے کے لئے معتکف کا گھر جانا ۱۸۵
- حرمین شریفین میں معتکفین کا کھانے کے لئے باہر نکلنا؟ ۱۸۵
- مسجد نبوی کے معتکفین کا صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا؟ ۱۸۶
- کیا معتکف بیڑی پینے کے لئے باہر جاسکتا ہے؟ ۱۸۶
- معتکف کا بدن کی صفائی یا ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا ۱۸۶
- جمعہ کے غسل مسنون کے لئے مسجد سے باہر جانا ۱۸۷
- معتکف کا ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا ۱۸۷
- بحالت اعتکاف احتلام ہو جانا ۱۸۸
- احتلام کے بعد مسجد سے نکلنے کا موقع نہ ہو؟ ۱۸۸
- معتکف کا ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے جانا ۱۸۹
- اضطراری حالات میں مسجد سے باہر نکلنا ۱۸۹
- معتکف کا عدالت کی تاریخ پر حاضر ہونا وغیرہ ۱۹۰
- معتکف کا جمعہ کی نماز کے لئے مسجد سے باہر جانا ۱۹۰
- جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں گیا پھر وہیں رہ گیا ۱۹۱
- معتکف کا اذان کے لئے مسجد سے باہر جانا ۱۹۱
- حافظ معتکف کا دوسری مسجد میں جا کر تراویح پڑھانا ۱۹۱
- معتکف کا نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا ۱۹۲

- معتکف کا مریض کی عیادت کے لئے باہر جانا ۱۹۳
- وعظ کی مجلس میں شرکت کے لئے مسجد سے باہر جانا ۱۹۳
- معتکف کا ووٹ دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا ۱۹۴
- اعتکاف کو مکروہ بنانے والی باتیں ۱۹۴
- معتکف حکیم یا ڈاکٹر کا اعتکاف میں مریض دیکھنا ۱۹۵
- معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا ۱۹۵
- بلا عذر مسجد سے باہر نکلنا ۱۹۵
- معتکف کا جماع کرنا ۱۹۶
- اعتکاف کے دوران بیوی سے دل لگی کرنا ۱۹۶
- بحالت اعتکاف بد نظری سے انزال ہو گیا ۱۹۶
- اعتکاف کی حالت میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا ۱۹۷
- ارتداد مفسد اعتکاف ہے ۱۹۷
- پاگل پن کی وجہ سے اعتکاف کا فساد ۱۹۷
- لمبے وقت تک بیہوش رہنے سے اعتکاف کا فساد ۱۹۷
- حیض و نفاس مفسد اعتکاف ہے ۱۹۸
- مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء کیا ہے؟ ۱۹۸
- نقلی اعتکاف ۱۹۸
- اجتماعی اعتکاف ۱۹۹
- عورت کا اعتکاف ۱۹۹
- معتکفہ عورت کا گھر کے صحن میں آنا ۲۰۰
- عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کے کام کرنا ۲۰۰
- معتکفہ عورت شوہر سے الگ رہے ۲۰۰

- معتمکہ عورت دورانِ اعتکاف حائضہ ہوگئی۔ ۲۰۱
- جماعت خانہ میں اعتکاف۔ ۲۰۱
- مرد کا گھر میں اعتکاف کرنا۔ ۲۰۲

کتاب الزکوٰۃ

۲۸۶-۲۰۳

مسائل زکوٰۃ

- فریضہ زکوٰۃ۔ ۲۰۳
- شکر ادا کیجیے!۔ ۲۰۳
- زکوٰۃ و صدقہ: مال میں اضافہ کا سبب ہے۔ ۲۰۶
- نقد فائدہ۔ ۲۰۷
- آخرت کا نفع۔ ۲۰۸
- صرف چالیسواں حصہ۔ ۲۰۹
- زکوٰۃ کی فرضیت۔ ۲۰۹
- بے ہوش صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ۔ ۲۱۰
- شرائط و جوب زکوٰۃ۔ ۲۱۰
- زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے؟۔ ۲۱۱
- سال کے درمیان میں نصاب گھٹ جائے؟۔ ۲۱۱
- اضافہ شدہ رقم نصاب میں شامل ہوگی۔ ۲۱۱
- زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے۔ ۲۱۱
- زکوٰۃ جلد از جلد ادا کرنی چاہئے۔ ۲۱۲
- زکوٰۃ میں کتنا مال دیا جائے گا؟۔ ۲۱۲
- سونے کا نصاب۔ ۲۱۲

- چاندی کا نصاب ۲۱۳
- سونا چاندی دونوں نصاب سے کم ہوں؟ ۲۱۳
- اگر زیور کے ساتھ روپیہ بھی ہو؟ ۲۱۳
- دانتوں میں بندھے ہوئے سونے یا چاندی کے تاروں پر زکوٰۃ نہیں ۲۱۴
- مالِ نامی کی تعریف ۲۱۴
- تجارت کی نیت سے خرید کر ذاتی استعمال میں لے آنا ۲۱۴
- تجارت کی نیت سے خریدے گئے فلیٹ کو کرایہ پر اٹھانا ۲۱۵
- خریدتے وقت تجارت کا پختہ ارادہ نہ تھا ۲۱۵
- ہیٹ تجارت خریدے ہوئے مال پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ ۲۱۵
- پریس میں چھپائی کے لئے رکھی ہوئی روشنائی پر زکوٰۃ ۲۱۵
- حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ ۲۱۶
- حج کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ میں تفصیل ۲۱۶
- ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم ۲۱۶
- تجارتی پلاٹوں اور فلیٹوں پر زکوٰۃ ۲۱۶
- خریدے ہوئے شیئرز پر زکوٰۃ ۲۱۷
- انشورنس میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ ۲۱۷
- فکس ڈپازٹ رقم پر زکوٰۃ ۲۱۷
- گیس سلنڈروں کا ڈیلر کیسے حساب لگائے؟ ۲۱۸
- ٹرانسپورٹ کمپنی کی گاڑیوں پر زکوٰۃ کا مسئلہ ۲۱۸
- مچھلی پالن پر زکوٰۃ ۲۱۸
- مرغی فارم کی زکوٰۃ ۲۱۹
- کپڑوں میں لگے ہوئے سونے چاندی کے پھول بوٹوں پر زکوٰۃ ۲۱۹

- شادی کے لئے رکھے گئے زیورات پر زکوٰۃ _____ ۲۲۰
- مکان بنانے کے لئے جمع کردہ رقم پر زکوٰۃ _____ ۲۲۰
- مرغی یا مچھلی فارم میں استعمال ہونے والی خوراک پر زکوٰۃ کا مسئلہ _____ ۲۲۰
- دوکان یا مکان وغیرہ کے کرایہ میں ڈپازٹ کی رقم پر زکوٰۃ کا مسئلہ _____ ۲۲۱
- زکوٰۃ کے روپے سے منی آرڈر فیس یا چیک یا ڈرافٹ کی اجرت دینا _____ ۲۲۲
- دودھ فروخت کرنے کی نیت سے پالی ہوئی بھینسوں کا حکم _____ ۲۲۲
- اینٹ کے بھٹے کی زکوٰۃ کا کیسے حساب لگائیں؟ _____ ۲۲۳
- کس طرح کے اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؟ _____ ۲۲۳
- مانع زکوٰۃ مطالبات _____ ۲۲۴
- طویل المیعاد قرضے مانع زکوٰۃ ہیں یا نہیں؟ _____ ۲۲۵
- گذشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم منہا کر کے حساب لگایا جائے _____ ۲۲۵
- حقوق اللہ سے متعلق کون سے مطالبات مانع زکوٰۃ نہیں؟ _____ ۲۲۶
- کیا عورت پر اپنے دین مہر کی زکوٰۃ واجب ہے؟ _____ ۲۲۶
- جس قرض کے وصول کی امید نہ ہو اس کی زکوٰۃ واجب نہیں _____ ۲۲۶
- پرائیویٹ فنڈ پر زکوٰۃ _____ ۲۲۷
- گم شدہ مال مل گیا _____ ۲۲۷
- استعمالی ہیرے موتی پر زکوٰۃ واجب نہیں _____ ۲۲۸
- پورا انصاب صدقہ کر دیا تو ضمناً زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی _____ ۲۲۸
- پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا _____ ۲۲۸
- گروی رکھی ہوئی چیز پر زکوٰۃ کا حکم _____ ۲۲۸
- مال تجارت میں فروختگی کی قیمت کا اعتبار _____ ۲۲۹
- سونے چاندی میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟ _____ ۲۳۰
- امیٹیشن جویلری پر زکوٰۃ کا حکم _____ ۲۳۰

- مال حرام میں زکوٰۃ کا مسئلہ ۲۳۰
- نفع رسانی سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہوگی ۲۳۱
- مسافر غنی کا مال راستہ میں ضائع ہو گیا ۲۳۱
- مسافر غنی کے پاس زکوٰۃ کی رقم بچ گئی ۲۳۲
- مالک کا زکوٰۃ کے نوٹ ادل بدل کرنا ۲۳۲
- وکیل کا زکوٰۃ کے روپے تبدیل کرنا ۲۳۲
- مال زکوٰۃ میں اس مقام کی قیمت کا اعتبار ہے جہاں مال ہے ۲۳۲
- سال مکمل ہونے کے بعد پورا مال چوری یا ضائع ہو جائے؟ ۲۳۳
- سال گزرنے کے بعد مال کو ضائع کر دیا ۲۳۳

جانوروں کی زکوٰۃ کے مسائل

- جانوروں میں زکوٰۃ کے وجوب کی شرائط ۲۳۴
- عمر کے اعتبار سے جانوروں کی پہچان ۲۳۵
- زکوٰۃ میں نہ جانور دے یا مادہ؟ ۲۳۶
- مخلوط النسل جانوروں میں مادہ کا اعتبار ہے ۲۳۶
- اونٹ کی زکوٰۃ ۲۳۷
- گائے بھینس کی زکوٰۃ ۲۳۰
- بھیڑ بکری کی زکوٰۃ ۲۳۱
- گھوڑوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ ۲۳۲

پیداوار کی زکوٰۃ

- عشر کی فرضیت ۲۳۳
- عشری اور خراجی زمینیں ۲۳۳
- ہندوستانی زمینوں کی صورت حال ۲۳۴

- کس زمین میں عشر (دسواں حصہ) ہے اور کس میں نصف عشر (بیسواں حصہ)؟۔ ۲۴۶
- عشر و خراج کا مصرف ۲۴۶
- نابالغ اور مجنون کی زمین میں عشر ۲۴۷
- موقوفہ زمین کی پیداوار میں عشر ۲۴۷
- کرایہ کی زمین پر عشر کون ادا کرے؟ ۲۴۷
- عاریت کی زمین کی پیداوار کا عشر کس پر؟ ۲۴۸
- بٹائی کی زمین پر عشر ۲۴۸
- کھیتی کے اخراجات کو پیداوار سے منہا نہیں کیا جائے گا ۲۴۹
- عشر نکالنے سے قبل غلہ استعمال نہ کیا جائے ۲۴۹
- عشر کل پیداوار پر واجب ہے ۲۵۰
- سال میں متعدد پیداواروں کا حکم ۲۵۰
- سبزیوں میں عشر ۲۵۰
- لپٹس وغیرہ کے درختوں میں عشر ۲۵۰
- بانس میں عشر کا حکم ۲۵۱
- گنے کی پیداوار میں عشر ۲۵۱
- عشری زمین میں پائے جانے والے شہد کا حکم ۲۵۱
- بھس میں عشر واجب نہیں ۲۵۱
- گھر میں لگے ہوئے درختوں کے پھل پر عشر نہیں ۲۵۲
- سبزیوں کے بیج میں عشر نہیں ۲۵۲

زکوٰۃ کی ادائیگی اور مصارف

- زکوٰۃ کے مصارف ۲۵۳
- زکوٰۃ خوش دلی سے دی جائے ۲۵۳

- ۲۵۴ ○ احسان نہ جائیں
- ۲۵۵ ○ تندرستی میں صدقہ افضل ہے
- ۲۵۵ ○ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت ضروری ہے
- ۲۵۶ ○ اگر ادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی
- ۲۵۶ ○ مال دیئے بغیر زکوٰۃ کا وکیل بنانا
- ۲۵۶ ○ وکیل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے
- ۲۵۶ ○ زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں؟
- ۲۵۸ ○ زکوٰۃ میں ایک فقیر کو بیک وقت کم از کم کتنا مال دیا جائے؟
- ۲۵۸ ○ ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا مکروہ ہے
- ۲۵۹ ○ قریبی رشتہ داروں کا حق
- ۲۵۹ ○ غریب بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا
- ۲۶۰ ○ سوتیلی ماں، بہویا داماد کو زکوٰۃ دینا
- ۲۶۰ ○ گھر کے خادموں کو زکوٰۃ دینا
- ۲۶۰ ○ عیدی کے عنوان سے زکوٰۃ
- ۲۶۰ ○ زکوٰۃ کو ہبہ یا قرض کہہ کر دینا
- ۲۶۱ ○ سمجھ دار بچے کو زکوٰۃ دینا
- ۲۶۱ ○ مال دار شوہر کی غریب بیوی کو زکوٰۃ دینا
- ۲۶۱ ○ مال دار اولاد کے تنگ دست باپ کو زکوٰۃ دینا
- ۲۶۱ ○ غریب کی شادی میں زکوٰۃ خرچ کرنا
- ۲۶۲ ○ فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی بعد میں پتہ چلا کہ وہ مال دار ہے
- ۲۶۲ ○ زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں تقسیم کرنا
- ۲۶۳ ○ زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کے کپڑے بنانا

- زکوٰۃ کی رقم سے بنے ہوئے فلیٹ غریبوں کو الاٹ کرنا ۲۶۳
- مسافر ضرورت سے زائد مال نہ لے ۲۶۳
- فقیر شخص کا زکوٰۃ لے کر مال دار پر خرچ کرنا ۲۶۳
- ریلیف میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا ۲۶۳
- زکوٰۃ کی رقم سے فسادزدگان کی امداد ۲۶۳
- قیدیوں کی رہائی کے لئے زکوٰۃ کی رقم کا استعمال ۲۶۳
- مقروض کو زکوٰۃ دینا ۲۶۳
- کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں؟ ۲۶۵
- زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی جماعت میں جانا ۲۶۶
- اصول و فروع کو زکوٰۃ دینا ۲۶۶
- بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا ۲۶۶
- سادات بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ۲۶۶
- بنو ہاشم سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۲۶۷
- کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے ۲۶۸
- پاگل اور نا سمجھ بچہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ۲۶۸
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک ضروری ہے ۲۶۸
- زکوٰۃ کی رقم مسجد وغیرہ میں نہیں لگ سکتی ۲۶۹
- رفاہی اور مفاد عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ لگانا جائز نہیں ۲۶۹
- زکوٰۃ کے مال سے میت کی تجہیز و تکفین ۲۶۹
- زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کرنا ۲۷۰
- زکوٰۃ کے مال سے فقراء کی دعوت ۲۷۰
- زکوٰۃ میں فقیر کو عارضی طور پر مکان دینا ۲۷۰

- رفاہی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا ۲۷۰
- مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ کے لئے زکوٰۃ خرچ کرنا ۲۷۱
- مدارس میں زکوٰۃ دینے میں دو ہر اثواب ۲۷۱
- تملیک اور حیلہ تملیک ۲۷۱
- حیلہ تملیک کی کئی صورتیں ۲۷۳
- کیا داخلہ فارم پر لکھا ہوا دولت نامہ حیلہ تملیک کے لئے کافی ہے؟ ۲۷۳
- مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟ ۲۷۴
- جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہو اس میں زکوٰۃ صرف کرنا ۲۷۴
- مقروض کے قرض کو معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ۲۷۴
- زکوٰۃ کی رقم حج میں لگانا ۲۷۵
- مال زیادہ سمجھ کر زیادہ زکوٰۃ ادا کر دی ۲۷۵
- زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا ۲۷۵
- رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب ۲۷۶
- زکوٰۃ کی رقم چوری ہوگئی ۲۷۶

صدقۃ الفطر کے مسائل

- روزہ کی زکوٰۃ ۲۷۷
- صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟ ۲۷۸
- خالی پڑے مکانات کی قیمت پر صدقہ فطر واجب ہے ۲۷۸
- مسافر پر صدقہ فطر ۲۷۸
- جو مریض رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو اس پر صدقہ فطر ۲۷۹
- مال ضائع ہونے کے باوجود صدقہ الفطر کا وجوب برقرار ۲۷۹
- صدقہ الفطر کے وجوب کا وقت ۲۷۹

- مال دار عید کے دن سے قبل فقیر ہو گیا۔ ۲۷۹
- فقیر شخص عید کے دن صبح صادق سے پہلے مال دار ہو گیا۔ ۲۸۰
- فقیر شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد مال دار ہوا۔ ۲۸۰
- نابالغ بچوں کی طرف سے صدقہ فطر۔ ۲۸۰
- کم فہم یا پاگل اولاد کی طرف سے صدقہ فطر۔ ۲۸۰
- بڑی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر۔ ۲۸۱
- کیا بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر ہے؟ ۲۸۱
- حمل کی طرف سے صدقہ الفطر واجب نہیں۔ ۲۸۱
- مرحومین کی طرف سے صدقہ الفطر نہیں۔ ۲۸۱
- صدقہ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت۔ ۲۸۲
- صدقہ فطر رمضان میں ادا کرنا۔ ۲۸۲
- عید کی نماز کے بعد صدقہ فطر ادا کرنا۔ ۲۸۲
- صدقہ فطر کی شرعی مقدار۔ ۲۸۲
- صاحب حیثیت لوگوں کے لئے مشورہ۔ ۲۸۳
- صدقہ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہے۔ ۲۸۳
- چاول وغیرہ سے صدقہ فطر ادا کرنا۔ ۲۸۴
- ایک فقیر کو پورا صدقہ فطر دیں۔ ۲۸۴
- سادات کے لئے صدقہ الفطر حلال نہیں۔ ۲۸۴
- فطرہ کی رقم مسجد یا قبرستان میں لگانا۔ ۲۸۴
- صدقہ فطر کا فقیر کو دینا۔ ۲۸۵
- مسافر شخص صدقہ الفطر میں کہاں کا حساب لگائے؟ ۲۸۵
- غیر ملک میں مقیم شخص کا صدقہ فطر کس حساب سے نکالیں؟ ۲۸۶

کتاب الاضحیۃ

۳۳۶-۲۸۷

مسائل قربانی

- عظیم قربانی؛ جو یادگار بن گئی۔ ۲۹۰
- سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبح اللہ ہیں۔ ۲۹۲
- اسلام میں قربانی کا حکم۔ ۲۹۲
- ایام قربانی میں قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ ۲۹۳
- قربانی کے بجائے صدقہ کافی نہیں۔ ۲۹۳
- قربانی کے ایام۔ ۲۹۴
- کون سے دن قربانی افضل ہے؟۔ ۲۹۴
- رات میں قربانی کرنا۔ ۲۹۴
- قربانی کے وقت میں شہزادہ اور دیہات کا فرق۔ ۲۹۵
- عید الاضحیٰ کی نماز کا وقت۔ ۲۹۵
- عید کی نماز کے بعد خطبہ سے قبل قربانی۔ ۲۹۵
- امام نے بلا طہارت نماز عید پڑھا دی تو قربانی کا کیا حکم ہے؟۔ ۲۹۶
- عید گاہ کی نماز کے بعد قربانی۔ ۲۹۶
- قربانی کی صحت کے لئے شہر میں کسی بھی جگہ نماز عید ہونا کافی ہے۔ ۲۹۶
- جس شہر میں قربانی کی جائے وہیں کی نماز عید کا اعتبار ہے۔ ۲۹۷
- جس شہر میں فتنہ اور انتشار کی وجہ سے نماز عید پڑھنا ممکن نہ ہو وہاں قربانی کب کریں؟۔ ۲۹۷
- اگر شہر میں ۱۰ روزی الحجہ کو نماز عید نہ پڑھی جائے تو قربانی کب کرے؟۔ ۲۹۸
- گیارہویں ذی الحجہ کو قربانی نماز عید پر موقوف نہیں۔ ۲۹۸
- دیہات میں شہر کی نماز عید سے قبل قربانی۔ ۲۹۸
- شہری کا دیہات میں قربانی کرانا۔ ۲۹۸

○ کم قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی _____ ۲۹۹

○ دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدنا _____ ۲۹۹

قربانی کا وجوب

○ قربانی کے وجوب کے شرائط _____ ۳۰۰

○ قربانی کا سبب وجوب _____ ۳۰۰

○ ایک ملک کا شخص اگر دوسرے ملک میں قربانی کرائے تو کہاں کی تاریخ کا اعتبار ہوگا _____ ۳۰۱

○ مال دار شخص ایام قربانی سے قبل فقیر ہو جائے؟ _____ ۳۰۲

○ فقیر شخص ایام قربانی میں مال دار ہو جائے _____ ۳۰۳

○ قربانی کرنے کے بعد فقیر مال دار ہو جائے _____ ۳۰۳

○ مال دار کی قربانی کا جانور گرم ہو گیا _____ ۳۰۳

○ مال دار کی قربانی کا جانور مر گیا _____ ۳۰۴

○ غنی کے جانور کے بچہ کا حکم _____ ۳۰۴

○ غنی کا قربانی کے جانور کو بدلنا _____ ۳۰۴

○ فقیر پر قربانی کا وجوب _____ ۳۰۴

○ فقیر شخص کی قربانی کا جانور گرم ہو گیا _____ ۳۰۵

○ فقیر شخص کی قربانی کا جانور مر گیا _____ ۳۰۵

○ فقیر کے جانور کے بچہ کا حکم _____ ۳۰۵

○ فقیر کا قربانی کے جانور کو بدلنا _____ ۳۰۶

○ گرم شدہ جانور بعد میں مل گیا _____ ۳۰۶

○ نابالغ و مجنون کی طرف سے قربانی _____ ۳۰۶

○ اہل خانہ اور اولاد کی طرف سے بلا اجازت قربانی _____ ۳۰۷

○ قربانی کرنے والا قربانی سے قبل وفات پا گیا؟ _____ ۳۰۷

- ایام قربانی کے بعد وفات پانے پر وصیت لازم ہے ۳۰۸
- مرنے والے شریک کی قربانی ۳۰۸
- بغیر وصیت میت کی طرف سے قربانی ۳۰۸
- حضور ﷺ کی طرف سے قربانی ۳۰۹
- قربانی کی قضا ۳۰۹
- ایام قربانی کے بعد پورے جانور ہی کی قیمت کا صدقہ ۳۰۹
- کئی برسوں سے واجب قربانی نہیں کی ۳۱۰

قربانی کے جانور

- کن جانوروں کی قربانی درست ہے؟ ۳۱۱
- بھینس کی قربانی ۳۱۱
- فتنہ کے ڈر سے گائے کی قربانی ترک کرنا ۳۱۱
- قانوناً ممنوع ہونے کے باوجود گائے کی قربانی ۳۱۲
- قربانی کے جانوروں کی عمریں ۳۱۲
- بڑے جانوروں میں حصے ۳۱۳
- کبھی شرکاء قربانی کا عبادت کی نیت کرنا ضروری ہے ۳۱۳
- چند شرکاء کامل کبرا ایک کی طرف سے قربانی کرنا ۳۱۳
- قربانی کے ساتھ ولیمہ کا حصہ لینا ۳۱۴
- قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا ۳۱۴
- قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا ۳۱۴
- اہل خانہ اور دوست و احباب کے حصے الگ کرنا لازم نہیں ۳۱۴
- نذر کا حصہ بالکل الگ کرنا ضروری ہے ۳۱۵
- بوقت ذبح تمام شرکاء کی طرف سے نام بنام نیت ۳۱۵

عیب دار جانور کی قربانی

- سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی ۳۱۶
- جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں؟ ۳۱۶
- کان کٹے جانور کی قربانی ۳۱۶
- بغیر کان والے جانور کی قربانی ۳۱۷
- اندھے جانور کی قربانی ۳۱۷
- پوپلے جانور کی قربانی ۳۱۷
- زبان کٹے ہوئے جانور کی قربانی ۳۱۸
- دم کٹے جانور کی قربانی ۳۱۸
- بغیر دم والے جانور کی قربانی ۳۱۸
- لنگڑے جانور کی قربانی ۳۱۸
- خشک تھن والے اور تھن کٹے جانور کی قربانی ۳۱۹
- حاملہ جانور کی قربانی ۳۱۹
- خصی جانور کی قربانی ۳۱۹
- خلش جانور کی قربانی ۳۲۰
- نجاست خور جانور کی قربانی ۳۲۰
- جنگلی جانور کی قربانی ۳۲۰
- قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا ۳۲۰
- قربانی کے وقت جانور عیب دار ہو گیا ۳۲۱

قربانی کیسے کریں؟

- قربانی کا مسنون طریقہ ۳۲۲

- ذبح کے وقت خالص ذکر ضروری ہے ۳۲۳
- ذبح کے وقت اردو میں اللہ کا نام لینا ۳۲۳
- ذبح کے وقت دعائیہ کلمہ پڑھنے سے جانور حلال نہ ہوگا ۳۲۴
- ایک بسم اللہ سے کئی جانور ذبح کرنا ۳۲۴
- ذبح میں معاونت کرنے والے بھی بسم اللہ پڑھیں ۳۲۴
- قربانی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے ۳۲۴
- بوقت ذبح قربانی کی نیت لازم نہیں ۳۲۵
- متعینہ جانور دوسرے کے نام سے ذبح کرنا ۳۲۵
- جانور کا ذبح کب متحقق ہوگا؟ ۳۲۵
- گردن میں کس جگہ چھری پھیری جائے؟ ۳۲۶
- اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ ۳۲۶
- گدی کی طرف سے جانور ذبح کرنا مکروہ ہے ۳۲۷
- عورت کا ذبیحہ ۳۲۷
- باشعور بچے کا ذبیحہ ۳۲۷
- گونگے مسلمان کا ذبیحہ ۳۲۷
- مخنث شخص کا ذبیحہ ۳۲۸
- قادیانی کا ذبیحہ ۳۲۸

حرم قربانی اور گوشت کے مضار

- قربانی کا گوشت کہاں صرف کریں؟ ۳۲۹
- قربانی کا گوشت دعوتِ ولیمہ میں کھلانا ۳۲۹
- غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینا ۳۲۹

- وصیت والی قربانی کے گوشت کا مصرف _____ ۳۳۰
- قربانی کا گوشت فروخت کرنا _____ ۳۳۰
- قربانی کی کھال کا استعمال _____ ۳۳۰
- کھال اور گوشت کی قیمت کا صدقہ کرنا _____ ۳۳۱
- قربانی کی کھال مدارس میں دینا _____ ۳۳۱
- قربانی کی کھال مساجد میں دینا _____ ۳۳۱
- کھال کا پیسہ تنخواہوں میں دینا _____ ۳۳۱
- قربانی کی کھال کو مہتمم مالک بن کر فروخت کر دے؟ _____ ۳۳۱
- قربانی کی کھال یا گوشت کے بدلہ میں کپڑا لینا _____ ۳۳۲
- قربانی کے گوشت کے بدلہ میں غلہ لے کر استعمال کرنا _____ ۳۳۲
- قربانی کی کھال غنی کو بے عینہ ہدیہ کرنا _____ ۳۳۲
- قربانی کے جانور کے دودھ کا کیا کریں؟ _____ ۳۳۳
- قربانی کے جانور پر سواری جائز نہیں _____ ۳۳۳
- قربانی کا جانور کرایہ پر دینا _____ ۳۳۳
- قربانی کے جانور کی رسی کا صدقہ کرنا _____ ۳۳۴
- قصاب کی اجرت جانور میں سے دینا _____ ۳۳۴
- قربانی کرنے والا شروع ذی الحجہ سے قربانی تک بال وغیرہ نہ بنائے _____ ۳۳۴
- تکبیر تشریق کا وجوب _____ ۳۳۴
- تکبیر تشریق کے الفاظ _____ ۳۳۵
- تکبیر تشریق کیسے پڑھی جائے؟ _____ ۳۳۵
- مسبوق بھی تکبیر تشریق پڑھے _____ ۳۳۵

- تکبیر تشریق پڑھنے سے پہلے بات چیت کر لی ۳۳۵
- تکبیر تشریق سے پہلے عدا وضو توڑ دیا ۳۳۵
- تکبیر تشریق پڑھے بغیر مسجد سے باہر آ گیا ۳۳۶
- تکبیر تشریق پڑھنے سے پہلے سینہ قبلہ سے پھیر لیا ۳۳۶
- سلام کے بعد تکبیر تشریق سے پہلے بلا ارادہ وضو ٹوٹ گیا ۳۳۶

باب العقیقہ

۳۳۶-۳۳۷

مسائل عقیقہ

- عقیقہ کسے کہتے ہیں؟ ۳۳۸
- عقیقہ کی وجہ تسمیہ ۳۳۸
- عقیقہ کا حکم ۳۳۸
- بچہ کی طرف سے عقیقہ کون کرے؟ ۳۳۹
- عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کریں؟ ۳۳۹
- اگر دو بکرے کی گنجائش نہ ہو؟ ۳۳۹
- کیا دونوں بکرے ایک ساتھ ذبح کرنے ضروری ہیں؟ ۳۳۹
- بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا ۳۴۰
- غیر ایام قربانی میں بڑے جانور میں عقیقہ کے حصے؟ ۳۴۰
- عقیقہ سے بلائیں ٹلتی ہیں ۳۴۰
- عقیقہ کس دن کیا جائے؟ ۳۴۱
- رات میں بچہ کی پیدائش ہوئی تو دنوں کا حساب کب سے لگے گا؟ ۳۴۱
- اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں؟ ۳۴۱
- بچہ اسپتال میں ہو تو کیا کریں؟ ۳۴۱

- ۳۴۲ ○ بچہ کی طرف سے دوسرے شہر میں عقیقہ _____
- ۳۴۲ ○ بڑے لوگوں کی طرف سے عقیقہ _____
- ۳۴۲ ○ کیا عقیقہ میں دعوت ضروری ہے؟ _____
- ۳۴۲ ○ عقیقہ کے دن سر کے بال مونڈنا _____
- ۳۴۳ ○ بچے کے بال ذبح سے پہلے مونڈے یا بعد میں؟ _____
- ۳۴۳ ○ کیا عقیقہ کے بغیر بچہ کے بال نہیں اتار سکتے؟ _____
- ۳۴۳ ○ سر منڈانے کے بعد بچہ کے سر پر زعفران لگانا _____
- ۳۴۳ ○ کیا بڑی عمر میں بھی سر کے بال مونڈنے ضروری ہیں؟ _____
- ۳۴۴ ○ مرحوم بچہ کا عقیقہ _____
- ۳۴۴ ○ عقیقہ کی کھال کا حکم _____
- ۳۴۴ ○ عقیقہ کے وقت بچہ کا نام رکھنا _____
- ۳۴۴ ○ ختنہ سنت مؤکدہ ہے _____
- ۳۴۴ ○ بچہ کی ختنہ کب کرائی جائے؟ _____
- ۳۴۵ ○ بچہ کے کان میں اذان و اقامت _____
- ۳۴۵ ○ بچہ کے کان میں اذان و اقامت کی حکمت _____
- ۳۴۶ ○ اذان و اقامت کے ساتھ بچہ کے کان میں تعوذ پڑھنا _____
- ۳۴۶ ○ بچہ کی تحنیک _____
- ۳۴۷ □ ماخذ و مراجع _____



کتاب الجنائز

(تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور دفن کے مسائل)

کتاب الجنائز

میت کے بارے میں اسلامی تعلیمات

ہر انسان کو موت سے سابقہ پڑتا ہے، امیر ہو یا غریب، فقیر ہو یا بادشاہ، مسلم ہو یا غیر مسلم، ہر ایک کے لئے ایک نہ ایک دن موت یقینی ہے، مرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ یہ اہم ترین مرحلہ ہے؛ کیوں کہ ظاہر ہے کہ نعش کو گھر میں تو رکھا نہیں جاسکتا، یقیناً اسے کہیں نہ کہیں منتقل کیا جائے گا، تو اب اس بارے میں طریقے مختلف ہو گئے۔ پارسیوں نے یہ طریقہ اپنایا کہ مردے کی نعش کو حرام خور پرندوں کے حوالے کر دیتے ہیں جو منٹوں میں اس کی تکہ بوٹی کر ڈالتے ہیں، اور ہمارے برادرانِ وطن ہندوؤں نے اپنے مردوں کی نعشوں کو آگ میں جلانے کا طریقہ اپنایا، جس کی راکھ کو دریاؤں میں بہا دیا جاتا ہے؛ لیکن تمام معروف آسمانی مذاہب کے یہاں مردوں کو زمین میں دفن کرنے کا طریقہ ہے، اور اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جب دنیا میں پہلی مرتبہ حادثہ قتل رونما ہوا اور قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا، تو حیران ہوا کہ بھائی کی نعش کو کہاں ٹھکانے لگائے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی کے لئے کوئے کو بھیجا، جس نے اپنے عمل سے اسے دفن کا طریقہ بتایا۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُخَبِّرَهُ كَيْفَ يُؤَارِي سَوْأَةَ أَخِيهِ، قَالَ يُوَيِّلَتْنِي أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونُ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُؤَارِي سَوْأَةَ أَخِي، فَاصْبَحَ مِنَ التَّائِمِينَ. (المائدة: ۳۱)

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا، جو کریدتا تھا زمین کو؛ تاکہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی، بولا: اے افسوس! مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوئے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی، پھر لگا پچھتاتے۔

اسی وقت سے اموات کی تدفین کا سلسلہ جاری ہوا، اور یہ طریقہ ضرورت، ماحول، عزت اور تکریم ہر اعتبار سے عین مناسب تھا، چنانچہ اسلام جو دین فطرت ہے، اور انسانیت کے احترام کا سب سے بڑا علم بردار ہے، اس نے بھی اپنے ماننے والوں کو نہ صرف یہ کہ تدفین کا حکم دیا؛ بلکہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور پتہ جنازہ کے مسائل واضح طور پر بتائے ہیں۔ اموات کے بارے میں اسلامی ہدایات

انتہائی روشن اور حد درجہ قابل قدر ہیں، اسلام نے مرض الموت سے لے کر تدفین تک ہر طرح کی نزاکتوں کا خیال رکھتے ہوئے احکامات دئے ہیں، جس میں ہر سطح پر انسانیت کے احترام کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اسلام کی نظر میں انسانی بدن انتہائی قابل احترام ہے، زندگی میں بھی اس کا احترام کیا جائے گا اور مرنے کے بعد بھی اس کی بے وقعتی سے احتراز کرنا ضروری ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكْسْرِهِ حَيًّا. (ابوداؤد شریف ۴۵۸/۲)

میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی زندہ انسان کی ہڈی توڑنا۔

یعنی جس طرح سے ایک زندہ انسان کو ہڈی ٹوٹنے سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح مردے کو بھی اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔

اسلام نے یہاں تک مردوں کے احترام کی تلقین کی ہے کہ کسی قبر پر بیٹھنے تک کو نہایت ناپسند سمجھا گیا ہے، ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْلِسْ أَحَدُكُمْ عَلَى جُمْرَةٍ فَتَحْرِقَ ثِيَابَهُ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرِ. (ابوداؤد شریف ۴۶۰/۲)

تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے جو اس کے کپڑے کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔

الغرض اسلام کی بے نظیر تعلیمات زندگی اور موت ہر حالت میں انسانیت کے احترام کی تلقین کرتی ہیں۔ ذیل میں اس سلسلہ کے بعض اہم مسائل ذکر کئے جا رہے ہیں:

جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں

جب میت پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اس کے پاس قدرے بلند آواز سے کلمہ شہادت یا کلمہ طیبہ پڑھا جائے، مگر اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے پر اصرار نہ کیا جائے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ اس پریشانی اور بے چینی کے وقت میں اس کے منہ سے کوئی کلمہ اس کے خلاف نکل جائے۔ نیز میت کے قریب سورہ یس اور سورہ رعد پڑھنا بھی مستحب ہے، اس سے روح کا نکلنا آسان ہو جاتا ہے۔ ویلقن بذکر الشہادتین (در مختار) قال فی الإمداد: وإنما اقتضت علی ذکر

الشهادة تبعاً للحديث الصحيح (عنده من غير أمر بها لئلا يضجر) ويندب
قراءة سورة يس والرعد (درمختار) هو استحسان بعض المتأخرين لقول جابر:
أنها تهون عليه خروج روحه. (درمختار مع الشامي زكريا ۷۸/۳-۸۰، بيروت ۷۴/۳-۷۶،
طحطاوى ۳۰۵، هدايه مع الفتح ۱۰۴/۲، عالمگیری ۱۵۷/۱، احسن الفتاوى ۲۱۲/۴، رحيمه
۳۳۸/۲، بهشتی زيور ۷۷/۲)

موت کے وقت میت کو کس طرح لٹائیں؟

جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کا سر شمال کی طرف اور پیر جنوب کی طرف کر کے دائیں
کروٹ پر لٹادیں، اور اگر اس طرح چٹ لٹایا جائے کہ قبلہ اس کی داہنی طرف ہو جائے اور اس کے
چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ (مستفاد احکام میت ۲۳ ڈاکٹر عبدالحی عارنی) اگر قبلہ کی
طرف رخ کرنے میں تکلیف ہوتی ہو تو پھر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ یوجہ المحتضر
القبلة علی یمینہ ہو السنة - إلی قوله - وقیل یوضع کما تیسر علی الأصح
صححه فی المبتغی، وإن شق علیہ ترک علی حالہ. (درمختار زکریا ۷۷/۳-۷۸،
بیروت ۷۳/۳، البحر الرائق کراچی ۱۷۰/۲، ہدایہ مع الفتح ۱۰۳/۲، طحطاوی علی المراقی ۳۰۵،
امداد الاحکام ۴۳۵/۲، فتاوی دارالعلوم ۲۴۲/۵، کفایت المفتی ۴۲/۴)

میت کے قریب خوشبو رکھنا

اگر کوئی خوشبو (اگر بتی وغیرہ) میسر ہو تو اس کو جلا کر میت کے قریب رکھ دیں۔ ویخضر
عندہ الطیب. (درمختار زکریا ۸۳/۳، بیروت ۷۸/۳، ہندیہ ۱۵۷/۱، مراقی الفلاح مع الطحطاوی
۳۰۸، بهشتی زيور ۵۲/۲)

موت کے بعد منہ اور آنکھیں بند کر دیں

جب موت واقع ہو جائے تو کسی کپڑے وغیرہ کے ذریعہ جڑے باندھ دیں اور نرمی سے
آنکھیں بند کر دیں، اور آنکھیں بند کرنے والا یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اللَّهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَاءِ كَبِّ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَيْرًا
مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔ (اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر (یہ عمل انجام دیتا ہوں) اے
اللہ! اس میت پر اس کا معاملہ آسان فرما، اور اس پر بعد کے حالات آسان فرما اور اس کو اپنی ملاقات
سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر بنادے اس جگہ سے جہاں (یعنی دنیا) سے
گیا ہے۔ وإذا مات شدوا لحييه وغمضوا عينيه ويتولى ارفق أهله به أغماضه بأسهل
مما يقدر عليه ويشد لحياه بعصابة عريضة يشدها في لحيه الأسفل ويربطها فوق
رأسه كذا في الجوهرة النيرة ويقول مغمضه بسم الله الخ۔ (ہندیہ ۱۵۷/۱، فتح القدیر
۱۰۵/۲، درمختار بیروت ۷۸/۳، زکریا ۸۲/۳-۸۳، طحطاوی ۳۰۸، حلی کبیر ۵۷۶، بہشتی زبور ۷۷/۲)

موت کے بعد ہاتھ اور پیر سیدھے کر دیں

پھر اس کے بعد ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں اور پیروں کے انگوٹھے ملا کر کپڑے کی پٹی وغیرہ
سے باندھ دیں اور پورے بدن کو ایک چادر وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔ ثم تمد أعضائه
(درمختار) وفي الشامي: وفي الإمداد: وتلين مفاصله وأصابه بأن يرد ساعده
لعضده وساقه لفخذه وفخذه لبطنه۔ (شامی زکریا ۸۳/۳، بیروت ۷۸/۳، ہندیہ ۱۵۷/۱،
طحطاوی ۳۰۸، الجوهرة النيرة ۱۴۷/۱)

پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دیں

انتقال کے بعد اس کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز لوہا وغیرہ رکھ دیا جائے؛ تاکہ اس کا پیٹ نہ
پھولے۔ ویوضع علی بطنه سيف أو حديد لئلا ينتفخ۔ (درمختار زکریا ۸۳/۳، بیروت
۷۸/۳، ہندیہ ۱۷۵/۱، طحطاوی ۳۰۸، البحر الرائق ۱۷۱/۲، کبیری ۵۷۷)

ناپاک آدمی میت کے پاس نہ آئیں

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے پاس جنبی یعنی جس کو غسل کی حاجت ہے اور

حيض ونفاس والى عورتين نه آئیں۔ ويخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب.

(درمختار زکریا ۸۳/۳، بیروت ۷۸/۳، ہندیہ ۱۵۷/۱، البحر الرائق ۱۷۱/۲، فتاویٰ رحیمیہ ۳۴۹/۷،

بہشتی زیور ۵۲/۲)

میت کے پاس قرآن کی تلاوت

مرنے کے بعد جب تک میت کو غسل نہ دے دیا جائے اس کے پاس قرآن کریم نہ پڑھا جائے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ وکرہ قراءۃ القرآن عنده الى تمام غسلہ۔ (شامی زکریا ۸۵/۳،

بیروت ۸۱/۳، ہندیہ ۱۵۷/۱، البحر الرائق ۱۷۱/۲، طحطاوی ۳۰۸، کبیری ۵۷۷، بہشتی زیور ۵۲/۲)

عزیز و اقارب میں موت کی خبر کر دیں

میت کے دوست و احباب پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو انتقال کی خبر کر دی جائے؛ تاکہ اس کی نماز میں زیادہ آدمی شریک ہوں اور اس کے لئے دعا کریں، تاہم اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں بہت جلدی کی جائے، بلا وجہ تاخیر نہ کی جائے۔ ويستحب أن يعلم جيرانه وأصدقائه حتى يؤدوا حقه بالصلاة عليه والدعاء له۔ (ہندیہ ۱۵۷/۱، درمختار زکریا ۸۳/۳، بیروت

۷۸/۳، بدائع زکریا ۲۲/۳، الجوهرة النيرة ۱۴۷/۱، خاتیہ علی الہندیہ ۱۸۶/۱)

میت کو کون نہلائے؟

سب سے بہتر بات یہ ہے کہ میت کو اس کے قریب ترین رشتہ دار نہلائیں، ہاں اگر قریبی رشتہ دار غسل وغیرہ کے طریقے سے واقف نہ ہوں تو پھر کوئی اور شخص بھی غسل دے سکتا ہے، جو دین دار اور مسائل سے واقف ہو، اور بہتر یہ ہے کہ غسل دینے والا با وضو ہو۔ ويستحب للغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت فإن لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع، كذا في الزاهدی: وينبغي أن يكون غاسل الميت على الطهارة۔ (ہندیہ ۱۵۹/۱، شامی زکریا

۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، طحطاوی ۳۱۲، البحر الرائق ۱۷۵/۲، صغیری ۲۸۷، بہشتی زیور ۵۴/۲)

غسل دینے والے کو اجرت دینا کب جائز ہے؟

اگر غسل دینے والے بستی میں چند آدمی ہوں تو کسی کو اجرت پر لا کر میت کو غسل دلایا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر پوری آبادی میں ایک ہی آدمی غسل کے طریقہ سے واقف ہو تو پھر اسی آدمی کو غسل دینا ضروری ہے اور غسل دینے کی اجرت لینا اس کے لئے جائز نہیں۔ فإن ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه. (درمختار) لأنه صار واجباً عليه عينا، ولا يجوز أخذ الأجرة على الطاعة كالمعصية. (شامی زکریا ۹۲/۳، بیروت ۸۷/۳، ہندیہ

۱۵۹/۱، طحطاوی ۳۱۲، البحر الرائق ۱۷۴/۲، مجمع الانهر ۱۸۱/۱، مکتبہ فقیہ الامت)

مرد میت کو غسل دینے والا کوئی نہ ہو؟

اگر میت مرد ہے اور وہاں مردوں میں کوئی غسل دینے والا نہیں تو اس کو اس کی بیوی غسل دے سکتی ہے، بیوی کے علاوہ کسی عورت کے لئے غسل دینا درست نہیں خواہ وہ محرم ہی کیوں نہ ہو، اور اگر بیوی بھی نہ ہو تو اس کو تیمم کر دینا چاہئے؛ لیکن تیمم کرانے والی عورتیں اگر میت کی محرم ہیں تو ہاتھ لگانا درست ہے اور اگر عورتیں غیر محرم ہوں تو میت کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں؛ بلکہ ہاتھ میں دستانے پہن کر یا کپڑا وغیرہ لپیٹ کر تیمم کرائیں۔ إدامات رجل فی سفر فإن کان معه رجال یغسله الرجل وإن کان معه نساء لا رجل فیہن، فإن کان فیہن امرأۃ غسلته وکفنته وصلین علیہ وتدفنه، وإن لم یکن معهن من ذلک فإنهن لا یغسلنه سواء کن ذوات رحم محرم منه أو لا، ولکنه یممنه غیر أن المیممة إذا کانت ذات رحم محرم منه تیممہ بغير خرقۃ، وإن لم تکن ذات رحم محرم منه تیمم بخرقة تلفها علی کفها. (بلائع الصنائع ۳۳/۲، درمختار زکریا ۹۴/۳، بیروت ۸۹/۳، تاترخانیہ

زکریا ۱۳/۳-۱۴ رقم: ۳۶۰۵، ہندیہ ۱۶۰/۱، بہشتی زیور ۵۴/۲)

مرنے کے بعد بیوی اور شوہر کا حکم

کسی کا شوہر مر جائے تو بیوی کے لئے اس کا چہرہ دیکھنا نہ لانا اور کفننا درست ہے، اور اگر

بیوی مر جائے تو شوہر کے لئے اس کو نہلانا اور بدن چھونا تو درست نہیں؛ البتہ دیکھنا اور جنازہ اٹھانا جائز ہے۔ ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح وهي لا تمنع من ذلك. (تنوير الأبصار) وقال الشامي: أي من تغسيل زوجها دخل بها أو لا كما في المعراج وفي البدائع: المرأة تغسل زوجها لأن إباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقى ما بقي النكاح، والنكاح بعد الموت باق إلى أن تنقضي العدة، بخلاف ما إذا ماتت فلا يغسلها لانتهاء ملك النكاح لعدم المحل فصار أجنبياً. (شامی زکریا ۹۰/۳-۹۱، بیروت ۸۵/۳-۸۶، مجمع الانهر مکتبہ فقیہ الامت ۲۶۶/۱، طحطاوی ۳۱۳، بہشتی زیور ۵۴/۲، امداد الاحکام ۴۳۶/۲)

بچہ و بچی کو کون غسل دے؟

اگر کسی ایسے چھوٹے نابالغ بچے کا انتقال ہو جائے جن کو دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو ایسے بچے کو عورتیں اور ایسی بچی کو مرد بھی غسل دے سکتے ہیں، اور اگر بچے و بچی اتنے بڑے ہوں کہ ان کے دیکھنے سے شہوت ہوتی ہو تو لڑکے کو مرد اور لڑکی کو عورت ہی غسل دے۔ والصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء. (فتح القدیر ۱۱۲/۲، الجوهرة النيرة ۱۴۹/۱، طحطاوی ۳۱۳، ہندیہ ۱۶۰/۲)

جنبی و حائضہ اور نفساء کا غسل دینا

جو آدمی حالت جنابت (ناپاکی کی حالت) میں ہو اسی طرح حیض اور نفاس والی عورت کا میت کو نہلانا مکروہ ہے؛ لیکن اگر غسل دے تو وہ کافی ہو جائے گا۔ ولو كان الغاسل جنباً أو حائضاً أو كافراً جاز ويكره كذا في معراج الدراية. (ہندیہ ۱۵۹/۱، شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، فتح القدیر ۱۱۲/۲، الجوهرة النيرة ۱۵۰/۱، طحطاوی ۳۱۲، بہشتی زیور ۵۴/۲)

غسل دینے والوں کے لئے چند ہدایات

○ میت کو اتنے گرم پانی سے نہ نہلایا جائے جس سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہو؛ بلکہ اس

کو نہلانے کے لئے صرف نیم گرم یا سادہ ہی پانی استعمال کیا جائے؛ اس لئے کہ جس چیز سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اسی سے مردے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ والا فماء خالص مغلی (درمختار) ای إغلاء وسطاً لأن الميت يتأذى بما يتأذى به الحي وأفاد كلامه أن الحار أفضل سواء كان عليه وسخ أو لا. (شامی زکریا ۸۷/۳، بیروت ۸۳/۳)

○ غسل دینے والا اپنے قریب کوئی خوشبو (اگر بتی وغیرہ جلا کر) رکھ لے۔ ويستحب أن يكون بقرب الغاسل مغمرة فيها بخور لئلا يظهر من الميت رائحة كريهة فتضعف نفس الغاسل ومن يعينه. (ہندیہ ۱۵۹/۱، الجوہرۃ النیرۃ ۱۴۷/۱، فتح القدیر ۱۰۸/۲، البحر الرائق زکریا ۳۰۰/۲)

○ جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہئے اور زائد آدمیوں کو وہاں بالکل نہ رہنا چاہئے۔ ويستحب أن يستر الموضع الذي يغسل فيه الميت فلا يراه إلا غاسله أو من يعينه. (ہندیہ ۱۵۸/۱، الجوہرۃ النیرۃ ۱۴۷/۱، درمختار بیروت ۱۳۶/۳)

○ میت کے بالوں میں نہ کنگھی کی جائے نہ ناخن کاٹے جائیں نہ کسی جگہ کے بال کاٹے جائیں؛ بلکہ جس طرح بھی ہوں اس حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته ولا يقص ظفره ولا شعره، كذا في الهداية. ولا يقص شاربه ولا ينتف إبطه ولا يحلق شعر عانته ويدفن بجميع ما كان عليه. (ہندیہ ۱۵۸/۱، تاترخانیہ زکریا ۸/۳ رقم: ۳۵۹۳، بدائع ۲۶۱/۲، درمختار بیروت ۸۴/۳)

○ اگر نہلاتے وقت کوئی عیب دیکھیں مثلاً چہرہ بگڑ گیا ہو یا کالا ہو گیا ہو وغیرہ، تو کسی سے اس کا تذکرہ نہ کریں، ہاں اگر کوئی اچھی علامت دیکھیں مثلاً چہرہ کی نورانیت یا جسم کی خوشبو وغیرہ تو اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا چاہئے۔ وينبغي للغاسل وللمن حضر إذا رأى ما يجب الميت ستره أن يستره ولا يحدث به لأنه غيبة، وكذا إذا كان عيباً حادثاً بالموت كسواد وجه ونحوه ما لم يكن مشهوراً ببدعة فلا بأس بذكره تحذيراً من بدعته، وإن رأى من أمارات الخير كوضاء الوجه والتبسم ونحوه استحب إظهاره

لکثرة الترحم عليه والحث على مثل عمله الحسن. (شامی زکریا ۳/۹۵، بیروت ۳/۸۹،

الجمہورۃ النیرۃ ۱/۱۴۷، طحطاوی ۲/۳۱۲، صغیری ۲۸۷، بہشتی زیور ۲/۵۴)

غسل دینے کا طریقہ

○ جس تختہ پر غسل دیا جائے پہلے اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ لوہان وغیرہ کی دھونی دے لیں، پھر اس پر میت کو قبلہ کی طرف رخ کر کے یا جیسے بھی آسان ہو لٹایا جائے۔

○ اس کے بعد میت کے بدن کے کپڑے چاک کر لیں اور ایک تہبند اس کے ستر پر ڈال کر بدن کے کپڑے اتار لیں، یہ تہبند موٹے کپڑے کا ناف سے لے کر پنڈلی تک ہونا چاہئے؛ تاکہ بھگنے کے بعد ستر نظر نہ آئے۔

○ پھر بائیں ہاتھ میں دستانے پہن کر میت کو استنجاء کرائیں۔

○ اس کے بعد وضو کرائیں اور وضو میں نہ کلی کرائیں نہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے جائیں؛ ہاں البتہ کوئی کپڑا یا روئی وغیرہ انگلی پر لپیٹ کر تر کر کے ہونٹوں دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر دیں۔

○ پھر اسی طرح ناک کے سوراخوں کو بھی صاف کر دیں (خاص کر اگر میت جنبی یا حائضہ ہو تو منہ اور ناک پر انگلی پھیرنے کا زیادہ اہتمام کیا جائے)

○ اس کے بعد ناک، منہ اور کانوں کے سوراخوں میں روئی رکھ دیں؛ تاکہ وضو و غسل کراتے ہوئے پانی اندر نہ جائے۔

○ وضو کرانے کے بعد ڈاڑھی و سر کے بالوں کو صابن وغیرہ سے خوب اچھی طرح دھو دیں۔

○ پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتوں میں پکا ہوا یا سادہ نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر خوب اچھی طرح تین مرتبہ نیچے سے اوپر تک بہا دیں کہ پانی بائیں کروٹ کے نیچے پہنچ جائے۔

○ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح بائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین مرتبہ پانی ڈالا

جائے کہ پانی دائیں کروٹ تک پہنچ جائے، نیز پانی ڈالتے ہوئے بدن کو بھی آہستہ آہستہ ملا جائے، اگر میسر ہو تو صابن بھی استعمال کریں۔

○ اس کے بعد میت کو ذرا بٹھانے کے قریب کر دیں اور پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں اگر کچھ نجاست نکلے تو صرف اس کو پونچھ کر دھو ڈالیں، وضو و غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

○ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر فوراً ملا ہو پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالیں۔

○ پھر سارے بدن کو تولیہ وغیرہ سے پونچھ دیا جائے۔ ویصب علیہ ماء مغلی

بسدراو حرض ان تیسر، وإلا فماء خالص - إلی قوله - وینشف فی ثوب. (الدر

المختار مع الشامی زکریا ۸۷/۳ تا ۸۹، بیروت ۸۲/۳ تا ۸۴، طحطاوی ۳۱۰-۳۱۱، فتح القدیر

۱۰۵/۲-۱۰۹، ہندیہ ۱۵۸/۱، بہشتی زیور ۵۲/۲)

میت پر ایک مرتبہ پانی ڈالنا واجب ہے

مذکورہ طریقہ مسنون ہے اگر کوئی اس طرح نہ نہلائے؛ بلکہ سارے بدن پر صرف ایک مرتبہ پانی بہا دے تب بھی واجب غسل ہو جائے گا۔ ویصب علیہ الماء عند کل اضطجاع ثلاث مرات لما مر، وإن زاد علیہا أو نقص جاز إذا الواجب مرة. (درمختار زکریا

۸۹/۳، بیروت ۸۴/۳، بدائع ۲۴/۲، فتح القدیر ۱۰۶/۲، بہشتی زیور ۵۳/۲، ہندیہ ۱۵۸)

استنجاء دستا نے پہن کر کرائیں

میت کو استنجاء دستا نے پہن کر کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ جس جگہ کو زندگی میں ہاتھ لگانا اور دیکھنا جائز نہیں ہونے کے بعد بھی اس جگہ کو بلا دستا نے پہنے ہاتھ لگانا اور دیکھنا جائز نہیں۔ وصورۃ استنجاءہ أن یلف الغاسل علی یدہ خرقة ویغسل السوءة لأن مس العورة حرام کالنظر الیہا. (الجوہرۃ النيرة ۱۴۸/۱، صغیری ۲۸۶، طحطاوی ۳۱۰، فتح القدیر ۱۰۷/۲، شامی

زکریا ۸۶/۳، بیروت ۸۱/۳، ہندیہ ۱۵۸/۱، البحر الرائق زکریا ۳۰۱/۲)

غسل دینے والے کے لئے بعد میں غسل کرنا مستحب ہے

میت کو غسل دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کر لے؛ البتہ اس کے لئے غسل کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے۔ ویندب الغسل من غسل

المیت. (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، فتح لقدير ۱۱۲/۲، طحطاوی ۳۱۷، البحر الرائق ۱۲۱/۲)

خنثی کو غسل کون دے؟

اگر خنثی مشکل میت بالغ یا مراہق ہو تو اس کو غسل نہیں دیں گے؛ بلکہ صرف تیمم کرائیں گے؛ البتہ اگر نابالغ ہو تو اس کا حکم چھوٹے بچے اور بچی کے مانند ہے، یعنی اس کو مرد یا عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے۔ والخنثی المشکل المراهق لا یغسل رجلاً ولا امرأة ولم یغسلها رجل ولا امرأة، ویمم وراء ثوب، کذا فی الزاہدی. (مندیہ ۱۶۰/۱)

بچہ پیدا ہونے کے بعد مر جائے

اگر کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس میں زندگی کے آثار پائے گئے، تو اس پر انتقال کے بعد زندوں کے احکام جاری ہوں گے، یعنی اس کا نام رکھا جائے گا، غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور وراثت وغیرہ جاری ہوگی۔ ومن ولد فمات یغسل ویصلی علیہ ویرث ویسمیٰ إن استھل. (درمختار مع الشامی زکریا ۱۲۹/۳، المحيط البرہانی ۴۹/۳)

مراہوا بچہ پیدا ہوا

اگر بچہ مراہوا پیدا ہوا، یعنی پیدائش کے بعد اس میں زندگی کے آثار بالکل نہیں پائے گئے، تو نہ تو اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ ہی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے غسل دے کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ وإن لم یستھل لم یسم ولم یصلی علیہ ولم یورث. (المحیط البرہانی ۴۹/۳) والمختار أنه یغسل ویلف فی خرقة ولا یصلی علیہ. (شامی بیروت ۱۲۲/۳)



کفن کے مسائل

تکفین کا اہتمام

اسلام کے ممتاز احکام میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے نہایت باوقار انداز میں مردوں کو کفن دینے کا حکم دیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا وَلِيَ أَخَذَكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ. (ترمذی شریف ۱۹۴۱)

تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کا ذمہ دار ہو اسے چاہئے کہ اس کے کفن کا بہتر انتظام کرے۔

نیز بعض احادیث میں مردے کو کفن دینے والے کے لئے بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ایک روایت میں پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ سُندُسٍ وَاسْتَبْرَقٍ فِي الْجَنَّةِ. (رواہ الحاکم ۳۵۴۱، الترغیب والترہیب مکمل ۷۲۳)

جو شخص کسی مردے کو کفن پہنائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں گاڑھے اور باریک ریشم کا جوڑا پہنائیں گے۔

اس لئے جہاں تک ہو سکے بہتر انداز میں میت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ذیل میں اس کے متعلق چند مسائل ذکر کئے جا رہے ہیں:

غسل دینے کے بعد عطر لگانا

جب میت کو تولیہ وغیرہ سے صاف کر کے کفن پر رکھ دیا جائے تو سر اور داڑھی پر (اور عورت کے صرف سر پر) عطر لگا دیں، پھر پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں پر کافور لیں۔ ویجعل الحنوط العطر المركب من الأشياء الطيبة غیر زعفران وورس علی رأسه ولحيته والكافور علی مساجده كرامة لها. (الدر المختار مع الشامی

زکریا ۸۹/۳، بیروت ۸۴/۳، طحطاوی ۱۱۲، بدائع ۴۰/۲، ہندیہ ۱۶۱/۱)

تجہیز و تکفین فرض کفایہ ہے

غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا یہ سب فرض کفایہ ہے، یعنی اگر چند لوگ بھی ان امور کو انجام دے دیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، اور اگر کوئی بھی ان امور کو انجام نہ دے تو سب کے سب گناہگار ہوں گے۔ فعلى المسلمین تکفینہ والصلاة علیہ فرض کفایہ کدفنہ وغسلہ وتجهیزہ فإنها فرض کفایہ۔ (الدر المختار مع الشامی زکریا مختصراً ۲/۳، ۱۰۲، بیروت ۹۷/۳، فتح القدیر ۷/۲، طحطاوی ۳۱۷، البحر الرائق ۱۷۳/۲، کبیری ۵۷۹، مجمع الانهر ۱۸۲/۱)

کفن کیسا ہو؟

کفن کا کپڑا اسی حیثیت کا ہونا چاہئے جیسا وہ مردہ اپنی زندگی میں جمعہ وعیدین وغیرہ کے موقع پر استعمال کرتا تھا، اور عورت کو بھی اسی طرح کفن دیا جائے جو وہ اپنی زندگی میں میکے یا شادی وغیرہ میں جانے کے موقع پر استعمال کرتی تھی۔ ویحسن الکفن بأن یکفن بکفن مثله وهو أن ينظر إلى ثيابه في حياته للجمعة والعیدین، وفي المرأة ما تلبسه لزيارة أبویها۔ (شامی زکریا ۹۶/۳، بیروت ۹۰/۳، طحطاوی ۳۱۵، البحر الرائق ۱۷۶/۲، ہندیہ ۱۶۱)

کفن کا رنگ کیسا ہو؟

سفید کپڑا کفن کے لئے سب سے بہتر ہے؛ البتہ نیا پراٹا (دھلا ہوا) سب برابر ہے۔ فالأفضل أن يكون التکفین بالثياب البیاض..... والخلق إذا غسل وانجدیدہ سواء۔ (بدائع الصنائع ۳۹/۲، کبیری ۵۸۱، البحر الرائق ۱۷۶/۲، شامی زکریا ۱۰۰/۳، بیروت ۹۵/۳، ہندیہ ۱۶۱/۱)

کفن کو دھونی دینا

کفن کو پہلے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دی جائے، اس کے بعد مردے کو کفنا یا جائے، پانچ مرتبہ سے زائد دھونی نہ دی جائے۔ وتجمر الأكفان قبل أن

یدرج السمیت فیہا وتراً أو واحدة أو ثلاثاً أو خمساً ولا یزاد علی ذلک. (ہندیہ

۱۶۱/۱، طحطاوی ۳۱۷، بدائع ۳۹/۲، تاترخانیہ ۱۴۸/۲، بہشتی زیور ۵۵/۲)

مرد کا کفن

مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں: (۱) ازار: سر سے پاؤں تک (۲) لفافہ: اس کو چادر بھی کہتے ہیں یہ ازار سے ایک ڈیڑھ ہاتھ لمبا ہوتا ہے (۳) قمیص: یعنی کرتا بغیر آستین اور بغیر کلی کے گلے سے پیروں تک۔ ویسن فی الکفن لہ ازار و قمیص و لفافہ. (در مختار) قولہ: ازار الخ وهو من القرن إلى القدم والقمیص من أصل العنق إلى القدمین بلا دخریص وکمین واللفافہ تزیید علی ما فوق القرن والقدم. (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت

۸۹/۳-۹۰، ہدایہ مع الفتح ۱۱۳/۲-۱۱۵)

مرد کو کفن کرنے کا طریقہ

کفن کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

- چار پائی پر پہلے لفافہ بچھائیں پھر ازار اس کے بعد کرتا۔
- پھر مردے کو اس پر لے جا کر پہلے کرتا پہنا دیں پھر ازار لپیٹ دیں، اس طرح کہ پہلے بائیں طرف لپیٹا جائے پھر دائیں طرف (تاکہ دائیں طرف اوپر رہے)
- پھر چادر لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف۔
- پھر کسی پٹی وغیرہ سے پیروں اور سر اور کمر کے پاس سے کفن کو باندھ دیں؛ تاکہ راستہ میں کھل نہ جائے۔ تبسط اللفافہ أولاً ثم یسط ازار علیہا ویقمص ویوضع علی ازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافہ کذلک لیکون - إلی قولہ - ویعقد الکفن إن خیف انتشارہ الأيمن علی الأيسر. (در مختار مع الشامی زکریا ۹۸/۳، بیروت

۹۳/۳، طحطاوی ۳۱۶، بدائع ۴۰/۲، عالمگیری ۱۶۱/۱، ہدایہ مع الفتح ۱۱۷/۲)

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں: (۱) ازار (۲) لفافہ (۳) قمیص بغیر آستین اور کلی

کے (۴) سینہ بند پستانوں سے رانوں تک (۵) خمار (سر بند) تین ہاتھ لبا، خلاصہ یہ کہ تین کپڑے تو وہی ہے جو مرد کے ہیں اور دو کپڑے (سینہ بند اور سر بند) زائد ہیں۔ ولہا درع ای قمیص وازار وخمار ولفافہ وخرقة تربط بها ثدياها وبطنها. (در مختار) وفي الشامي: خمار: ما تغطي به المرأة رأسها. قال الشيخ اسماعيل: ومقداره حالة الموت ثلاثة أذرع. قوله: (وخرقة) والأولى أن تكون من الثديين إلى الفخذين. (شامي زکریا ۹۶/۳-۹۷،

بیروت ۹۱/۳، طحطاوی اشرفی ۵۷۸، ہندیہ ۱۶۰/۱، الجوهرة النيرة ۱۵۲/۱، بہشتی زیور قدیم ۷۸/۲)

عورت کو کفن آنے کا طریقہ

عورت کو کفن آنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

- پہلے چادر (لفافہ) بچھائیں اس کے بعد سینہ بند رکھیں، اس کے اوپر ازار پھر قمیص۔
- پھر میت کو کفن پر لے جا کر پہلے کرتا پہنائیں، اور سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینے پر ڈال دیں ایک حصہ داہنی طرف ایک حصہ بائیں طرف۔
- اس کے بعد سر بند کو سر اور بالوں پر ڈال دیں اس کو نہ باندھیں نہ لپیٹیں، پھر ازار لپیٹ دیں پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف۔

○ بعد ازاں سینہ بند باندھیں، پھر چادر لپیٹیں پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، اس کے بعد پیر سر اور کمر کے پاس سے کفن کو پیٹوں سے باندھ دیں؛ تاکہ ہوا وغیرہ سے راستہ میں کھل نہ جائے۔ وأما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار على نحو ما بينا للرجل، ثم توضع على الإزار وتلبس الدرع ويجعل شعرها ضفیرتین على صدرها فوق الدرع، ثم يجعل الخمار فوق ذلك، ثم يعطف الإزار واللفافة كما بينا في الرجل ثم الخرقه بعد ذلك تربط فوق الأكفان فوق الثديين. (ہندیہ ۱۶۱/۱) وفي الشامي: تربط الخرقه على الثديين فوق الأكفان يحتمل أن يراد به تحت اللفافة وفوق الإزار والقمیص وهو الظاهر. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۳/۳، تاترخانیہ زکریا ۲۹/۳، کبیری ۵۸۱)

کفن کفایت

مرد کے کفن میں اگر صرف دو کپڑے ہوں یعنی ازار اور لفافہ تو یہ بھی بلا کراہت درست ہے، اسی طرح عورت کے کفن میں صرف تین کپڑے ہوں یعنی قمیص، لفافہ اور سر بند یا ازار، لفافہ اور سر بند تو یہ بھی درست ہے اس کو کفن کفایت کہا جاتا ہے۔ وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الأصح ولہا ثوبان وخمار۔ (در مختار) قال الشامی: ولہا ثوبان لم یعینہما کالہدایۃ وفسرہا فی الفتح بالقمیص واللفافۃ وعینہما فی الكنز بالآزار واللفافۃ۔ (شامی زکریا ۹۷/۳-۹۸، بیروت ۹۱/۳-۹۲، طحطاوی اشرفی ۵۷۸، تاترخانیہ زکریا ۲۵/۳)

کفن مکروہ

مرد کو دو کپڑوں سے کم میں کفن دینا اور عورت کو تین کپڑوں سے کم میں کفن دینا مکروہ ہے الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ ویکرہ أقل من ذلک (در مختار) وفي الشامی: أی عند الاختیار۔ (شامی زکریا ۹۸/۳، بیروت ۹۳/۳، تاترخانیہ زکریا ۲۶/۳، ہندیہ ۱۶۰/۱، بدائع ۳۹/۲، بہشتی زیور ۵۶/۲)

چارپائی کی چادر

جو چادر سب سے اوپر چارپائی پر بطور پردہ کے ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں کفن صرف اتنا ہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۰۴/۸-۵۰۵، فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۶۵، بہشتی زیور ۵۶/۲)

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا کفن

قریب البلوغ لڑکا اور لڑکی بڑے مرد اور عورت کی طرح ہیں یعنی قریب البلوغ لڑکے کو مرد کی طرح تین کپڑوں میں اور قریب البلوغ لڑکی کو عورت کی طرح پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا، نیز بہت چھوٹے لڑکے اور لڑکی کو بھی اسی طرح کفن دیا جائے گا، ہاں البتہ چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑے میں اور لڑکی کو دو کپڑوں میں کفن دینا بھی جائز ہے۔ والمراہق کمالبالغ ومن لم یراہق ان کفن فی واحد جاز۔ (در مختار) وفي الشامی: قال فی الزیلعی وأدنی ما یکفن بہ الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیۃ ثوبان۔ وفي الحلیۃ عن الخانیۃ

والخلاصة: الطفل الذي لم يبلغ حد الشهوة الأحسن أن يكفن فيما يكفن فيه البالغ وإن كفن في ثوب واحد جاز. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۳/۳-۹۴، بدائع ۳۹/۲، طحطاوی أشرفی ۵۷۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۱۰/۱۸، بہشتی زیور ۵۶/۲)

مردہ مولود کا کفن

جو حمل ساقط ہو جائے (گر جائے) یا جو بچہ مردہ پیدا ہو اسے کفنانے میں سنت طریقہ کی رعایت کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ کسی بھی کپڑے میں لپیٹ کر دفن دیا جائے تو بھی کافی ہے، ایسے بچہ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ والسقط یلف (در مختار) ای فی خرقۃ لأنه لیس له حرمة كاملة وکذا من ولد میتاً بدائع. ولا یکفن ای لا یراعی فیہ سنۃ الکفن وهل النفسی یعنی النہی أو بمعنی نفی اللزوم الظاهر الثانی. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۴/۳، مراقی الفلاح مع الطحطاوی أشرفی ۵۷۵، ہدایہ ۱۸۱/۱، کبیری ۵۸۱)

جنازہ پر کلمہ والی چادر ڈالنا

میت پر کلمہ لا الہ الا اللہ، آیت الکرسی یا سورہ یسین اچھی ہوئی چادر ڈالنا احترام کے خلاف اور ناجائز ہے۔ وقد افتیٰ بن الصلاح بانہ لا یجوز أن یکتب علی کفن المیت یس والکھف وغیرہما خوفاً من صدید المیت. (شامی زکریا ۱۵۷/۳)

قبر کھل جائے اور لاش بے کفن ہو؟

اگر کسی انسان کی قبر کھل جائے یا کسی وجہ سے لاش قبر سے باہر آجائے اور اس پر کفن نہ ہو اور وہ لاش پھولی پھٹی نہ ہو، تو اسے دوبارہ مسنون کفن دے کر دفن کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ پھول پھٹ گئی ہو تو اسے مسنون کفن دینے کی حاجت نہیں، بس ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (احکام میت ۷۴) وادمی منبوش طوی لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد آخری وإن تفسخ کفن فی ثوب واحد. (الدر المختار زکریا ۹۹/۳، لبحر الرائق کوئٹہ ۱۷۷/۲)



حادثاتی اموات

میت کا صرف سر دستیاب ہوا

اگر کسی میت کا صرف سر یا بدن کا نصف سے کم حصہ دستیاب ہوا تو نہ تو اسے غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے ویسے ہی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن دیا جائے گا۔ وجد رأس آدمی أو أحد شقیه لا يغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن۔ (درمختار

بیروت ۸۶/۳، شامی زکریا ۹۲/۳)

نصف دھڑ دستیاب ہوا

کسی میت کے بدن کا نصف سے زائد حصہ (خواہ سر سمیت ہو یا سر کے بغیر ہو) دستیاب ہوا تو اس کو باقاعدہ غسل دے کر کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کے بعد دفنایا جائے گا۔ اور اگر صرف نصف حصہ دست یا ب ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اس کے ساتھ سر ہے یا نہیں؟ اگر سر ہے تو اسے غسل دے کر تجہیز و تکفین کی جائے گی، ورنہ ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھے بغیر دفن دیا جائے گا۔ ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ویکفن ویصلی علیہ، وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولا فإنه لا يغسل ولا یصلی علیہ ویلف فی خرقۃ ویدفن فیہا۔ (عالمگیری ۱۵۹/۱، درمختار بیروت ۸۶/۳، زکریا ۹۲/۳)

سمندری سفر کے دوران وفات

اگر سمندری سفر کے دوران کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور ساحل تک پہنچنے میں اتنی دیر ہو کہ لغش کے خراب ہونے کا خطرہ ہو، تو ایسی صورت میں میت کو حسب دستور غسل و کفن دے کر نماز

جنازہ پڑھ لی جائے گی اور اس کے بعد کوئی وزنی چیز باندھ کر میت کو سمندر کے حوالہ کر دیا جائے گا؛ تاکہ لاش اوپر نہ تیرے، اور اگر ساحل قریب ہو تو قدرے انتظار کیا جائے گا اور خشکی میں لا کر باقاعدہ تدفین کی جائے گی۔ مات فی سفینۃ غسل و کفن و صلی علیہ و القی فی البحر ان لم یکن قریباً من البر۔ (در مختار ۱۳/۱۳۱، احسن الفتاویٰ ۲۵۰/۱۴) ویصلی علیہ و یثقل و یرمی فی البحر۔ (عالمگیری ۱۵۹/۱، زکریا ۱۴۰/۳)

لاش جل کر کوئلہ ہوگئی

اگر آگ زنی کے کسی حادثہ میں نعش جل کر بالکل کوئلہ ہوگئی تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ ألا تری ان العظام لا یصلی علیہا بالاجماع۔ (بدائع الصنائع ۲۹/۲، مسائل بہشتی زیور، مؤلفہ: ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ۲۷۸)

صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا

اگر کسی میت کی لاش اس حال میں پائی گئی کہ اس کا گوشت پوست سب پارہ پارہ ہو چکا ہے اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ موجود ہے، تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے یا سنت کے مطابق کفن پہنانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اس پر نماز جنازہ پڑھے بغیر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ ألا تری ان العظام لا یصلی علیہا بالاجماع۔ (بدائع الصنائع ۲۹/۲، مسائل بہشتی زیور ۲۷۸)

لاش پھول جائے

اگر میت کی لاش اس حال میں برآمد ہوئی کہ وہ بالکل پھول چکی تھی، تو اس لاش پر اوپر سے پانی بہا کر غسل دے دیا جائے گا اور پھر حسب دستور کفن دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کیا جائے گا۔ ولو کان المیت متفسخاً یتعذر مسحہ کفی صب الماء علیہ۔ کذا فی التاتر خانۃ۔ (عالمگیری ۱۵۸/۱، تاترخانیہ زکریا ۱۰/۳، حاشیہ فتاویٰ محمودیہ جدید ۱۸/۵۰)

جولاش پھول کر پھٹ گئی ہو؟

جولاش اس حالت میں ملی کہ وہ پھول کر پھٹ چکی تھی اور ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہ تھی، تو اس پر اوپر سے پانی بہا دیا جائے اور نماز جنازہ نہ پڑھی جائے؛ بلکہ یونہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ وقید بعدم التفسخ لأنه لا یصلیٰ علیہ بعد التفسخ لأن الصلوة شرعت علی بدن الميت فإذا تفسخ لم یبق بدنه قائماً. (البحر الرائق کوئٹہ ۱۸۲/۲) ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه. (ہندیہ ۱۵۸/۱، تاتاریخانیہ ۱۰/۱۳، رقم: ۳۵۹۸، احکام میت ۱۹۸)

بحالتِ احرام وفات پانے والے کی تجہیز و تکفین

جس شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور وہ اسی حالت میں وفات پا گیا تو اس کی تجہیز و تکفین اسی طرح کی جائے گی جیسے غیر محرم میت کی کی جاتی ہے؛ کیوں کہ وفات پاتے ہی احرام کا حکم ختم ہو جاتا ہے؛ لہذا اس کو خوشبو وغیرہ لگانا اور سر ڈھانکنا وغیرہ سب جائز ہوگا۔ والمحرّم كالاحلال أي فیغطی رأسه وتطیب أكفانه. (درمختار ۱۱۷/۳، شامی زکریا ۹۹/۳، احکام میت ۴۳)

حادثہ میں مسلمان اور کافروں کی لاشیں گڈمڈ ہو جائیں

اگر کسی حادثہ میں مسلم و غیر مسلم سب ہلاک ہو جائیں اور جل جانے یا کسی اور وجہ سے ان کے درمیان شناخت ممکن نہ رہے، تاہم مسلمانوں کی اموات زیادہ ہونے کا گمان غالب ہو تو سب کے جنازے تیار کر کے نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھنے کی کی جائے گی۔ اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدیدہ ۵۲۹/۸، امداد الاحکام ۴۵۱/۲، احسن الفتاویٰ ۲۲۲/۳-۲۳۶، قدیم ۲۰۲/۴) یصلیٰ ویقصد المسلمین لأنه إن عجز عن التعین لا یعجز عن القصد. (شامی بیروت ۸۸/۳، زکریا ۹۴/۳) موتی المسلمین إذا اختلطوا بموتی الکفار أو قتلی المسلمین بقتلی الکفار إن کان للمسلمین علامة - إلی قوله - فیصلی

عليهم. وإن لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمسلمين يصلى على الكل وينوى بالصلاة الدعاء للمسلمين ويدفنون في مقابر المسلمين. (عالمگیری ۱۵۹/۱)

نوٹ:- اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ کفار اور مسلمانوں کی لاشیں برابر ہوں یا کافروں کی تعداد زیادہ ہو۔ (مستفاد: شامی زکریا ۳/۹۴)

پوسٹ مارٹم کا حکم

مرنے کے بعد میت کے جسد خاکی کو چیر پھاڑ کر معائنہ کرنا (پوسٹ مارٹم کرنا) عام حالات میں شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لئے جہاں تک ہو سکے اس عمل سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ البتہ جہاں قانونی مجبوری ہو تو معذوری ہے۔ (کفایت المفتی مہوب جدید ۲۰۱۲/۲ وغیرہ)

پوسٹ مارٹم والی نعش کی تجہیز و تکفین

جس میت کا مجبوری میں پوسٹ مارٹم کرانا پڑے اس کو بعد میں غسل اور کفن عام مردوں کی طرح ہی دیا جائے گا، اور غسل کی وجہ سے اگرچہ بدن کے اندر پانی چلا جانے کا خطرہ ہو پھر بھی غسل دیا جائے گا۔ (مستفاد: عالمگیری ۱۵۸/۱)

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر نکالنا

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر لاش نکالنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور اگر اس غرض سے مجبوراً لاش نکالی جائے اور وہ لاش پھولی پھٹی نہ ہو تو اسے دوبارہ مسنون کفن دے کر دفن کر دینا چاہئے۔
وقیل: إنهم لم تتفرق أعشائهم فإن معاوية رضي الله عنه لما أراد أن يحولهم وجدهم كما دفنوا فتركهم. (بدائع الصنائع ۵۶/۲) اور اگر پھول پھٹ گئی ہو تو اسے ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن دیا جائے۔ (احکام میت ۷۴) وادمي منبوش طری لم يتفسخ يكفن كالذي لم يدفن مرة بعد أخرى وإن تفسخ كفن في ثوب واحد. (الدر المختار مع

الشامی زکریا ۹۹/۳ - ۱۰۰)

غسل دینے والے کو اجرت دینا کب جائز ہے؟

اگر غسل دینے والے بستی میں چند آدمی ہوں تو کسی کو اجرت پر لا کر میت کو غسل دلایا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر پوری آبادی میں ایک ہی آدمی غسل کے طریقہ سے واقف ہو تو پھر اسی آدمی کو غسل دینا ضروری ہے اور غسل دینے کی اجرت لینا اس کے لئے جائز نہیں۔ فإن ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه. (در مختار) لأنه صار واجباً عليه عيناً، ولا يجوز أخذ الأجرة على الطاعة كالמעصية. (شامی زکریا ۹۲/۳، بیروت ۸۷/۳، ہندیہ

۱۵۹/۱، طحطاوی ۳۱۲، البحر الرائق ۱۷۴/۲، مجمع الانهر ۱۸۱/۱ مکتبہ فقیہ الامت)

مرد میت کو غسل دینے والا کوئی نہ ہو؟

اگر میت مرد ہے اور وہاں مردوں میں کوئی غسل دینے والا نہیں تو اس کو اس کی بیوی غسل دے سکتی ہے؛ بیوی کے علاوہ کسی عورت کے لئے غسل دینا درست نہیں خواہ وہ محرم ہی کیوں نہ ہو، اور اگر بیوی بھی نہ ہو تو اس کو تیمم کر دینا چاہئے؛ لیکن تیمم کرانے والی عورتیں اگر میت کی محرم ہیں تو ہاتھ لگانا درست ہے اور اگر عورتیں غیر محرم ہوں تو میت کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں؛ بلکہ ہاتھ میں دستانے پہن کر یا کپڑا وغیرہ لپیٹ کر تیمم کرائیں۔ إذا مات رجل فی سفر فإن کان معه رجال یغسله الرجل وإن کان معه نساء لا رجل فیہن، فإن کان فیہن امرأۃ غسلته وکفنته وصلین علیہ وتدفنہ، وإن لم یکن معہن من ذلک فإنہن لا یغسلنہ سواء کن ذوات رحم محرم منہ أو لا، ولکنہ یممنہ غیر أن المیممۃ إذا کانت ذات رحم محرم منہ تیممہ بغیر خرقۃ، وإن لم تکن ذات رحم محرم منہ تیمم بخرقۃ تلفہا علی کفہا. (بلائع الصنائع ۳۳/۲، در مختار زکریا ۹۴/۳، بیروت ۸۹/۳، تاترخانیہ

زکریا ۱۳/۳-۱۴ رقم: ۳۶۰۵، ہندیہ ۱۶۰/۱، بہشتی زیور ۵۴/۲)

مرنے کے بعد بیوی اور شوہر کا حکم

کسی کا شوہر مر جائے تو بیوی کے لئے اس کا چہرہ دیکھنا نہلانا اور کفننا درست ہے، اور اگر

بیوی مر جائے تو شوہر کے لئے اس کو نہلانا اور بدن چھونا تو درست نہیں؛ البتہ دیکھنا اور جنازہ اٹھانا جائز ہے۔ ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح وهي لا تمنع من ذلك. (تنوير الأبصار) وقال الشامي: أي من تغسيل زوجها دخل بها أو لا كما في المعراج..... وفي البدائع: المرأة تغسل زوجها لأن إباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقى ما بقي النكاح، والنكاح بعد الموت باق إلى أن تنقضي العدة، بخلاف ما إذا ماتت فلا يغسلها لانتهاء ملك النكاح لعدم المحل فصار أجنبياً. (شامی زکریا ۹۰/۳-۹۱، بیروت ۸۵/۳-۸۶، مجمع الانهر مکتبہ فقیہ الامت ۲۶۶/۱، طحطاوی ۳۱۳، بهشتی زیور ۵۴/۲، امداد الاحکام ۴۳۶/۲)

بچہ و بچی کو کون غسل دے؟

اگر کسی ایسے چھوٹے نابالغ بچے کا انتقال ہو جائے جن کو دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو ایسے بچے کو عورتیں اور ایسی بچی کو مرد بھی غسل دے سکتے ہیں، اور اگر بچے و بچی اتنے بڑے ہوں کہ ان کے دیکھنے سے شہوت ہوتی ہو تو لڑکے کو مرد اور لڑکی کو عورت ہی غسل دے۔ والصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء. (فتح القدير ۱۱۲/۲، الجوهرة النيرة ۱۴۹/۱، طحطاوی ۳۱۳، ہندیہ ۱۶۰/۲)

جنبی و حائضہ اور نفساء کا غسل دینا

جو آدمی حالت جنابت (ناپاکی کی حالت) میں ہو اسی طرح حیض اور نفاس والی عورت کا میت کو نہلانا مکروہ ہے؛ لیکن اگر غسل دے تو وہ کافی ہو جائے گا۔ ولو كان الغاسل جنباً أو حائضاً أو كافراً جاز ويكره كذا في معراج الدراية. (ہندیہ ۱۵۹/۱، شامی زکریا ۹۰/۳، بیروت ۸۹/۳، فتح القدير ۱۱۲/۲، الجوهرة النيرة ۱۵۰/۱، طحطاوی ۳۱۲، بهشتی زیور ۵۴/۲)

غسل دینے والوں کے لئے چند ہدایات

○ میت کو اتنے گرم پانی سے نہلایا جائے جس سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہو؛ بلکہ اس

کو نہلانے کے لئے صرف نیم گرم یا سادہ ہی پانی استعمال کیا جائے؛ اس لئے کہ جس چیز سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اسی سے مردے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ والا فماء خالص مغلی (درمختار) ای إغلاء وسطا لأن الميت يتأذى بما يتأذى به الحي وأفاد كلامه أن الحار أفضل سواء كان عليه وسخ أولا. (شامی زکریا ۸۷/۳، بیروت ۸۳/۳)

○ غسل دینے والا اپنے قریب کوئی خوشبو (اگر بتی وغیرہ جلا کر) رکھ لے۔ ويستحب

أن يكون بقرب الغاسل مجمره فيها بخور لئلا يظهر من الميت رائحة كريهة فتضعف نفس الغاسل ومن يعينه. (ہندیہ ۱۵۹/۱، الجوہرۃ النیرۃ ۱۴۷/۱، فتح القدیر ۱۰۸/۲، البحر الرائق زکریا ۳۰۰/۲)

○ جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہئے اور زائد آدمیوں کو وہاں بالکل نہ رہنا

چاہئے۔ ويستحب أن يستر الموضع الذي يغسل فيه الميت فلا يراه إلا غاسله أو من يعينه. (ہندیہ ۱۵۸/۱، الجوہرۃ النیرۃ ۱۴۷/۱، درمختار بیروت ۱۳۶/۳)

○ میت کے بالوں میں نہ کنگھی کی جائے نہ ناخن کاٹے جائیں نہ کسی جگہ کے بال کاٹے

جائیں؛ بلکہ جس طرح بھی ہوں اس حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته ولا يقص ظفره ولا شعره، كذا في الهداية. ولا يقص شاربه ولا ينتف إبطه ولا يحلق شعر عانته ويدفن بجميع ما كان عليه. (ہندیہ ۱۵۸/۱، تاترخانیہ زکریا ۸/۳ رقم: ۳۵۹۳، بدائع ۲۶/۲، درمختار بیروت ۸۴/۳)

○ اگر نہلاتے وقت کوئی عیب دیکھیں مثلاً چہرہ بگڑ گیا ہو یا کالا ہو گیا ہو وغیرہ، تو کسی سے

اس کا تذکرہ نہ کریں، ہاں اگر کوئی اچھی علامت دیکھیں مثلاً چہرہ کی نورانیت یا جسم کی خوشبو وغیرہ تو اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا چاہئے۔ وينبغي للغاسل وللمن حضر إذا رأى ما يجب الميت ستره أن يستره ولا يحدث به لأنه غيبة، وكذا إذا كان عيباً حادثاً بالموت كسواد وجه ونحوه ما لم يكن مشهوراً ببدعة فلا بأس بذكره تحذيراً من بدعته، وإن رأى من أمارات الخير كوضاء الوجه والتبسم ونحوه استحب إظهاره

لکثرة الترحم عليه والحث على مثل عمله الحسن. (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳،

الجوهرة النيرة ۱۴۷/۱، طحطاوی ۳۱۲، صغیری ۲۸۷، بہشتی زیور ۵۴/۲)

غسل دینے کا طریقہ

○ جس تختہ پر غسل دیا جائے پہلے اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ لو بان وغیرہ کی دھونی دے لیں، پھر اس پر میت کو قبلہ کی طرف رخ کر کے یا جیسے بھی آسان ہو لٹایا جائے۔

○ اس کے بعد میت کے بدن کے کپڑے چاک کر لیں اور ایک تہبند اس کے ستر پر ڈال کر بدن کے کپڑے اتار لیں، یہ تہبند موٹے کپڑے کا ناف سے لے کر پنڈلی تک ہونا چاہئے؛ تاکہ بھگنے کے بعد ستر نظر نہ آئے۔

○ پھر بائیں ہاتھ میں دستانے پہن کر میت کو استنجاء کرائیں۔

○ اس کے بعد وضو کرائیں اور وضو میں نہ کلی کرائیں نہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے جائیں؛ ہاں البتہ کوئی کپڑا یا روئی وغیرہ انگلی پر لپیٹ کر تر کر کے ہونٹوں دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر دیں۔

○ پھر اسی طرح ناک کے سوراخوں کو بھی صاف کر دیں (خاص کر اگر میت جنبی یا حائضہ ہو تو منہ اور ناک پر انگلی پھیرنے کا زیادہ اہتمام کیا جائے)

○ اس کے بعد ناک، منہ اور کانوں کے سوراخوں میں روئی رکھ دیں؛ تاکہ وضو و غسل کراتے ہوئے پانی اندر نہ جائے۔

○ وضو کرانے کے بعد ڈاڑھی و سر کے بالوں کو صابن وغیرہ سے خوب اچھی طرح دھو دیں۔

○ پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتوں میں پکا ہوا یا سادہ نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر خوب اچھی طرح تین مرتبہ نیچے سے اوپر تک بہا دیں کہ پانی بائیں کروٹ کے نیچے پہنچ جائے۔

○ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح بائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین مرتبہ پانی ڈالا

جائے کہ پانی دائیں کروٹ تک پہنچ جائے، نیز پانی ڈالتے ہوئے بدن کو بھی آہستہ آہستہ ملا جائے، اگر میسر ہو تو صابن بھی استعمال کریں۔

○ اس کے بعد میت کو ذرا بٹھانے کے قریب کر دیں اور پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں اگر کچھ نجاست نکلے تو صرف اس کو پونچھ کر دھو ڈالیں، وضو و غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

○ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کا فور ملا ہو پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالیں۔

○ پھر سارے بدن کو تولیہ وغیرہ سے پونچھ دیا جائے۔ ویصب علیہ ماء مغلی

بسدرو أو حرض إن تيسر، وإلا فماء خالص - إلی قوله - وینشف فی ثوب. (الدر

المختار مع الشامی زکریا ۸۷/۳ تا ۸۹، بیروت ۸۲/۳ تا ۸۴، طحطاوی ۳۱۰-۳۱۱، فتح القدیر

۱۰۵۱۲-۱۰۹، ہندیہ ۱۵۸/۱، بہشتی زیور ۵۲/۲)

میت پر ایک مرتبہ پانی ڈالنا واجب ہے

مذکورہ طریقہ مسنون ہے اگر کوئی اس طرح نہ نہلائے؛ بلکہ سارے بدن پر صرف ایک

مرتبہ پانی بہا دے تب بھی واجب غسل ہو جائے گا۔ ویصب علیہ الماء عند کل اضطجاع

ثلاث مرات لما مر، وإن زاد علیها أو نقص جاز إذا الواجب مرة. (درمختار زکریا

۸۹/۳، بیروت ۸۴/۲، بدائع ۲۴/۲، فتح القدیر ۱۰۶/۲، بہشتی زیور ۵۳/۲، ہندیہ ۱۵۸)

استنجاء دستا نے پہن کر کرانیں

میت کو استنجاء دستا نے پہن کر کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ جس جگہ کو زندگی میں ہاتھ لگانا اور

دیکھنا جائز نہیں، مرنے کے بعد بھی اس جگہ کو بلادستا نے پہن ہاتھ لگانا اور دیکھنا جائز نہیں۔ وصورۃ

استنجاءه أن یلف الغاسل علی یدہ خرقة ویغسل السوءة لأن مس العورة حرام

کا النظر إليها. (الجوہرۃ الثیرۃ ۱۴۸/۱، صغیری ۲۸۶، طحطاوی ۳۱۰، فتح القدیر ۱۰۷/۲، شامی

زکریا ۸۶/۳، بیروت ۸۱/۳، ہندیہ ۱۵۸/۱، البحر الرائق زکریا ۳۰۱/۲)

غسل دینے والے کے لئے بعد میں غسل کرنا مستحب ہے

میت کو غسل دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کر لے؛ البتہ اس کے لئے غسل کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے۔ ویندب الغسل من غسل

المیت. (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، فتح لقدير ۱۱۲/۲، طحطاوی ۳۱۷، البحر الرائق ۱۲۱/۲)

خنثی کو غسل کون دے؟

اگر خنثی مشکل میت بالغ یا مراہق ہو تو اس کو غسل نہیں دیں گے؛ بلکہ صرف تیمم کرائیں گے؛ البتہ اگر نابالغ ہو تو اس کا حکم چھوٹے بچے اور بچی کے مانند ہے، یعنی اس کو مرد یا عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے۔ والخنثی المشکل المراهق لا یغسل رجلاً ولا امرأة ولم یغسلها رجل ولا امرأة، ویمم وراء ثوب، کذا فی الزاہدی. (ہندیہ ۱۶۰/۱)

بچہ پیدا ہونے کے بعد مر جائے

اگر کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس میں زندگی کے آثار پائے گئے، تو اس پر انتقال کے بعد زندوں کے احکام جاری ہوں گے، یعنی اس کا نام رکھا جائے گا، غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور وراثت وغیرہ جاری ہوگی۔ ومن ولد فمات یغسل ویصلی علیہ ویورث ویسمیٰ إن استھل. (درمختار مع الشامی زکریا ۱۲۹/۳، المحيط البرہانی ۴۹/۳)

مراہوا بچہ پیدا ہوا

اگر بچہ مراہوا پیدا ہوا، یعنی پیدائش کے بعد اس میں زندگی کے آثار بالکل نہیں پائے گئے، تو نہ تو اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ ہی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے غسل دے کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ وإن لم یستھل لم یسم ولم یصلی علیہ ولم یورث. (المحیط البرہانی ۴۹/۳) والمختار أنه یغسل ویلف فی خرقۃ ولا یصلی علیہ. (شامی بیروت ۱۲۲/۳)



کفن کے مسائل

تکفین کا اہتمام

اسلام کے ممتاز احکام میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے نہایت باوقار انداز میں مردوں کو کفن دینے کا حکم دیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا وَلِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفْنَهُ. (ترمذی شریف ۱۹۴۱)

تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کا ذمہ دار ہو اسے چاہئے کہ اس کے کفن کا بہتر انتظام کرے۔

نیز بعض احادیث میں مردے کو کفن دینے والے کے لئے بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ایک روایت میں پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ سُندُسٍ وَاسْتَبْرَقٍ فِي الْجَنَّةِ. (رواہ الحاکم ۳۵۴۱، الترغیب والترہیب مکمل ۷۲۳)

جو شخص کسی مردے کو کفن پہنائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں گاڑھے اور باریک ریشم کا جوڑا پہنائیں گے۔

اس لئے جہاں تک ہو سکے بہتر انداز میں میت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ذیل میں اس کے متعلق چند مسائل ذکر کئے جا رہے ہیں:

غسل دینے کے بعد عطر لگانا

جب میت کو تولیہ وغیرہ سے صاف کر کے کفن پر رکھ دیا جائے تو سر اور داڑھی پر (اور عورت کے صرف سر پر) عطر لگا دیں، پھر پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں پر کافور لیں۔ ویجعل الحنوط العطر المركب من الأشياء الطيبة غیر زعفران وورس علی رأسه ولحيته والكافور علی مساجده کرامة لها. (الدر المختار مع الشامی

زکریا ۸۹/۳، بیروت ۸۴/۳، طحطاوی ۱۱۲، بدائع ۴۰/۲، ہندیہ ۱۶۱/۱)

تجہیز و تکفین فرض کفایہ ہے

غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا یہ سب فرض کفایہ ہے، یعنی اگر چند لوگ بھی ان امور کو انجام دے دیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، اور اگر کوئی بھی ان امور کو انجام نہ دے تو سب کے سب گناہگار ہوں گے۔ فعلى المسلمین تکفینہ والصلاة علیه فرض کفایہ کدفنہ وغسلہ وتجهیزہ فإنها فرض کفایہ۔ (الدر المختار مع الشامی زکریا مختصراً ۲/۳، ۱۰، بیروت ۹۷/۳، فتح القدیر ۷/۲، طحطاوی ۳۱۷، البحر الرائق ۱۷۳/۲، کبیری ۵۷۹، مجمع الانهر ۱۸۲/۱)

کفن کیسا ہو؟

کفن کا کپڑا اسی حیثیت کا ہونا چاہئے جیسا وہ مردہ اپنی زندگی میں جمعہ وعیدین وغیرہ کے موقع پر استعمال کرتا تھا، اور عورت کو بھی اسی طرح کفن دیا جائے جو وہ اپنی زندگی میں میکے یا شادی وغیرہ میں جانے کے موقع پر استعمال کرتی تھی۔ ویحسن الکفن بأن یکفن بکفن مثله وهو أن ينظر إلى ثيابه في حياته للجمعة والعیدین، وفي المرأة ما تلبسه لزيارة أبویها۔ (شامی زکریا ۹۶/۳، بیروت ۹۰/۳، طحطاوی ۳۱۵، البحر الرائق ۱۷۶/۲، مندیہ ۱۶۱)۔

کفن کا رنگ کیسا ہو؟

سفید کپڑا کفن کے لئے سب سے بہتر ہے؛ البتہ نیا پرانا (دھلا ہوا) سب برابر ہے۔ فالأفضل أن يكون التکفین بالثياب البیاض والخلق إذا غسل والتجدید سواء۔ (بدائع لصنائع ۳۹/۲، کبیری ۵۸۱، البحر الرائق ۱۷۶/۲، شامی زکریا ۱۰۰/۳، بیروت ۹۵/۳، مندیہ ۱۶۱/۱)

کفن کو دھونی دینا

کفن کو پہلے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ لو بان وغیرہ کی دھونی دے دی جائے، اس کے بعد مردے کو کفنا یا جائے، پانچ مرتبہ سے زائد دھونی نہ دی جائے۔ وتجمر الأكفان قبل أن

یدرج السمیت فیہا وترأ أو واحدة أو ثلاثاً أو خمساً ولا یزاد علی ذلک. (ہندیہ

۱۶۱/۱، طحطاوی ۳۱۷، بدائع ۳۹۱/۲، تاترخانیہ ۱۴۸/۲، بہشتی زیور ۵۵/۲)

مرد کا کفن

مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں: (۱) ازار: سر سے پاؤں تک (۲) لفافہ: اس کو چادر بھی کہتے ہیں یہ ازار سے ایک ڈیڑھ ہاتھ لمبا ہوتا ہے (۳) قمیص: یعنی کرتا بغیر آستین اور بغیر کلی کے گلے سے پیروں تک۔ ویسن فی الکفن لہ ازار و قمیص و لفافہ. (در مختار) قولہ: ازار الخ وهو من القرن إلى القدم والقمیص من أصل العنق إلى القدمین بلا دخریص وکمین واللفافہ تزیید علی ما فوق القرن والقدم. (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت

۸۹/۳-۹۰، ہدایہ مع الفتح ۱۱۳/۲-۱۱۵)

مرد کو کفن کرنے کا طریقہ

کفن کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

- چار پائی پر پہلے لفافہ بچھائیں پھر ازار اس کے بعد کرتا۔
- پھر مردے کو اس پر لے جا کر پہلے کرتا پہنا دیں پھر ازار لپیٹ دیں، اس طرح کہ پہلے بائیں طرف لیٹا جائے پھر دائیں طرف (تاکہ داہنی طرف اوپر رہے)
- پھر چادر لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف۔

- پھر کسی پٹی وغیرہ سے پیروں اور سر اور کمر کے پاس سے کفن کو باندھ دیں؛ تاکہ راستہ میں کھل نہ جائے۔ تبسط اللفافہ أولاً ثم یسط ازار علیہا ویقمن ویوضع علی ازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافہ کذلک لیکون - إلی قولہ - ویفقد الکفن إن خیف انتشارہ الأيمن علی الأيسر. (در مختار مع الشامی زکریا ۹۸/۳، بیروت

۹۳/۳، طحطاوی ۳۱۶، بدائع ۴۰/۲، عالمگیری ۱۶۱/۱، ہدایہ مع الفتح ۱۱۷/۲)

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں: (۱) ازار (۲) لفافہ (۳) قمیص بغیر آستین اور کلی

کے (۴) سینہ بند پستانوں سے رانوں تک (۵) خمار (سر بند) تین ہاتھ لمبا، خلاصہ یہ کہ تین کپڑے تو وہی ہے جو مرد کے ہیں اور دو کپڑے (سینہ بند اور سر بند) زائد ہیں۔ ولہا درع ای قمیص وازار و خمار و لفافہ و خرقة تربط بها ثدياها و بطنها. (در مختار) وفي الشامي: خمار: ما تغطي به المرأة رأسها. قال الشيخ اسماعيل: ومقداره حالة الموت ثلاثة أذرع. قوله: (وخرقة) والأولى أن تكون من الثديين إلى الفخذين. (شامی زکریا ۹۶/۳-۹۷،

بیروت ۹۱/۳، طحطاوی اشرفی ۵۷۸، ہندیہ ۱۶۰/۱، الجوہرۃ النیرۃ ۱۵۲/۱، بہشتی زیور قدیم ۷۸/۲)

عورت کو کفنہ کا طریقہ

عورت کو کفنہ کا طریقہ یہ ہے کہ:

- پہلے چادر (لفافہ) بچھائیں اس کے بعد سینہ بند رکھیں، اس کے اوپر ازار پھر قیص۔
- پھر میت کو کفن پر لے جا کر پہلے کرتا پہنائیں، اور سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینے پر ڈال دیں ایک حصہ داہنی طرف ایک حصہ بائیں طرف۔
- اس کے بعد سر بند کو سر اور بالوں پر ڈال دیں اس کو نہ باندھیں نہ لپیٹیں، پھر ازار لپیٹ دیں پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف۔

○ بعد ازاں سینہ بند باندھیں، پھر چادر لپیٹیں پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، اس کے بعد پیر سر اور کمر کے پاس سے کفن کو پیٹوں سے باندھ دیں؛ تاکہ ہوا وغیرہ سے راستہ میں کھل نہ جائے۔ وأما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار على نحو ما بينا للرجل، ثم توضع على الإزار وتلبس الدرع ويجعل شعرها ضميرتين على صدرها فوق الدرع، ثم يجعل الخمار فوق ذلك، ثم يعطف الإزار واللفافة كما بينا في الرجل ثم الخرقة بعد ذلك تربط فوق الأكفان فوق الثديين. (ہندیہ ۱۶۱/۱) وفي الشامي: تربط الخرقة على الثديين فوق الأكفان يحتمل أن يراد به تحت اللفافة وفوق الإزار والقميص وهو الظاهر. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۳/۳، تاترخانیہ زکریا ۲۹/۳، کبیری ۵۸۱)

کفن کفایت

مرد کے کفن میں اگر صرف دو کپڑے ہوں یعنی ازار اور لفافہ تو یہ بھی بلا کراہت درست ہے، اسی طرح عورت کے کفن میں صرف تین کپڑے ہوں یعنی قمیص، لفافہ اور سر بند یا ازار، لفافہ اور سر بند تو یہ بھی درست ہے اس کو کفن کفایت کہا جاتا ہے۔ وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الأصح ولہا ثوبان وخمار۔ (درمختار) قال الشامی: ولہا ثوبان لم یعینہما کالہدایۃ وفسرہا فی الفتح بالقمیص واللفافۃ وعینہما فی الكنز بالآزار واللفافۃ. (شامی زکریا

۹۷/۳-۹۸، بیروت ۹۱/۳-۹۲، طحطاوی اشرفی ۵۷۸، تاترخانیہ زکریا ۲۵/۳)

کفن مکروہ

مرد کو دو کپڑوں سے کم میں کفن دینا اور عورت کو تین کپڑوں سے کم میں کفن دینا مکروہ ہے الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ ویکرہ أقل من ذلک (درمختار) وفي الشامی: أی عند الاختیار. (شامی زکریا ۹۸/۳، بیروت ۹۳/۳، تاترخلیۃ زکریا ۲۶/۳، ہندیۃ ۱۶۰/۱، بدائع ۳۹/۲، بہشتی زیور ۵۶/۲)

چارپائی کی چادر

جو چادر سب سے اوپر چارپائی پر بطور پردہ کے ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں کفن صرف اتنا ہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ذابھیل ۵۰۴/۸-۵۰۵، فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۶/۵ بہشتی زیور ۵۶/۲)

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا کفن

قریب البلوغ لڑکا اور لڑکی بڑے مرد اور عورت کی طرح ہیں یعنی قریب البلوغ لڑکے کو مرد کی طرح تین کپڑوں میں اور قریب البلوغ لڑکی کو عورت کی طرح پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا، نیز بہت چھوٹے لڑکے اور لڑکی کو بھی اسی طرح کفن دیا جائے گا، ہاں البتہ چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑے میں اور لڑکی کو دو کپڑوں میں کفن دینا بھی جائز ہے۔ والمراہق کما لبالغ ومن لم یراہق إن کفن فی واحد جاز. (درمختار) وفي الشامیۃ: قال فی الزیلعی وأدنی ما ینکفن بہ الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیۃ ثوبان. وفي الحلیۃ عن الخانیۃ

والخلاصة: الطفل الذي لم يبلغ حد الشهوة الأحسن أن يكفن فيما يكفن فيه البالغ وإن كفن في ثوب واحد جاز. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۳/۳-۹۴، بدائع ۳۹/۲، طحطاوی أشرفی ۵۷۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۱۰/۸، بہشتی زیور ۵۶/۲)

مردہ مولود کا کفن

جو حمل ساقط ہو جائے (گر جائے) یا جو بچہ مردہ پیدا ہو اسے کفن کرنے میں سنت طریقہ کی رعایت کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ کسی بھی کپڑے میں لپیٹ کر دفن دیا جائے تو بھی کافی ہے، ایسے بچہ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ والسقط یلف (در مختار) ای فی خرقۃ لأنه لیس له حرمة كاملة وكذا من ولد ميتاً بدائع. ولا يكفن أي لا يراعى فيه سنة الكفن وهل النفسى يعنى النهى أو بمعنى نفى اللزوم الظاهر الثانى. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۴/۳، مراقی الفلاح مع الطحطاوی أشرفی ۵۷۵، ہدایہ ۱۸۱/۱، کبیری ۵۸۱)

جنازہ پر کلمہ والی چادر ڈالنا

میت پر کلمہ لا الہ الا اللہ، آیت الکرسی یا سورہ یسین لکھی ہوئی چادر ڈالنا احترام کے خلاف اور ناجائز ہے۔ وقد افتیٰ بن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على كفن الميت يس والكهف وغيرهما خوفاً من صديد الميت. (شامی زکریا ۱۵۷/۳)

قبر کھل جائے اور لاش بے کفن ہو؟

اگر کسی انسان کی قبر کھل جائے یا کسی وجہ سے لاش قبر سے باہر آ جائے اور اس پر کفن نہ ہو اور وہ لاش پھولی پھٹی نہ ہو، تو اسے دوبارہ مسنون کفن دے کر دفن کرنا چاہیے۔ اور اگر وہ پھول پھٹ گئی ہو تو اسے مسنون کفن دینے کی حاجت نہیں، بس ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (احکام میت ۷۳) وادمي منبرش طوی لم یفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرة بعد أخرى وإن تفسخ کفن فی ثوب واحد. (الدر المختار زکریا ۹۹/۳، لبحر الرائق کوئٹہ ۱۷۷/۲)



حادثاتی اموات

میت کا صرف سر دستیاب ہوا

اگر کسی میت کا صرف سر یا بدن کا نصف سے کم حصہ دستیاب ہوا تو نہ تو اسے غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے ویسے ہی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن دیا جائے گا۔ وجد رأس آدمی أو أحد شقیه لا يغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن. (درمختار

بیروت ۸۶/۳، شامی زکریا ۹۲/۴)

نصف دھڑ دستیاب ہوا

کسی میت کے بدن کا نصف سے زائد حصہ (خواہ سر سمیت ہو یا سر کے بغیر ہو) دستیاب ہوا تو اس کو باقاعدہ غسل دے کر کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کے بعد دفنایا جائے گا۔ اور اگر صرف نصف حصہ دست یا ب ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اس کے ساتھ سر ہے یا نہیں؟ اگر سر ہے تو اسے غسل دے کر تجہیز و تکفین کی جائے گی، ورنہ ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھے بغیر دفن دیا جائے گا۔ ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ویصلی علیہ، وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طو لا فأنه لا يغسل ولا یصلی علیہ ویلف فی خرقۃ ویدفن فیہا. (عالمگیری ۱۵۹/۱، درمختار بیروت ۸۶/۳، زکریا ۹۲/۳)

سمندری سفر کے دوران وفات

اگر سمندری سفر کے دوران کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور ساحل تک پہنچنے میں اتنی دیر ہو کہ نقش کے خراب ہونے کا خطرہ ہو، تو ایسی صورت میں میت کو حسب دستور غسل و کفن دے کر نماز

جنازہ پڑھ لی جائے گی اور اس کے بعد کوئی وزنی چیز باندھ کر میت کو سمندر کے حوالہ کر دیا جائے گا؛ تاکہ لاش اوپر نہ تیرے، اور اگر ساحل قریب ہو تو قدرے انتظار کیا جائے گا اور خشکی میں لا کر باقاعدہ تدفین کی جائے گی۔ مات فی سفینۃ غسل و کفن و صلی علیہ والقی فی البحر إن لم یکن قریباً من البر۔ (درمختار ۱۳۱/۳، احسن الفتاویٰ ۲۵۰/۴) ویصلی علیہ ویثقل ویرمی

فی البحر: (عالمگیری ۱۵۹/۱، زکریا ۱۴۰/۳)

لاش جل کر کوئلہ ہوگئی

اگر آگ زنی کے کسی حادثہ میں نعش جل کر بالکل کوئلہ ہوگئی تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ ألا تری ان العظام لا یصلی علیہا بالاجماع۔ (بدائع الصنائع ۲۹/۲، مسائل بہشتی زیور، مؤلفہ

ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ۲۷۸)

صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا

اگر کسی میت کی لاش اس حال میں پائی گئی کہ اس کا گوشت پوست سب پارہ پارہ ہو چکا ہے اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ موجود ہے، تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے یا سنت کے مطابق کفن پہنانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اس پر نماز جنازہ پڑھے بغیر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ ألا تری ان العظام لا یصلی علیہا بالاجماع۔ (بدائع الصنائع ۲۹/۲، مسائل بہشتی زیور ۲۷۸)

لاش پھول جائے

اگر میت کی لاش اس حال میں برآمد ہوئی کہ وہ بالکل پھول چکی تھی، تو اس لاش پر اوپر سے پانی بہا کر غسل دے دیا جائے گا اور پھر حسب دستور کفن دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کیا جائے گا۔ ولو کان المیت متفسخاً یتعذر مسحہ کفی صب الماء علیہ۔ کذا فی التاتر خانانیۃ۔ (عالمگیری ۱۵۸/۱، تاترخانیۃ زکریا ۱۰/۳، حاشیہ فتاویٰ محمودیہ جدید ۵۰۱/۸)

جولاش پھول کر پھٹ گئی ہو؟

جولاش اس حالت میں ملی کہ وہ پھول کر پھٹ چکی تھی اور ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہ تھی، تو اس پر اوپر سے پانی بہا دیا جائے اور نماز جنازہ نہ پڑھی جائے؛ بلکہ یونہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ وقید بعدم التفسخ لأنه لا یُصلیٰ علیہ بعد التفسخ لأن الصلوۃ شرعت علی بدن المیت فإذا تفسخ لم یبق بدنه قائماً. (البحر الرائق کوئٹہ ۱۸۲/۲) ولو كان المیت متفسخاً یتعذر مسحه کفی صب الماء علیہ. (ہندیہ ۱۵۸/۱، تاتاریخانیہ ۱۰۱۳، رقم: ۳۵۹۸، احکام میت ۱۹۸)

بحالت احرام وفات پانے والے کی تجہیز و تکفین

جس شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور وہ اسی حالت میں وفات پا گیا تو اس کی تجہیز و تکفین اسی طرح کی جائے گی جیسے غیر محرم میت کی کی جاتی ہے؛ کیوں کہ وفات پاتے ہی احرام کا حکم ختم ہو جاتا ہے؛ لہذا اس کو خوشبو وغیرہ لگانا اور سر ڈھانکنا وغیرہ سب جائز ہوگا۔ والمحرّم كالاحلال أي فیغطی رأسه وتطیب أكفانه. (درمختار ۱۱۷/۳، شامی زکریا ۹۹/۳، احکام میت ۴۳)

حادثہ میں مسلمان اور کافروں کی لاشیں گڈمڈ ہو جائیں

اگر کسی حادثہ میں مسلم و غیر مسلم سب ہلاک ہو جائیں اور جل جانے یا کسی اور وجہ سے ان کے درمیان شناخت ممکن نہ رہے، تاہم مسلمانوں کی اموات زیادہ ہونے کا گمان غالب ہو تو سب کے جنازے تیار کر کے نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھنے کی کی جائے گی۔ اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدیدہ ۵۲۹/۸، امداد الاحکام ۲/۲۵۱، احسن الفتاویٰ ۲۲/۴-۲۳۶، قدیم ۲۰۲/۴) یصلیٰ ویقصد المسلمین لأنه إن عجز عن التعین لا یعجز عن القصد. (شامی بیروت ۸۸/۳، زکریا ۹۴/۳) موتی المسلمین إذا اختلطوا بموتی الکفار أو قتلی المسلمین بقتلی الکفار إن کان للمسلمین علامۃ - إلی قوله - فیصلی

عليهم. وإن لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمسلمين يصلى على الكل وينوى بالصلاة الدعاء للمسلمين ويدفنون في مقابر المسلمين. (عالمگیری ۱۵۹/۱)

نوٹ:- اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ کفار اور مسلمانوں کی لاشیں برابر ہوں یا کافروں کی تعداد زیادہ ہو۔ (مستفاد: شامی زکریا ۳/۹۴)

پوسٹ مارٹم کا حکم

مرنے کے بعد میت کے جسد خاکی کو چیر پھاڑ کر معائنہ کرنا (پوسٹ مارٹم کرنا) عام حالات میں شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لئے جہاں تک ہو سکے اس عمل سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ البتہ جہاں قانونی مجبوری ہو تو معذوری ہے۔ (کفایت المفتی مبوب جدید ۲۰۱/۲ وغیرہ)

پوسٹ مارٹم والی نعش کی تجہیز و تکفین

جس میت کا مجبوری میں پوسٹ مارٹم کرانا پڑے اس کو بعد میں غسل اور کفن عام مردوں کی طرح ہی دیا جائے گا، اور غسل کی وجہ سے اگر چہ بدن کے اندر پانی چلا جانے کا خطرہ ہو پھر بھی غسل دیا جائے گا۔ (مستفاد: عالمگیری ۱۵۸/۱)

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر نکالنا

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر لاش نکالنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور اگر اس غرض سے مجبوراً لاش نکالی جائے اور وہ لاش پھولی پھٹی نہ ہو تو اسے دوبارہ مسنون کفن دے کر دفن کر دینا چاہئے۔ وقیل: إنهم لم تتفرق أعشائهم فإن معاوية رضي الله عنه لما أراد أن يحولهم وجدهم كما دفنوا فتركهم. (بدائع الصنائع ۵۶/۲) اور اگر پھول پھٹ گئی ہو تو اسے ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن دیا جائے۔ (احکام میت ۷۴) وادمي منبوش طری لم يتفسخ يكفن كالذي لم يدفن مرة بعد أخرى وإن تفسخ كفن في ثوب واحد. (الدر المختار مع

الشامی زکریا ۳/۹۹-۱۰۰)

میت کی بندھی ہوئی پٹیاں کھول دی جائیں گی

اگر کسی شخص کے بدن پر پلاسٹر تھایا زخم پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو اس کی پٹیاں اور پلاسٹر وغیرہ کھولنے کے بعد غسل دیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدیدہ ۸/۵۰۰)

ڈوب کر مرجانے والے کو غسل

اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مرجائے اور بعد میں اس کی لاش دستیاب ہو تو اسے بھی عام مردوں کی طرح غسل دیا جائے گا (یعنی پانی میں مرجانا اس کے غسل کی طرف سے کافی نہ ہوگا) البتہ اگر لاش کو پانی سے نکالنے سے پہلے غسل کی نیت سے متعدد مرتبہ حرکت دے دی جائے تو یہ غسل شرعاً معتبر ہوگا۔ المیت إذا وجد فی الماء لا بد من غسله لأن الخطاب بالغسل توجه علی بنی آدم ولم یوجد من بنی آدم فعل، إلا أن یحرکه فی الماء بنية الغسل عند الإخراج، کذا فی التجنیس. (عالمگیری ۱۵۸/۱)

استقاط حمل

اگر کسی عورت کا حمل ساقط ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ میں سے کوئی عضو وجود میں آیا ہے یا نہیں، اگر کوئی عضو بن گیا ہے تو اس کا حکم مردہ بچے کے مانند ہے کہ اس کا نام رکھا جائے گا اور غسل دے کر اسے پاک کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز پڑھے دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی عضو وجود میں نہیں آیا ہے تو نہ تو اس کا نام رکھا جائے نہ غسل دیا جائے نہ باقاعدہ کفن دیا جائے؛ بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر کہیں دبا دیا جائے۔ (احکام میت ۱۹۳-۱۹۴)

والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت. (الدر المختار مع الشامی زکریا ۹۹/۳)

والمتبادر منه أنه ظهر فيه بعض خلق وأما إذا لم يظهر فيه خلق أصلاً فالظاهر أنه لا یغسل ولا یسمی لعدم حشره. (الطنحطاری ۵۹۸/۱) وإذا استبان بعض خلقه غسل وحشر وهو المختار. (الدر المختار شامی زکریا ۱۳۱/۳، بدائع الصنائع ۲۸/۲)

والخلاصة من أن السقط الذي لم تتم خلاقته أعضائه اعتبار أنه يغسل، وفي المبتغى السقط الذي لم تتم أعضاؤه هل يحشر؟ قيل: إذا نفخ فيه الروح يحشر وإلا فلا، وإذا استبان بعض خلقه يحشر. (بحر کوئٹہ ۱۸۸/۲-۱۸۹)

بچہ زندہ ہو تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا

اگر کسی حاملہ عورت کا انتقال ہو جائے اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ موجود ہو تو آپریشن کر کے بچہ کو نکال کر اس کی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ الحبلی إذا ماتت وفي بطنها ولد يضطرب يشق بطنها ويخرج الولد ولا يسع إلا ذلك. (البحر لرائق کوئٹہ ۱۸۸/۲، حاشیہ الطحطاوی ۵۹۷) حامل ماتت وولدها حي يضطرب يشق بطنها من الأيسر ويخرج ولدها. (شامی زکریا ۱۴۵/۳)

جس لاش سے بدبو اٹھ رہی ہو؟

جس لاش سے بدبو اٹھ رہی ہو؛ لیکن وہ پھٹی نہ ہو تو اس کی نماز جنازہ حسب دستور پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳۳۵/۵، احکام میت ۱۹۹) وہی فرض علی کل مسلم مات. (درمختار ۱۲۵/۲، شامی زکریا ۱۰۷/۳)

زندہ انسان کے کٹے ہوئے عضو کا کیا کریں؟

اگر کسی حادثہ یا مرض کی وجہ سے زندہ انسان کا کوئی عضو کٹ کر الگ ہو جائے تو اس عضو کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۳۳۵/۵) لو وجد طرف من أطراف إنسان أو نصفه مشقوقاً طولا أو عرضاً يلف في خرقه. (الدر المختار ۱۱۷/۳، شامی زکریا ۹۹/۳، احکام میت ۲۱۳) وعلى هذا يخرج ما إذا وجد طری من أطراف الإنسان كيد أو رجل أمله لا يغسل..... ألا ترى أن العظام لا يصفى عليها بالإجماع، ما روى عن ابن عباس وابن مسعود رضي الله عنهما قالوا: لا يصلى على عضو. (بائع لصنائع ۲۹/۲)

دفن کے بعد باقی اجزاء ملے

اگر کسی لاک کے اکثر اجزاء دستیاب ہونے پر اس کی نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کر دی گئی اور بعد میں کوئی اور عضو دستیاب ہوا تو اب اس پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی؛ بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ وإذا صلی علی الأكثر لم یصل علی الباقي إذا وجد..... ویلف فی خرقۃ ویدفن فیہا. (الہندیہ ۱۵۹/۱) فیؤدی الی تکرار الصلوۃ علی میت واحد وذلک مکروہ عندنا. (بدائع الصنائع ۲۹/۲)

جس لاش پر پٹیاں بندھی ہوں اس کے غسل کا حکم

جس لاش میں زخم کی وجہ سے پٹیاں بندھی ہوں تو پٹیاں کھول کر اسے باقاعدہ غسل و کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی (پٹیاں کھولے بغیر غسل درست نہ ہوگا اوپر سے مسح کافی نہیں) (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۵۶/۱۳) ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابة مع فرجتھا فی الأصح الالخ، الماء أو حلھا وتحتہ من جانب الشامي أي علی کل فرد من أفرادھا سواء كانت عصابة تحتھا جراحة وهي بقدرھا أو زائدة علیھا كعصابة المفتصد أو لم یکن تحتھا جراحة أصلاً بل کسر أو کي، وهذا معنی قول الکثر، كانت تحتھا جراحة أو لا، لکن إذا كانت زائدة علی قدر الجراحة، فإن جزه الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا. (شامی زکریا ۴۷۱/۱، البحر الرائق کوئٹہ ۱۸۷/۱)

دریا یا سمندر میں ڈوب کر لاپتہ ہو جانے والے کا حکم

جو شخص کسی دریا یا سمندر میں ڈوب کر مر جائے اور اس کی لاش کا پتہ نہ چلے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (کیوں کہ نماز جنازہ کی صحت کے لئے لاش کا سامنے ہونا لازم ہے اور وہ اس صورت میں متحقق نہیں ہے) بخلاف ما لو غرق فی بحر لعدم تحقیق وجودہ أمام المصلی. (شامی زکریا ۱۲۵/۳، احکام میت ۲۰۳) وشرطھا أيضاً حضوره ووضعه

و كونه هداً وأكثره أمان المصلی. (درمختار زکریا ۱۰۴/۳، ہندیہ ۱۶۴/۱)

ملبے کے نیچے دب جانے والے کا حکم

اگر عمارت منہدم ہونے یا زلزلہ کی وجہ سے کوئی شخص ملبہ میں دب جائے اور کوشش کے باوجود اس کی لاش نہ نکالی جاسکے، جب تک یہ گمان غالب ہو کہ وہ پھولی پھٹی نہ ہوگی تو اس کی نماز جنازہ اوپر سے پڑھی جائے گی؛ لیکن اگر اتنا وقت گزر جائے کہ یہ گمان ہو کہ لاش پھول پھٹ گئی ہوگی تو اب اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ۲۱۱/۴) ینبغی أن یکون فی حکم من دفن بلا صلاة من تردی فی نحو بئر او وقع علیہ بنیان ولم یکن

اخراجہ. (شامی بیروت ۱۱۷/۳، زکریا ۱۲۵/۳)



جنازہ اٹھانے کے مسائل

جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت

اسلام کی ایک اہم تعلیم یہ بھی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چل کر قبرستان تک جایا جائے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا، جن میں سے ایک جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم بھی تھا۔ (بخاری شریف ۱۶۶۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى يُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ، قِيلَ: مَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ. (بخاری شریف ۱۷۷۱)

جو شخص جنازہ میں حاضر ہو یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھی جائے تو اسے ایک قیراط اجر ملتا ہے، اور جو دفن تک شریک ہو تو اس کے لئے دو اجر قیراط مقرر ہے، تو آپ سے پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے بڑے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

اس لئے ہر مسلمان کو یہ عظیم اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق ہونا چاہئے، اور اس سے محروم نہ رہنا

چاہئے۔

جنازہ کے ساتھ پیدل جائیں

بہتر ہے کہ بلا ضرورت جنازہ کے پیچھے سوار ہو کر نہ چلیں؛ بلکہ پیدل چلنے کا اہتمام کریں؛ اس لئے کہ فرشتے بھی مومن کے جنازہ کے ساتھ پیدل جاتے ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جنازہ کے ساتھ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں نکلے، تو آپ نے کچھ لوگوں کو سواری پر دیکھا تو ارشاد فرمایا:

أَلَا تَسْتَحْيُونَ أَنْ مَلَائِكَةَ اللَّهِ عَلَى أَقْدَامِهِمْ وَأَنْتُمْ عَلَى ظُهُورِ الدَّوَابِّ. (ترمذی شریف ۱۹۶۱)

کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے تو پیدل ہیں اور تم سواریوں پر چڑھے بیٹھے ہو؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جانا پسندیدہ نہیں ہے؛ تاہم اگر ضرورت ہو، مثلاً قبرستان بہت دور ہو یا جانے والا کمزور یا مریض ہو تو سواری پر حرج نہیں۔

جنازہ جلدی لے جانے کا حکم

شریعت کا حکم یہ ہے کہ قبرستان کی طرف جنازہ جلدی لے جایا جائے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ
صَالِحَةً فَخَيْرٌ تَقْدُمُوهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ
سَوِيًّا ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.
(بخاری شریف بلال ۱۷۶ رقم: ۱۳۱۵، مسلم
شریف بلال ۳۰۶ رقم: ۹۴۴، لترغیب ولترہیب
مکمل: ۵۲۸۲، بیروت: ۵۱۵۶)

جنازہ کو لے کر جلدی چلو؛ اس لئے کہ اگر وہ
نیک ہے تو تم اس کو بہتر ٹھکانہ تک پہنچاؤ گے، اور اگر وہ
نیک نہیں ہے تو اپنی گردنوں سے برائی کو (جلد)
ہٹاؤ گے۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ قبرستان قریب ہونے کے باوجود محض کاندھا لگانے والوں کی رعایت میں دور کے راستہ سے جنازہ کو قبرستان تک پہنچایا جاتا ہے، مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حکم یہ ہے کہ نماز جنازہ ہونے کے بعد بلا تاخیر جلد از جلد میت کو قبر میں پہنچا دینا چاہئے، اور بلا خاص عذر کے ہرگز تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ ذیل میں اس سلسلہ کے مزید مسائل ملاحظہ فرمائیں:

بچہ کے جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

میت اگر چھوٹا بچہ ہے تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو دست بدست لے جائیں کہ ایک آدمی اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھائے پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے، اسی طرح ادلتے بدلتے لے جائیں۔ والصبی الرضيع أو الفطيم أو فوق ذلك قليلاً يحمله واحد على يديه.
(درمختار) ای ویتداوله الناس بالحمل على أيديهم. (شامی زکریا ۱۳۵/۳، بیروت
۱۲۶/۳، ہندیہ ۱۶۲/۱، حلی کبیر ۵۹۲)

بڑے جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

اگر میت بڑی ہو مرد ہو یا عورت، تو اس کو چار پائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں، سر ہانا آگے

رکھیں اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے۔ والسنة في حمل الجنابة أن يحملها أربعة نفر من جوانبها الأربع ويقدم الرأس في حال حمل الجنابة. (بدائع ۴۲/۲، ہدایہ مع الفتح ۱۴۰/۲، ہندیہ ۱۶۲/۱، حلبی کبیر ۵۹۱)

سواری پر جنازہ لے جانا

بلا عذر جنازہ کو سواری پر لے جانا مکروہ ہے؛ لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً قبرستان بہت زیادہ دور ہو تو جنازہ کو سواری پر لے جانے کی گنجائش ہے۔ ویکرہ حملہ علی ظہر دابة بلا عذر أما إذا كان عذراً بأن كان المحل بعيداً يشق حمل الرجال له أو لم يكن الحامل إلا واحداً فحمله على ظهره فلا كراهة إذا. (طحطاوی ۲۳۱، دارالعلوم ۲۷۴/۵، کفایت المفتی ۲۹/۴-۳۰، احکام میت ۶۱)

جنازہ کو دو لکڑیوں پر اٹھانا مکروہ ہے

جنازہ کو دو لکڑیوں کے درمیان اس طرح اٹھانا کہ اسے دو آدمیوں نے اٹھا رکھا ہو، یہ طریقہ مکروہ ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو درست ہے، مثلاً راستہ اتنا تنگ ہو کہ چار پائی پر چار آدمی سنت کے مطابق نہ اٹھا سکیں۔ ویکرہ حملها بين العمودين بأن يحملها رجلان أحدهما مقدمها والآخر مؤخرها إلا عند الضرورة مثل ضيق المكان وما أشبه ذلك. (ہندیہ ۱۶۲/۱، بدائع ۴۲/۲، لبحر الرائق ۱۹۱/۱، تاترخانیہ ۱۵۱/۲، کبیری ۵۹۲، فتح لکیر زکریا ۱۴۱/۲)

جنازہ کو جلدی لے کر چلنا

جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر اتنا تیز نہیں کہ میت حرکت میں آجائے۔ ویسرع بها بلا خيب. (درمختار) و حد التعجيل المسنون أن يسرع بها بحيث لا يضطرب الميت على الجنابة. (شامی زکریا ۱۳۶/۳، بیروت ۱۲۶/۳، طحطاوی ۳۳۲، ہندیہ ۱۶۲/۱، البحر الرائق زکریا ۳۳۵/۲)

جنازہ کے پیچھے چلنا

جنازہ کے پیچھے پیدل چلنا افضل ہے، اگر چند آدمی آگے نکل جائیں اور جنازہ سے دور نہ

ہوں تو حرج نہیں؛ لیکن اگر سب کے سب آدمی آگے بڑھ جائیں اور جنازہ پیچھے کر دیں یا چند آدمی آگے نکل کر جنازہ سے دور ہو جائیں تو یہ مکروہ ہے۔ الأفضل للمشيع للجنازة المشي خلفها ويجوز اماماً إلا أن يتباعد عنها أو يتقدم الكل فيكروه ولا يمشي عن يمينها ولا عن شمالها. (فتح القدیر زکریا ۱۴۳/۲)

ونادب المشي خلفها ولا يمشي عن يمينها ويسارها ولو مشي امامها جاز، ولكن أن تباعد عنها أو تقدم الكل كره. (درمختار مع الشامی زکریا ۱۳۶/۳، ہندیہ ۱۶۲/۱، خانہ ۱۹۰/۱)

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا

جو لوگ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں اور ان کا ارادہ جنازہ کے ساتھ جانے کا نہ ہو تو انہیں جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے۔ (پہلے یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا) ولا يقوم من مرت به جنازة ولم يرد المشي معها والأمر به منسوخ. (مراقی لفلاح ۳۳۳، تارخلیہ ۱۵۲/۲، ہندیہ ۱۶۲/۱، فتح القدیر ۱۴۲/۲، درمختار بیروت ۱۲۷/۳)

قبرستان میں بیٹھنا

جنازہ پہنچنے سے پہلے قبرستان میں بلا ضرورت جا کر بیٹھنا مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کے کندھوں سے اترنے سے پہلے بھی بیٹھ جانا مکروہ ہے؛ لیکن جنازہ کندھوں سے اتر جانے کے بعد بیٹھنا منع نہیں ہے۔ ویکره المستعی الجنازة أن یقعدوا قبل وضع الجنازة فأما بعد الوضع فلا بأس بذلك. (بدائع الصنائع ۴۶/۲، درمختار زکریا ۱۳۶/۳، بیروت ۱۲۶/۳)

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے۔ ویکره خروجهن تحریماً. (درمختار مع الشامی زکریا ۱۳۷/۳، بیروت ۱۲۷/۳، مراقی الفلاح ۳۳۳، تارخانیہ ۱۵۲/۱، بدائع ۴۵/۲)

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ

جنازہ کو اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کی داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، پھر پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اور پھر پچھلا پایا بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، حدیث شریف میں اس طرح اٹھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ وإذا حمل الجنازة وضع ندباً مقدمها على يمينه عشر خطوات ثم وضع مؤخرها على يمينه كذلك ثم مقدمها على يساره ثم مؤخرها كذلك مختصراً. (در مختار مع الشامی زکریا ۱۳۵/۳، بیروت ۱۲۶/۳، ہندیہ ۱۶۲، مراقی الفلاح ۳۳۱، کبریٰ ۵۹۲/۱، کفایت المفتی ۴۷/۴)

جنازہ لیجاتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے

جنازہ لیجاتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے؛ البتہ آہستہ بلا آواز ذکر و فکر میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ ویکرہ رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة. (البحر الرائق ۲۰۷/۲) وعن مقيس بن عباد رضي الله عنه أنه قال: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرهون الصوت عند ثلاثة، عند القتال، وعند الجنازة والذكر ولأنه تشبه بأهل الكتاب فكان مكروهاً. (بدائع الصنائع ۴۶/۲) عن قتادة رضي الله عنه عن الحسن قال: أدركت أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحبون خفض الصوت عند الجنائز وعند قراءة القرآن وعند القتال. (مصنف عبد الرزاق ۴۵۳/۳، حديث: ۶۲۸۱) عن ابن جرير قال: حدثت أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا تبع الجنازة أكثر السكات وأكثر حديث نفسه. (مصنف عبد الرزاق ۴۵۳/۳، حديث: ۶۲۸۲) عن قتادة عن الحسن، عن قيس بن عماد قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم يستحبون خفض الصوت عند ثلاث: عند القتال وعند القرآن وعند الجنائز. (مصنف ابن أبي شيبة

۲۰۱۷، رقم الحديث: ۱۳۱۳) عن ابن جريج قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان في جنازة أكثر السكوت وحدث نفسه. (مصنف ابن أبي شيبة ۲۰۲/۷)

جنازہ دوسرے شہر میں لے جانا

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ میت کا جس شہر میں انتقال ہو وہیں تدفین کا انتظام کیا جائے؛ البتہ اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ زیادہ تاخیر نہ ہو۔ وکذا الوفيات فی غیر بلدہ يستحب ترکہ فإن نقل إلى مصر آخر لا بأس به. (عالمگیری ۱۶۷/۱، درمختار بیروت ۱۳۷/۳، تاتاریخانیہ ۱۹۵/۱، خانیۃ ۱۹۵/۱، طحطاوی ۳۳۷، مجمع الانهر ۱۸۷/۱) وإن نقل من بلد إلى بلد فلا اثم فيه. (البحر الرائق ۱۹۵/۱)



نماز جنازہ کا بیان

بارگاہ حق میں میت کی سفارش

”نماز جنازہ“ درحقیقت اہل ایمان کی طرف سے اپنے مومن بھائی کے لئے بارگاہ خداوندی میں مغفرت کی سفارش کی ایک باوقار شکل ہے، اور اس سفارش کی قبولیت کا من جانب اللہ وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:

مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يَلْعَنُونَ مَا فَعَلَ كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ. (مسلم شریف ہلال ۳۰۸ رقم: ۹۴۷، الترغیب والترہیب مکمل: ۵۲۷۴، بیروت: ۵۱۴۸)

جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اس کے حق میں سفارش کریں تو ان کی سفارش ان کے حق میں یقیناً قبول ہوتی ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس میت پر چالیس ایمان والے نماز جنازہ پڑھیں تو ان کی سفارش اس کے حق میں بلاشبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ (مسلم شریف ۹۳۸، مکتبہ ہلال دیوبند ۳۰۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کی تین صفیں ہوں اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (ابوداؤد شریف: مکتبہ ہلال ۳۵۱ رقم: ۳۱۶۶، الترغیب والترہیب مکمل ۵۲۷۸، بیروت: ۵۱۵۲)

نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو خوش خبری

نہ صرف یہ کہ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے؛ بلکہ خود نماز جنازہ پڑھنے والے بھی سعادت سے محروم نہیں رہتے، اور ان کے لئے بھی مغفرت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُجَازَى بِهِ الْعَبْدُ بَعْدَ مَوْتِهِ أَنْ يُغْفَرَ لِكُلِّ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَتَهُ. (الترغیب والترہیب مکمل: ۵۲۷۳)

انسان کو اس کی موت کے بعد سب سے پہلا بدلہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے ساتھ چلنے والے تمام لوگوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اس لئے نماز جنازہ میں شرکت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

افسوس کا مقام!

آج کل بہت افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر نماز جنازہ کے موقع پر یہ منظر نظر آتا ہے کہ کچھ لوگ نماز کی جگہ سے دور کھڑے دکھائی دیتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جنازہ میں کیوں شریک نہیں ہو رہے؟ تو کوئی تو ناپاکی کا عذر کر دیتا ہے اور کوئی دعاء جنازہ یاد نہ ہونے کا ذکر کرتا ہے، حالاں کہ یہ اعذار سب لچر اور کمزور ہیں؛ اس لئے کہ پاکی حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں، اور رہ گئی دعاء کی بات تو یہ نماز جنازہ کے فرائض میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ اس کے فرائض صرف دو ہیں: ایک یہ کہ کھڑے ہونے کی قدرت رکھنے والے شخص کا قیام کرنا اور دوسرے یہ کہ چار مرتبہ تکبیر کہنا، اور یہ دونوں باتیں کسی مسلمان کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ اتنی آسان عبادت کو محض غفلت اور جہالت کی وجہ سے موقع ملنے کے باوجود انجام نہ دینا بڑی محرومی کی بات ہے۔ ذیل میں نماز جنازہ سے متعلق کچھ ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر کسی نے بھی نماز جنازہ نہ پڑھی اور مسلمان میت کو نماز کے بغیر ہی دفن دیا گیا تو جن کو معلوم ہے سب گنہگار ہوں گے، اور اگر صرف ایک شخص نے بھی نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہو گیا؛ کیوں کہ نماز جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں ہے۔ والإجماع منعقد علی فرضیتها إلا أنه فرض کفایة إذا قام به البعض يسقط عن الباقيین۔ (بدائع ۴/۱، البحر الرائق

۱۷۹/۲، طحطاوی ۳۱۸، ہندیہ ۱۶۲/۱، درمختار بیروت ۹۶/۳)

نماز جنازہ کا وقت

جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے لئے اوقات مقرر ہیں، نماز جنازہ کے لئے اس طرح کا کوئی متعین وقت شرط نہیں؛ بلکہ جب جنازہ تیار کر کے نماز کے لئے رکھ دیا جائے وہی اس کی ادائیگی کا وقت ہے؛ البتہ کپڑے جگہ اور بدن کا پاک ہونا اسی طرح استقبال قبلہ اور نیت وغیرہ کا لحاظ اسی طرح ضروری ہے جیسے دیگر نمازوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ أما الشروط التي ترجع إلى

المصلى فهي شروط بقية الصلوات من الطهارة الحقيقية بدنًا وثوبًا ومكانًا والحكمة
وستر العورة والاستقبال والنية سوى الوقت. (شامی زکریا ۱۰۳/۳، بیروت ۹۷/۳)

فجر اور عصر کے بعد نماز جنازہ

فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب زرد ہونے سے
پہلے بھی نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔ ولا بأس بأن يصلى في هذين الوقتين الفوائت
ويسجد للتلاوة ويصلى الجنازة. (ہدایہ ۸۶/۱، البحر الرائق ۲۵۱/۱، مجمع الانهر
۷۳/۱-۷۴، شامی زکریا ۳۴/۲، ہندیہ ۵۲/۱)

طلوع آفتاب، زوال اور غروب کے وقت نماز جنازہ

اگر عین طلوع وغروب یا زوال کے وقت جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو اسی وقت نماز جنازہ
پڑھنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر جنازہ پہلے لایا جا چکا تھا اور ابھی نماز نہیں پڑھی گئی تھی کہ مکروہ
وقت شروع ہو گیا تو اب مکروہ وقت میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی؛ بلکہ مکروہ وقت ختم ہونے
کے بعد ہی نماز پڑھنا درست ہوگا۔ ولا يصلى على جنازة ولا يسجد لتلاوة في هذا
الوقت فإنه لا يجوز قطعاً ولو وجبتا في هذا الوقت واديتا فيه جاز الخ. (الجمهرة
النيرة ۹۸/۱، البحر الرائق ۲۵۰/۱، مجمع الانهر ۷۳/۱، شامی زکریا ۳۴/۲، ہندیہ ۵۲/۱)

نماز جنازہ میں تاخیر مکروہ ہے

نماز جنازہ میں جماعت زیادہ ہونے کے مقصد سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (البتہ اگر
کسی عزیز کے انتظار میں کچھ تاخیر ہو تو اس کی گنجائش ہے) و کرہ تاخیر صلاته و دفنه
ليصلى عليه جمع عظيم. (شامی زکریا ۱۳۶/۳، بیروت ۱۷۶/۳، ہندیہ ۵۲/۱)

نماز جنازہ کے فرض ہونے کی شرطیں

نماز جنازہ کے فرض ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) قدرت: یعنی مصلیٰ کا جنازہ کی نماز پڑھنے پر قادر ہونا۔

(۲) عقل: لہذا مجنوں پر جنازہ کی نماز فرض نہیں۔

(۳) بلوغ: بچے پر نماز جنازہ پڑھنا فرض نہیں۔

(۴) اسلام: یعنی مصلیٰ کا جنازہ پر نماز پڑھنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر پر نماز

جنازہ فرض نہیں۔

(۵) موت کا علم ہونا: لہذا جس کو میت کے مرنے کا پتہ نہ ہو وہ معذور سمجھا جائے گا، اس

پر نماز جنازہ فرض نہیں۔

وأما شروط وجوبها فهي شروط بقية الصلوات من القدرة والعقل

والبلوغ والإسلام مع زيادة العلم بموته. (شامی زکریا ۱۰۳/۳)

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں:

(۱) وہ شرطیں جن کا نمازیوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

(۲) وہ شرطیں جن کا میت میں پایا جانا ضروری ہے۔

چنانچہ جن شرطوں کا نمازیوں میں پایا جانا ضروری ہے وہ چھ ہیں: (۱) بدن کی طہارت

(۲) کپڑے کی پاکی (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر کا چھپانا (۵) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۶) نیت

کرنا، وقت اس کے لئے شرط نہیں، جیسا کہ گذر گیا۔

اور جن شرطوں کا میت میں پایا جانا ضروری ہے وہ بھی چھ ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا۔

(۲) میت کے بدن اور کفن کا نجاست سے پاک ہونا ہاں اگر نجاست اس کے بدن سے کفنانے

کے بعد نکلے پھر کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے اس کا دھونا ضروری نہیں۔ (۳) میت کے ستر کا

چھپانا، لہذا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (۴) میت کا نمازیوں سے

آگے ہونا، اگر میت نمازیوں سے پیچھے ہو اور نمازی اس سے آگے ہوں تو نماز جنازہ نہ ہوگی۔ (۵) میت

کایا میت کی چارپائی وغیرہ کا زمین پر ہونا، لہذا اگر بلا عذر میت کو لوگ اوپر اٹھائے ہوئے ہوں یا میت سواری (جانور وغیرہ) پر ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ (۶) میت کا موجود ہونا، لہذا اگر غائب پر نماز جنازہ پڑھی تو نماز درست نہ ہوگی۔ شرطہا ای شرط صحتها ستة: إسلام الميت وطهارته، وفي القنية: الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط في حق الميت والإمام جميعاً وشرطها أيضاً حضوره، ووضعہ وكونه هو أو أكثر إمام المصلي (درمختار مختصراً) وفي الشامي: قوله وضعه: أي على الأرض.

(شامی زکریا ۱۰۳/۳-۱۰۴، بیروت ۹۷/۳-۹۸، البحر الرائق ۳۱۵/۲، مجمع الانهر ۱۸۲/۱)

نماز جنازہ میں نابالغ کی امامت

نماز جنازہ پڑھانے والے امام کا بالغ ہونا شرط ہے اگر نابالغ کو امام بنادیا جائے یا صرف کوئی نابالغ بچہ تنہا نماز جنازہ پڑھ لے تو بالغین کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا۔ وبقي من الشروط بلوغ الإمام. (طحطاوی ۳۱۹، درمختار بیروت ۹۸/۳، زکریا ۱۰۴/۳) اگر نابالغ بچہ میت کو غسل دیدے تو غسل ہو جائے گا میت کو غسل دینے کے لئے غسل دینے والوں کا بالغ ہونا شرط نہیں۔ الصبی إذا غسل الميت جاز، وإذا أم في صلاة الجنازة ينبغي أن لا يجوز - إلى قوله - أقول حاصله أنها لا تسقط عن البالغين بفعله. (شامی زکریا ۱۰۴/۳، بیروت ۹۸/۳)

نماز جنازہ کے فرائض و سنن

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا (۲) نماز جنازہ کھڑے ہو کر پڑھنا۔ اور تین چیزیں مسنون ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنا (۲) نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا (۳) میت کے لئے دعا کرنا۔ و رکعها شيئان التكبيرات الأربع والقيام. وسنتها ثلاثة: التحميد والثناء والدعاء فيها. (درمختار) وفي الشامية: فكان عليه أن يذكر الثالث الصلاة على النبي ﷺ. (شامی زکریا ۱۰۵/۳، بیروت ۹۹/۳-۱۰۰، طحطاوی ۳۲۰)

نماز جنازہ کی ترکیب

نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ:

○ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے۔

○ اور سب لوگ دل میں یاد دل کے ساتھ زبان سے بھی یہ نیت کریں کہ: ”میں اللہ کی رضا

اور میت کے حق میں دعا کرنے کے لئے نماز جنازہ پڑھ رہا ہوں۔“

○ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں کی لوتک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لیں۔

○ پھر ثناء پڑھیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔“

○ اس کے بعد دوسری تکبیر کہیں، پھر نماز والا درود شریف پڑھیں۔

○ اس کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے دعا کریں۔

○ میت اگر بالغ ہے مرد ہو یا عورت، تو یہ دعا پڑھیں: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا

وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأَنْشَانَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى

الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ۔“

○ اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں: ”اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرِطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا

أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔“

○ اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں: ”اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا قَرِطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا

أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً۔“

○ اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں۔

○ اور پہلی تکبیر کے علاوہ دوسری اور تیسری اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائیں؛ بلکہ بلا ہاتھ

اٹھائے ہی تکبیر کہیں۔ وہی أربع تکبیرات یرفع یدیه فی الأولى فقط ویشی بعلمھا

ویصلی علی النبی ﷺ کما فی التشہد بعد الثانیة ویدعوا بعد الثالثة بأمور

الآخرة والمأثور أولى ويسلم بعد الرابعة تسليمين: (در مختار مختصراً) وقال في الشامي: ومن المأثور: اللهم اغفر لحينا الخ. (شامي زكريا ۱۰۹/۳، بيروت ۱۰۳/۳،

بدائع ۵۱/۲، هندية ۱۶۴/۱، طحطاوي ۳۲۰)

نماز جنازہ کی دعائیں سر اُپرھی جائیں گی

نماز جنازہ میں صرف تکبیر اور سلام بلند آواز کے ساتھ کہے جائیں گے، اور تکبیرات کے درمیان ثناء، درود شریف اور دعاء، یہ سب آہستہ آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔ ویسر الكل الا التكبير. (در مختار) والذي في البدائع: ولا يجهر بما يقرأ عقب كل تكبيرة؛ لأنه ذكر، والسنة فيه المخافة. (شامي بيروت ۱۰۴/۳-۱۰۵)

تنبیہ :- آج کل بعض لوگوں نے نماز جنازہ میں جہر سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، تو اس بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرأت کی نیت سے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ دعاء کی نیت سے پڑھنے کی گنجائش ہے؛ لیکن جہر کسی حالت میں صحیح نہیں ہے۔ یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہے۔ اور جن بعض روایات میں سورۃ فاتحہ جہراً پڑھنے کا ذکر ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ کبھی کبھار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سری دعاؤں کو ہلکی آواز سے جہراً پڑھ دیتے تھے؛ تاکہ صحابہ کو علم ہو جائے۔ آپ کا یہ عمل تعلیم کی غرض سے تھا نہ کہ تشریع کی غرض سے، جیسا کہ رکوع وسجدہ کی دعاؤں کے متعلق روایات میں وارد ہے۔ عن أبي

أمامة رضی اللہ عنہ قال: السنة في الصلوة على الجنازة أن يقرأ في التكبيرة الأولى بأم القرآن مخافتة ثم يكبر ثلاثاً والتسليم عند الآخرة. (نسائی شریف ۲۱۸/۱، حدیث اور اہل حدیث ۲۷۷ انوار خورشید) وعين الشافعي الفاتحة في الأولى، وعندنا تجوز بنية الدعاء، وتكره بنية القراءة لعدم ثبوتها فيها عنه عليه الصلوة والسلام. (در مختار) وقال الشامي: وبه قال أحمد؛ لأن ابن عباس رضي الله عنه صلى على جنازة فجهر بالفاتحة، وقال عمداً فعلته؛ ليعلم أنها سنة. ومنهنا قول عمر وابنه وعلي وأبي هريرة وبه قال مالك، كما في شرح المنية الخ. وظاهره أن الكراهة تحريمية. (شامي بيروت ۱۰۵/۳، حلی کبیر ۵۸۶)

جس کو دعایا دینے ہو

اور اگر کسی شخص کو نماز جنازہ کی دعایا دینے ہو تو وہ صرف ”اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَكَهْ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ پڑھتا رہے، اور اگر یہ بھی یاد نہ ہو سکے تو صرف چار تکبیر کہنے سے نماز
ہو جاتی ہے؛ لہذا بلا عذر نماز نہ چھوڑے۔ ثم أفاد إن من لم يحسن الدعاء الماثور يقول:
اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا الْخ. (شامی زکریا ۱۱۰/۳، بیروت ۱۰۳/۳، بہشتی زیور ۱۰۱/۱، طحطاوی
۳۲۱، الجوہرۃ ۱۵۵/۱، البحر الرائق ۳۲۱/۲)

نماز جنازہ میں امامت کا مستحق

اگر اسلامی حکومت ہو تو نماز جنازہ کی امامت کا اولین حق دار حاکم وقت ہے، پھر اس کا
نائب، وہ نہ ہو تو قاضی شہر پھر اس کا نائب، اور اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں یا حکومت اسلامی نہ ہو تو
زندگی میں جس محلہ کی مسجد میں میت نماز پڑھتا رہا ہو اور اس مسجد کے امام کی امامت سے خوش رہا ہو تو
وہ امام ولی میت کے مقابلہ میں اولیٰ ہے، بشرطیکہ وہ علم و تقویٰ میں ولی میت پر فوقیت رکھتا ہو، اور اگر
میت اس امام سے خوش نہ رہا ہو یا اس امام کے مقابلہ میں ولی میت علم و تقویٰ میں افضل ہو تو پھر ولی
ہی کو اولویت حاصل ہوگی۔ وتقدیم إمام الحی مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل
من الولی، وإلا فالولی ولی کما فی المجتبیٰ. (درمختار زکریا ۱۲۰/۳) قوله: ثم إمام
الحی إلی الطائفة وهو إمام المسجد الخاص بالمحلة وإنما كان ولی؛ لأن
المیت رضی بالصلاة خلفه فی حال حیاته، فینبغی أن یصلی علیه بعد وفاته. قال
فی شرح المنیة: فعلى هذا لو علم أنه كان غیر راض به حال حیاته ینبغی أن لا
یستحب تقدیمه. (شامی زکریا ۱۱۹/۳)

تنبیہ: اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر میت کی نماز جنازہ اپنے محلہ کے علاوہ کسی
دوسرے محلہ میں ادا کی جا رہی ہے تو اس محلہ کی مسجد کے امام کو ولی پر مطلقاً اولویت حاصل نہ ہوگی؛
لہذا وہاں کے امام کو ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہئے؛ بلکہ ولی کو حق ہے خواہ خود

پڑھائے یا کسی دوسرے سے پڑھوائے۔ قال الشامی بحثاً: أقول: وهذا أولى لما يأتي من أن الأصل أن الحق للولي، وإنما قدم عليه الولاية وإمام الحي لما مر من التعليل وهو غير موجود هنا. (شامی زکریا ۱۲۰/۳)

نماز جنازہ کی ولایت میں ترتیب

ولی کے لئے نماز جنازہ پڑھانے کا استحقاق، نکاح کی ولایت کی ترتیب کے اعتبار سے ہوگا، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ نماز جنازہ کے استحقاق میں باپ بیٹے سے مقدم ہوگا، ہاں اگر میت کا لڑکا عالم ہو اور باپ جاہل ہو تو پھر لڑکا ہی مقدم ہوگا، اگر کوئی ولی نہیں تو پھر شوہر اور وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی کو حق حاصل ہے۔ ویقدم فی الصلاة علیہ السلطان أو نائبہ وهو أمير المصر ثم القاضي ثم صاحب الشرط ثم خليفته ثم خليفة القاضي. (درمختار زکریا ۱۱۹/۳)

نماز جنازہ کو فاسد کرنے والی چیزیں

نماز جنازہ ان تمام چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں؛ البتہ عورت کے محاذات سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی اور نماز جنازہ میں قہقہہ لگانے سے وضو تو نہیں ٹوٹتا؛ البتہ نماز جنازہ فاسد ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں دوبارہ نیت کر کے نماز شروع کرنی ہوگی۔ وتفسد صلاة الجنابة بما تفسد به سائر الصلوات إلا محاذاة المرأة، ومن قهقهه فيها اعاد الصلاة ولم يعد الوضوء. (الجوہرۃ ۱۵۴/۱، ہندیہ ۱۶۴/۱)

وہ مقامات جن میں نماز جنازہ مکروہ ہے

درج ذیل جگہوں میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے: (۱) وہ مسجد جس میں بیچ وقتہ نماز ہوتی ہو اس میں بلا عذر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر بارش یا کسی اور واقعی عذر کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو مکروہ نہیں۔ (۲) عام راستہ پر (جب کہ اس کی وجہ سے گزرنے والوں کو پریشانی ہو) (۳) اور دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ وصلاة الجنابة

۸۴
فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعة مکروه ولا تکره بعذر المطر ونحوه
هكذا فی الکافی، وتکره فی الشارع وأراضی الناس. (مندیہ ۱/۱۶۵، در مختار مع

الشامی زکریا ۱۲۶/۳، بیروت ۱۱۸/۳)

عید گاہ میں نماز جنازہ

عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ و قید بمسجد الجماعة لانها
لا تکره فی مسجد اعدلها و کذا فی مدرسة ومصلی عید. (طحطاوی ۳۲۶، مستفاد
فتاوی دارالعلوم ۳۲۱/۲، فتاوی محمودیہ جدید ۷۰۳/۸-۷۰۵)

عید میں نماز جنازہ کب پڑھی جائے؟

اگر عید کی نماز میں جنازہ لایا گیا ہے تو اولاً عید کی نماز پڑھی جائے اس کے بعد خطبہ عید پڑھا
جائے اور اس کے بعد نماز جنازہ ادا کریں۔ (امداد الفتاویٰ ۵۸۴/۱، احکام میت ۱۰۴)

جنازہ مسجد میں داخل کرنا

جس طرح جنازہ کو نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل کرنا مکروه ہے، اسی طرح بغیر نماز
کے ارادے کے بھی جنازہ کو بلا عذر مسجد میں داخل کرنا مکروه ہے۔ کما تکره الصلاة علیها فی
المسجد یکره إدخالها فیہ. (شامی زکریا ۱۲۶/۳، بیروت ۱۱۸/۳، طحطاوی ۳۲۷)

مسجد میں نماز جنازہ صحیح ہونے کی صورت

اگر جنازہ کے ساتھ امام اور کچھ لوگ مسجد کے باہر ہوں اور کچھ لوگ عذر کی وجہ سے مسجد
(مثلاً خارج مسجد جگہ تنگ ہونے کی بنا پر) کے اندر ہوں تو سب کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ اور
اگر کچھ لوگ بلا عذر ہی مسجد کے اندر ہوں تو صرف اندر والوں کی نماز مکروه ہوگی اور یہ کراہت بھی
مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے مکروه تنزیہی ہوگی۔ ولو كانت الجنائز والإمام وبعض القوم
خارج المسجد وباقي القوم فی المسجد کما هو المعهود فی جوامعنا لایکره
باتفاق أصحابنا. (مجمع الانهر ۱۸۴/۱، فتح القدیر زکریا ۱۳۲/۲-۱۳۳، حلبی کبیر ۵۸۹)

لا کراهة فيها بالا اتفاق لكن رده في البحر وأجاب في النهر يحمل الاتفاق على عدم الكراهة في حق من كان خارج المسجد وما مر في حق من كان داخله. (شامی زکریا ۱۲۷/۳، بیروت ۱۸۱/۳، استفاد: امداد الفتاویٰ ۷۶۶/۱-۷۶۷)

بیک وقت کئی جنازے جمع ہو جائیں

اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک کی نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے اس صورت میں جو سب سے زیادہ (علم و عمل میں) افضل ہو اس کی نماز جنازہ سب سے پہلے پڑھی جائے اور اگر سب پر ایک ہی ساتھ نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے، سب کے لئے ایک ہی نماز کافی ہو جائے گی۔ وإذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلاة على كل واحدة أولى من الجمع وتقديم الأفضل افضل وإن جمع جاز. (در مختار مع الشامی زکریا ۱۱۸/۳، بیروت ۱۱۱/۳، بدائع الصنائع ۶۱/۲، احسن الفتاویٰ کراچی ۲۰۸/۴)

بالغ و نابالغ دونوں طرح کی اموات جمع ہو جائیں تو نماز جنازہ میں کیا دعاء پڑھیں؟

اگر بالغ اور نابالغ دونوں طرح کی اموات جمع ہو جائیں تو ایسی صورت میں بالغوں کی دعاء کے بعد نابالغوں کی دعاء بھی پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ذیل ۵۸۶/۸) ولا يستغفر فيها لصبي بل يقول بعد دعاء البالغين: "اللهم اجعله له فرطاً" وهو دعاء له أيضاً. (در مختار زکریا ۱۱۳/۳) ولا يستغفر لصبي ويقول في الدعاء: "اللهم اجعله لنا فرطاً" بعد تمام قوله: "ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان". (طحطاوي على المراقي دار الكتاب ۵۸۷، حلبی کبیر اشرفی ۵۸۷، البحر الرائق کوئٹہ ۱۸۴/۲، الدر المنقذ مع مجمع الانهر بیروت ۲۷۱/۱)

جنازہ کے درمیان صف بندی کی ترتیب

اگر متعدد جنازوں پر ایک ہی نماز پڑھی جائے تو ان کے درمیان صف بندی کے دو طریقے

ہیں: (۱) اس طرح صف بندی کی جائے کہ ایک جنازہ کی پانچویں دوسرے کے سر پہنے سے مل جائے۔ (۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جنازوں کو اس طور پر رکھا جائے کہ ہر ایک کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے، اسی ترتیب پر عمل کرنا احسن ہے، اور بہر صورت اموات میں جو شخص افضل ہو اسے امام سے قریب رکھا جائے۔ وإن جمع جاز ثم إن شاء جعل الجنائز صفاً واحداً وقام عند أفضلهم. (درمختار) وفي الشامي: أي كما يصطفون في حال حياتهم عند الصلاة بدائع، أي بأن يكون رأس كل عند رجل الآخر فيكون الصف على عرض القبلة. (شامی زکریا ۱۱۸/۳) وإن شاء جعلها صفاً مما يلي القبلة واحداً خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة مما يلي الإمام ليقوم بحذاء صدر الكل. (درمختار) وفي الشامي: ذكر في البدائع التخيير بين هذا والذي قبله ثم قال: هذا جواب ظاهر الرواية وروى عن أبي حنيفة في غير رواية الأصول أن الثاني أولى، لأن السنة هي قيام الإمام بحذاء الميت، وهو يحصل في الثاني دون الأول. (شامی زکریا ۱۱۸/۳، بیروت ۱۱۱/۳، بدائع الصنائع ۵۶/۲)

نماز جنازہ میں مسبوق کا حکم

اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ اس کے آنے سے پہلے کچھ تکبیر ہو چکی تھیں، تو اس شخص کو اور نمازوں کی طرح آتے ہی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے جب امام اگلی تکبیر کہے تو یہ شخص بھی اب ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے، یہ اس کی تکبیر تحریمہ ہے، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص امام کے سلام کے بعد بقیہ تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے اور اگر جنازہ فوراً اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو ان تکبیروں کے درمیان اس کے لئے کچھ پڑھنا ضروری نہیں۔ والمسبوق ببعض التكبيرات لا يكبر في الحال؛ بل ينتظر تكبير الإمام ليكبر معه للافتتاح. (درمختار) وفي الشامي: ويكون هذا التكبير تكبير الافتتاح في حق هذا الرجل فيصير مسبوقاً بتكبيرة يأتي بها بعد

سلام الإمام. (شامی زکریا ۱۱۴/۳-۱۱۵، بیروت ۱۰۸/۳-۱۰۹، البحر الرائق ۱۸۵/۲، خزانة علی الهندیة ۱۹۲/۱)

امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرنے والے کا حکم

اگر مسبوق آتے ہی امام کی تکبیر کا انتظار کئے بغیر نماز میں شریک ہو جائے تو یہ شرکت معتبر تو ہے؛ لیکن چوں کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اس لئے اس تکبیر کا کچھ اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ اس تکبیر کو بھی امام کے سلام کے بعد دوبار کہنا ہوگا۔ فلو کبر کما حضر ولم ينتظر لا تفسد عندهما لکن ما أداہ غیر معتبر. (وبعد اسطر) یصح شروع بہا ویعیدھا بعد سلام إمامہ. (شامی زکریا ۱۱۴/۳، بیروت ۱۰۸/۳-۱۰۹، طحطاوی ۳۲۶)

چار تکبیروں کے بعد آنے والے کا مسئلہ

اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا اب اگر یہ نماز میں شریک ہونا چاہتا ہے تو فوراً امام کے سلام پھیرنے سے پہلے پہلے تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے؛ پھر امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے۔ وان جاء بعد ما کبر الرابعة فاتته الصلاة عندهما وعند أبي يوسف يكبر فإذا سلم الإمام قضی ثلاث تكبيرات وذكر في المحيط أن عليه الفتوى. (شامی زکریا ۱۱۷/۳، بیروت ۱۱۰/۳، ہندیہ ۱۶۵/۱، تارخانیہ ۱۵۹/۱، کبری ۵۸۷)

نماز جنازہ میں مسبوق تکبیروں کے درمیان کیا پڑھے؟

مسبوق کو اگر اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ جنازہ اٹھنے سے پہلے تکبیرات مع اذکار کے ادا کر لے گا تو اس کو اذکار مشروعہ کو ادا کر لینا چاہئے؛ لیکن اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں صرف چھوٹی ہوئی تکبیرات بغیر دعاء کے کہہ لے اور سلام پھیر دے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۰۵/۱۳، فتاویٰ دارالعلوم ۳۹/۵) وهل یأتی بالاذکار المشروعة بین التکبیرتین؟ ذکرہ

الحسن في المجرد: أنه إن كان يأمن رفع الجنازة فإنه يأتي بالأذكار المشروعة، وإن كان لا يأمن رفع الجنازة يتابع التكبيرات ولا يأتي بالأذكار. (تاتارخانية زكريا ۵۱۳) ثم يقضي المسبوق ما فاتته من التكبيرات قبل رفع الجنازة مع الدعاء إن أمن رفع الجنازة المراد به ما يعم الشاء والصلاة. (طحطاوي على المرقى دار لكتاب ۵۹۴، لبحر الرائق كوئته ۱۸۵/۲، كبرى أشرفية ۵۸۷، مجمع الأنهر بيروت ۲۷۲/۱، هندية ۱۶۵/۱، خانية ۱۹۲/۱) ثم المسبوق يقضي ما فاتته نسقاً بغير دعاء؛ لأنه لو قضاه بدعاء ترتفع الجنازة فتبطل الصلوة؛ لأنها لا تجوز بلا حضور ميت. (تبين الحقائق ۵۷۸/۱)

ستی کی وجہ سے تکبیر تحریمہ میں تاخیر کرنا

ایک شخص امام کی تکبیر تحریمہ کے وقت حاضر تھا؛ لیکن غفلت یا نیت لمبی کرنے یا کسی اور وجہ سے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہہ سکا تو ایسا شخص امام کی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی امام کے ساتھ شریک ہو جائے امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے گویا یہ شخص مدرک کہلائے گا اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیر کر نماز مکمل کر لے گا۔ وإن كان مع الإمام فتغافل ولم يكبر مع الإمام أو كان في النية بعد فأخر التكبير فإنه يكبر ولا ينتظر تكبيرة الإمام الثانية في قولهم لأنه لما كان مستعداً جعل بمنزلة المشارك، كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان. (هندية ۱۶۵/۱، شمس زكريا ۱۱۷/۳، بيروت ۱۱۰/۳)

سہواً تین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا

اگر نماز جنازہ میں امام نے بھول کر تین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا، پھر یاد آنے پر یاد دلائے پر چوتھی تکبیر کہی اور دوبارہ سلام پھیر دیا تو نماز جنازہ درست ہو گئی، دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ولو سلم بعد الثلاث ناسياً كبر الرابعة ويسلم. (الفتاوى التاتارخانية ۱۵۹/۲ قدیم، زكريا ۵۱۳ رقم: ۳۶۹۸، هندية ۱۶۵/۱، طحطاوي ۵۸۷) إذا سلم على ظن أنه أتم التكبير ثم علم أنه لم يتم فإنه يبني. (البحر الرائق ۱۸۴/۲)

جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھنا

اگر امامت کا مستحق شخص جنازہ کی نماز پڑھا چکا ہو تو اب دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے نماز جنازہ پڑھا دی ہو تو اب ولی کے لئے نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؛ البتہ جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں وہ ولی کی اقتداء میں دوبارہ نماز نہ پڑھیں۔ فإن صلی غیرہ ای الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم يتابعه الولی أعاد الولی - إلی قوله - ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا أن یعيد مع الولی لأن تکرارہا غیر مشروع وإلا لا، ای وإن صلی من له حق التقدم کقاض أو نائبه أو إمام الحی أو من لیس له حق التقدم وتابعه الولی لا یعيد لأنهم أولى بالصلاة منه. (الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۲۴/۳، بیروت ۱۱۵/۳-۱۱۶)

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

اگر جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں تو جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، اور اگر جوتے نکال کر جوتے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو اس صورت میں جوتے کا جو حصہ پیر سے لگا ہوا ہے اس کا پاک ہونا ضروری ہے اگرچہ تھلانا پاک ہو، اسی طرح پیروں میں پاک موزے ہوں تو بھی جوتے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا درست ہے۔ وقد قدمنا فی باب شروط الصلاة أنه لو قام علی النجاسة وفي رجلیه نعلان لم یجز ولو افترش نعلیه وقام علیہما جاز وبهذا یعلم ما یفعل فی زماننا من القيام علی النعلین فی صلاة الجنابة لكن لا بد من طهارة النعلین كما لا یخفی. (البحر الرائق ۱۷۹/۲، ہندیہ ۶۲/۱، بدائع الصنائع ۲۳۹/۱) ولو افترش نعلیه وقام علیہما جاز فلا یضر نجاسة ما تحتہما لكن لا بد من طهارة نعلیه مما یلی الرجل لا مما یلی الأرض. (طحطاوی، علی المرقی ۳۸۳، حاشیۃ الطحطاوی جدید

۵۸۲، احکام میت ۱۱۰، محمودیہ جدید ۵۸۱/۸-۵۸۲، دارالعلوم ۳۱۸/۵، امتداد الاحکام ۴۴۶/۲)

قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

اگر کسی میت کو نماز جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا تو جب تک اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اس وقت تک اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس کے بعد نہیں، اور نعش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے تفاوت کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے، اسی طرح موسم کے اعتبار سے بھی مختلف ہو سکتی ہے۔ وإن دفن الخ، بغیر صلاة الخ، صلی علی قبره ما لم یغلب علی الظن یفسخه من غیر تقدیر هو الأصح (درمختار) وفي الشامی: لأنه یختلف باختلاف الأوقات حراً وبرداً والمیت سمناً و هزالاً والأمكنة. (شامی زکریا ۱۲۵/۳، بیروت ۱۱۷/۳، البحر الرائق ۱۸۲/۲)

نماز کے لئے میت کے رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا

میت اگر کسی پاک چار پائی یا تخت یا کسی پاک گدے یا لحاف وغیرہ پر رکھی ہوئی ہو تو اب اس چار پائی وغیرہ کی زمین کا پاک ہونا شرط نہیں؛ بلکہ اسی حالت میں نماز جنازہ اس پر درست ہے اور اگر چار پائی یا تخت وغیرہ بھی ناپاک ہو یا میت کو بغیر چار پائی کے ناپاک زمین پر رکھ دیا گیا ہو تو اب اس صورت میں میت کی جگہ کے پاک ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شرط ہے؛ لہذا اس صورت میں نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک شرط نہیں؛ لہذا نماز صحیح ہو جائے گی۔ وقید المصنف بطهارة الميت احترازاً عن طهارة مكانه قال فی الفوائد التاجية إن كان علی جنازة لاشك أنه یجوز وإن كان بغیر جنازة لا رواية لهذا وینبغی أن یجوز لأن طهارة مكان الميت ليس بشرط لأنه ليس بمؤد ومنهم من علل بأن كفه یصیر حائلاً بینہ وبين الأرض لأنه ليس بلباس بل هو ملبوس فیكون حائلاً. وفي القنية الطهارة من النجاسة فی الثوب والبدن والمكان وستر العورة شرط فی حق الإمام والمیت جميعاً. (البحر الرائق ۱۷۹/۲، شامی ۱۰۳/۳)

نماز جنازہ کے لئے تیمم

اگر نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے یہ اس وقت جائز ہے جب کہ چاروں تکبیریں فوت ہونے کا خوف ہو اگر وضو کرنے کے بعد آخری تکبیر میں شرکت ممکن ہو تو پھر تیمم کرنے کی اجازت نہ ہوگی اب وضو کر کے ہی نماز پڑھنی ہوگی۔ وجاز لخوف فوت صلاة الجنابة أى كل تكبیراتها۔ (شامی زکریا ۱/۸۱۰)

ایک تیمم سے متعدد نماز جنازہ

ایک شخص نے وقت کی تنگی اور نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خطرہ سے تیمم کر کے نماز جنازہ ادا کی، ابھی وہ فارغ ہی ہوا تھا کہ دوسرا جنازہ آگیا، تو اب اگر دوسری نماز میں اتنا وقت ہے کہ وہ قریبی جگہ سے وضو کر کے اس میں شریک ہو سکتا ہے تو اس کے لئے پہلے تیمم سے دوسری نماز جنازہ کی ادائیگی جائز نہیں ہے؛ بلکہ یا تو وضو کرے (اگر ممکن ہو) اور یا دوبارہ تیمم کرے (اگر پھر وقت تنگ ہو جائے) اور اگر دوسری نماز جنازہ فوراً ادا کی جا رہی ہو درمیان میں وضو کے بقدر وقفہ نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلے ہی تیمم سے دوسری نماز جنازہ بھی پڑھنا درست ہے۔ رجل تیمم و صلی علی جنازة ثم أتى بجنازة أخرى إن وجد من الوقت مقدار ما يتوضأ فيه والماء منه قريب بطل ذلك التيمم، وعليه إعادة التيمم للصلاة على الثانية بالاجماع الخ. وإن لم يجد من الوقت مقدار ما يتوضأ فيه فله أن يصلی بالتيمم الأول علی الجنابة الثانية عند أبي يوسف. (المحیط البرہانی ۱۰۸/۳)

نماز جنازہ کی صفوں کی تعداد

مستحب یہ ہے کہ نماز میں شرکت کرنے والوں کی تین صفیں کر دی جائے اور اگر لوگ زیادہ ہوں تو بشرط سہولت طاق عدد کے اعتبار سے صفیں بنائی جائیں، مثلاً تین، پانچ، سات وغیرہ۔ إذا كان القوم سبعة قاموا ثلاثة صفوف يتقدم واحد وثلاثة بعده واثنان بعدهم

نماز جنازہ میں ہاتھ کب چھوڑے جائیں؟

یہ مسئلہ اختلافی ہے، احسن الفتاویٰ میں متعدد جزئیات اور قاعدہ کلیہ سے ثابت کیا ہے کہ چوتھی تکبیر کہتے ہی ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیر دیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ۲۲۸/۳) لیکن اس مسئلہ میں زیادہ شدت نہیں کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ سلام کے ساتھ یا سلام کے بعد ہاتھ چھوڑنے کے اقوال بھی فقہ میں موجود ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جدیدہ ۵۵۶/۸)

بچہ کی نماز جنازہ

جو بچہ زندہ پیدا ہوا ہو اور پیدائش کے بعد اس کی آواز سنی گئی ہو پھر اس کا انتقال ہوا ہو، تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی ضروری ہے، اور اس کا طریقہ وہی ہے جو بڑوں پر نماز جنازہ کا ہے، بس فرق یہ ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں گے: اللّٰہم اجعلہ لنا فرطاً اللّٰہم اجعلہ لنا ذخراً اللّٰہم اجعلہ لنا شافعاً مشفعاً۔ (اور اگر بچی ہو تو ”اجعلہ“ کے بجائے ”اجعلہا“ پڑھیں) ان محمداً رحمہ اللہ تعالیٰ روى عن أبی حنیفۃ فی کتاب آثار أبی حنیفۃ أن الذین یصلون فی جنازۃ أولاد المسلمین وہم صغار یقولون فی التکبیرۃ الثالثۃ: اللّٰہم اجعلہ لنا فرطاً اللّٰہم اجعلہ لنا ذخراً اللّٰہم اجعلہ لنا شافعاً مشفعاً۔ (المحیط البرہانی ۸۵/۳)

غسل کے بغیر نماز جنازہ پڑھا دی گئی

اگر میت کو غسل دئے بغیر جنازہ کی نماز پڑھا دی گئی اور جنازہ ابھی دفن نہیں کیا گیا ہے، تو دوبارہ اسے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر میت کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اتارا جا چکا ہے؛ لیکن ابھی مٹی نہیں دی ہے کہ پتہ چلا کہ اسے غسل نہیں دیا گیا، تو نعش قبر سے نکال کر غسل دے کر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اگر مٹی بھی دی جا چکی ہے، تو اب میت کو نکالا تو نہیں جائے گا؛ لیکن اوپر سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ إذا صلی علی المیت قبل الغسل فبأنه یغسل ویعاد الصلاۃ علیہ بعد الغسل الخ۔ وإن کانوا دفنوه ثم

تذكروا أنه لم يغسلوه فإن لم يهيلوا التراب عليه يخرج ويغسل ويصلى عليه وإن أهالوا التراب عليه لم يخرج، وهل يصلى عليه ثانياً في القبر؟ ذكر الكرخي رحمه الله في مختصره أنه يصلى عليه الخ. (المحيط البرهاني ۹۷/۳-۹۸)

امام نے بلا وضو نماز جنازہ پڑھائی

کسی میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی اس کے بعد پتہ چلا کہ جس امام نے نماز پڑھائی اس کا وضو نہیں تھا، تو اس میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اگر دفن کے بعد اس بات کا پتہ چلا ہو تو قبر کا وپر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (جب کہ نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو) وإذا صلوا على جنازة الإمام على غير طهارة فعليهم إعادة الصلاة الخ. (المحيط البرهاني ۹۸/۳) وإن دفن بغير صلاة صلى على قبره ما لم يغلب على الظن بفسخه. (شامی زکریا ۱۲۵/۳)

وصیت کی کہ میری نماز جنازہ فلاں پڑھائے

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے، تو اس وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہے؛ تاہم اگر اولیاء میت اس سے نماز پڑھوانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ وفي العيون إذا أوصى الميت أن يصلى عليه فلان فالوصية باطلّة إلا في رواية ابن رستم، فإنها جائزة في روايته ويؤمر فلان بأن يصلى عليه. (المحيط البرهاني ۱۱۰/۳)



دفن کے مسائل

دفن کرنا فرض کفایہ ہے

میت کے غسل کفن اور جنازہ کی نماز کی طرح دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گنہ گار ہوں گے۔ دفن المیت فرض علی الکفایہ۔ (الہندیہ ۱/۱۶۵، شامی زکریا ۱۳۸/۳، بیروت ۱۲۹/۳)

بغلی قبر

اصل سنت بغلی قبر بنانا ہے جس کو لحد کہا جاتا ہے؛ لہذا جس جگہ کی مٹی سخت ہو وہاں بغلی قبر بنانی چاہئے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ قبر کھود کر قبلہ کی جانب اتنی جگہ مزید کھودی جائے جس میں بآسانی میت کو لٹایا جاسکے، اس کے بعد کچی اینٹوں سے اس حصہ کو ڈھک دیا جائے۔ ویلسحد للمیت ولا یشق له الخ، وصفة اللحد أن یحفر القبر بتمامہ ثم تحفر فی جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیہ المیت۔ (المحیط البرہامی ۸۹/۳-۹۰) وصفة اللحد أن یحفر القبر بتمامہ ثم تحفر منه فی جانب القبلة حفیرة فی وسط القبر ویوضع فیہ المیت۔ (تاتاریخانیہ زکریا ۶۶/۳ رقم: ۳۷۲۸)

صندوقی قبر

صندوقی قبر کو عربی میں ”شق“ کہا جاتا ہے، جہاں کی زمین ایسی نرم ہو کہ بغلی قبر کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں صندوقی قبر بنائی جائے گی۔ اور اس قبر کے بنانے کا طریقہ

یہ ہے کہ قبر کھود کر اس کے پیچونچ ایک مزید گڑھا بنایا جائے جس کی لمبائی چوڑائی میت کے بدن کے مناسب ہو اور اس کے اوپر سے تختوں وغیرہ سے ڈھک دیا جائے۔ وصفة الشق ان يحفر حفيرة في وسط القبر ويوضع فيه الميت. (المحيط البرہامی ۹۰/۳) ويلحد ولا يشق إلا في أرض رخوة. (درمختار) فلو لم يمكن حفر اللحد تعين الشق. (شامی زکریا

۱۳۹/۳، بیروت ۱۳۰/۳، تاتارخانیہ زکریا ۶۵/۳ رقم: ۳۷۲۷)

قبر کی گہرائی

ہمارے علاقوں میں زمین نرم ہونے کی وجہ سے صندوقی قبر بنانے کا دستور ہے، اس کے دو حصے ہوتے ہیں: ایک وہ حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے اور ایک تختوں سے اوپر کا حصہ۔ تو فقہی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تختوں سے اوپری حصہ کی گہرائی کم از کم آدمی کے نصف قد کے برابر ہونی چاہئے اور اندر کے حصہ کی گہرائی کم از کم اتنی ہو کہ اس پر تختہ رکھنے سے وہ تختہ میت کے بدن سے نہ لگیں۔ وحفر قبره مقدار نصف قامة فان زاد فحسن، وإن زاد إلى مقدار قامة فهو أحسن، وطوله على قدر طول الميت وعرضه على قدر نصف طوله. (شامی زکریا ۱۳۸/۳-۱۳۹، ہندیہ ۱۶۶، تاتارخانیہ زکریا ۷۶/۳ رقم: ۳۷۵۰) يوضع فيها الميت بعد ان ينسئ حافته باللبن أو غيره ثم يوضع الميت بينهما ويسقف عليه اللبن أو الخشب ولا يمس السقف الميت. (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۰۷)

تابوت میں دفن کرنا

اگر زمین بہت زیادہ نرم ہو یا سیلاب زدہ ہو تو میت کو کسی صندوق یا تابوت میں رکھ کر دفن کریں، صندوق چاہے لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، سب جائز ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے صندوق میں نیچے تھوڑی سی مٹی بچھا دی جائے۔ ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر أو حديد له عند الحاجة كرخاوة الأرض ويسن أن يفرش فيها التراب. (شامی زکریا ۱۴۰/۳، بیروت ۱۳۰/۳، بہشتی زیور ۹۷/۱۱)

میت کو قبر میں کس طرح اتاریں؟

میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاریں اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے، اور اتارنے والے قبلہ رخ کھڑے ہوں پھر میت کو اٹھا کر قبر میں اتار دیں۔
وَيَسْتَحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ قَبْلِ الْقَبْلَةِ (درمختار) أَيْ فَيَكُونُ الْأَخْذُ لَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةِ
حَالِ الْأَخْذِ. (شامی زکریا ۱۴۰/۳، بیروت ۱۳۱/۳، البحر الرائق کوئٹہ ۱۰۳/۲، زکریا ۳۳۹/۲)

قبر میں اتارنے والوں کی تعداد

قبر میں اتارنے والوں کا طاق عدد یا جفت عدد ہونا ضروری نہیں، آنحضرت ﷺ کو چار آدمیوں نے قبر میں اتارا تھا (حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت علی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہم) وَلَا يَضُرُّ وَتَرَدُّخُ الْقَبْرِ أَمْ شَفَعَ لَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا دَفِنَ أُدْخِلَهُ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ وَفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَصَهْبٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. (البحر الرائق کوئٹہ ۱۹۳/۳، زکریا ۳۳۹/۲)

قبر میں رکھتے ہوئے کیا پڑھیں؟

میت کو قبر میں اتارنے والے میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ پڑھیں: بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. أَنْ يَقُولَ وَاضْعُهُ: "بِسْمِ اللَّهِ الْخ". (الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۴۱/۳، بیروت ۱۳۱/۳)

میت کو قبر میں کون اتارے؟

میت اگر مرد ہو تو اسے قبر میں کوئی بھی مرد اتار سکتا ہے، اور اگر عورت ہو تو ضروری ہے کہ اس کو اتارنے والے اس کے ایسے رشتہ دار ہوں جن سے اس کا نکاح حرام ہے (یعنی ذی رحم محرم) اور اگر یہ نہ ہوں تو اس کو قریبی رشتہ دار اتاریں (یعنی ذی رحم غیر محرم) اور اگر کوئی قریبی رشتہ دار بھی نہ ہو تو اجنبی مرد بھی عورت کو قبر میں اتار سکتے ہیں، عورت کو قبر میں اتارنے کے لئے عورتوں کی ضرورت نہیں۔ وَذُو الرَّحْمِ الْمَحْرُومِ أُولَى بِإِدْخَالِ الْمَرْأَةِ الْقَبْرِ، وَكَذَا الرَّحِمِ غَيْرِ

المحرم أولى من الأجنبي، فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها ولا يحتاج إلى النساء للوضع. (البحر الرائق كونه ۱۹۳/۲، زکریا ۳۳۹/۲)

قبر میں میت کو کس طرح رکھا جائے؟

قبر میں میت کو داہنی کروٹ پر قبلہ رو کر کے لٹانا چاہئے، اس کو فقہاء نے واجب قرار دیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ کروٹ دے کر میت کی پیٹھ کی طرف مٹی کا بڑا ڈھیلا رکھ دیں، یا کروٹ دے کر میت کو قبر کی مشرقی دیوار سے لگا دیں۔ ویوجہ إلیہا وجوباً الخ، وینبغی کونہ علی شقہ الأيمن۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۱۴۱/۳، بہروت ۱۳۲/۳، امداد الفتاویٰ

۷۱۲-۷۱۳، احسن الفتاویٰ ۲۲۵/۴)

میت عورت کو قبر میں اتارتے وقت پردہ

اگر میت عورت ہے تو اسے قبر میں اتارتے وقت چاروں طرف سے چادر وغیرہ کے ذریعہ پردہ کر لیا جائے، تاکہ نامحرموں کی نظر اس کے کفن پر نہ پڑے اور عورت کے محرم ہی اسے قبر میں اتاریں، نامحرم وہاں سے ہٹ جائیں۔ ویسجی قبرھا (درمختار) ای بثوب ونحوہ استحباباً حال إدخالها القبر حتی یسوی اللبن علی اللحد۔ (شامی زکریا ۱۴۲/۳)

قبر اندر سے کیسی ہو؟

قبر کے اندر میت کے ارد گرد پکی اینٹیں یا لکڑی کے تختے اور چٹائی وغیرہ نہ بچھائی جائے، البتہ اوپر سے تختے وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قال فی الحلیۃ: وکرہوا الآجر والواح الخشب وقال الإمام التمر تاشی هذا إذا كان حول الميت فلو فوہ لایکرہ لأنه یكون عصمة من السبع۔ (شامی زکریا ۱۴۲/۳)

قبر پر مٹی ڈالنا

جو مٹی قبر کھودتے ہوئے نکلے وہی دوبارہ قبر پر ڈال دی جائے ادھر ادھر سے اور زیادہ

مٹی نہ ڈالی جائے، اور مٹی ڈالنے والے میت کے سر کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ مٹی ڈالیں، پہلی مرتبہ ڈالتے وقت ﴿مِنْهَا خَلَقْنَكُمْ﴾ دوسری مرتبہ ﴿وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ﴾ اور تیسری مرتبہ ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾ پڑھیں۔ ويهال التراب عليه وتكره الزيادة عليه من التراب لأنه بمنزلة البناء ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثاً. (درمختار) قال في الجوهرية: ويقول في الحثية الأولى ﴿مِنْهَا خَلَقْنَكُمْ﴾ وفي الثانية ﴿وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ﴾ وفي الثالثة ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾. (شامی زکریا ۱۴۲/۳-۱۴۳)

قبر اوپر سے کیسی ہو؟

قبر کو اوپر سے اونٹ کی کوہان کے مشابہ بنایا جائے چوکور اور پختہ نہ بنایا جائے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ أخبرنا أبو حنيفة قال: حدث لنا شيخ يرفعه إلى النبي ﷺ أنه نهى عن تربع القبور وتجصيصها. (شامی زکریا ۱۴۳/۳)

قبر پر تعمیر جائز نہیں

قبر کو پختہ بنانا یا اس پر تعمیر کرنا قبہ وغیرہ بنا کر جائز نہیں ہے۔ وأما البناء عليه فلم أر من اختار جوازه، وفي شرح المنية عن منية المفتي: المختار أنه لا يكره التطيين وعن أبي حنيفة يكره أن يبنى عليه بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك. (شامی ۱۴۴/۳) نہی رسول اللہ ﷺ ان يجصص القبر. (مسلم شریف ۳۱۲/۱)

نوٹ: جن بعض فقہی عبارتوں میں اس سلسلہ میں کچھ نرم باتیں لکھی گئی ہیں وہ احادیث

صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہیں۔ (مرتب)

قبر پر کتبہ لگانے کا حکم

قبر بقاء کی جگہ نہیں؛ بلکہ فنا کی جگہ ہے؛ لہذا اس پر باقاعدہ کتبہ لگا کر محفوظ کرنا روح شریعت کے خلاف ہے؛ اس لئے بعض احادیث میں کتبہ لگانے کی ممانعت آئی ہے، خاص کر موقوفہ قبرستانوں میں کتبہ لگانے سے وہ قبر کی جگہ ایسی متعین ہو جاتی ہے کہ سالوں کے بعد بھی وہاں دوسرے مردے کو دفنایا نہیں جاسکتا، اب اگر ہر شخص کو کتبہ لگانے کی اجازت دی جائے گی، تو بہت جلد قبرستان تنگ پڑ جائے گا، اس لئے عام اموات کے لئے کتبہ لگا کر قبر کو محفوظ کر دینا درست نہ ہوگا؛ البتہ اگر کوئی مقتداء شخص ہو جس کی قبر کی زیارت کے لئے متعلقین حاضر ہوتے ہوں تو اس کے لئے قبر پر کوئی نشانی بشمول کتبہ لگانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے؛ لیکن وہ بھی کوئی لازم اور ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ عبدالحی ۲۳۰) عن جابر قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تجسیص القبور والکتاب فیہا والبناء علیہا والجلوس علیہا. (مستدرک للحاکم ۵۲۵/۱، برقم: ۱۳۷۰) عن المطالب قال: لما مات عثمان بن مظعونٌ أخرج بجنازته، فدفن، فأمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً أن یأتیہ بحجر فلم یستطع حملہ فقام إلیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیه الخ، ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال: أتعلم بها قبر أخي وأدفن إلیہ من مات من أهلی. (أبو داؤد شریف ۴۵۷/۲) وفي الظہیریۃ: ولو وضع علیہ شیء من الأشجار أو کتب علیہ شیء فلا بأس به عند البعض، والحديث المتقدم يمنع الكتابة فلیکن المعول علیہ، لکن فصل فی المحيط، فقال: وإن احتیج إلی الكتابة حتی لا یذهب الأثر ولا یمتھن فلا بأس به، فأما الكتابة من غیر عذر فلا. (البحر الرائق کوئٹہ ۱۹۴/۲، زکریا ۳۴۰/۲-۳۴۱) ولا بأس أيضاً بالكتابة فی حجر، صین به القبر ووضع علیہ لئلا یذهب الأثر فیحترم للعلم بصاحبہ. (طحطاوی علی المراقی دارالکتاب ۶۱۱-۶۱۲)

ویسن کتابۃ اسم المیت لا سیما الصالح لیعرف عند تقادم الزمان؛ لأن النهی عن الكتابة منسوخ كما قاله الحاکم أو محمول علی الزائد علی ما یعرف به حال المیت، وفي قوله: "یسن" محل بحث، والصحیح أن یقال إنه یجوز. (مرقاۃ

المفاتیح ملتان ۷۶/۴)

قبر میں عہد نامہ وغیرہ رکھنا

قبر میں میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنا جس میں کلمہ طیبہ اور بعض آیات قرآنیہ وغیرہ لکھی رہتی ہیں جائز نہیں ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کی بے حرمتی اور اہانت لازم آتی ہے، اسی طرح لکھا ہوا کفن بھی میت کو پہنانا درست نہیں ہے۔ قال فی الشامی بحثاً: فالمنع هنا بالأولیٰ ما لم یثبت عن المجتہد أو ینقل فیہ حدیث ثابت فتأمل. (شامی زکریا ۱۰۷/۳)



شہید کا بیان

اسلام میں شہید کا مقام

”راہِ حق میں اخلاص کے ساتھ اپنی جان نچھاور کر دینا یا بحالتِ مظلومی قتل ہو جانا“ جس کو اسلامی اصطلاح میں ”شہادت“ کہا جاتا ہے، اسلام کی نظر میں بہت اونچے درجہ کا عمل ہے، اور ایسا شخص اخروی زندگی کے اعتبار سے نہایت خوش نصیب اور خوش بخت قرار پاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کا مقام اور ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دے گئے میری راہ میں، اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے، ضرور ان لوگوں کی تمام خطا کیں معاف کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے، اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

قَالِذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُودُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَا كُفْرَنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ، وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ. (ال عمران: ۱۹۵)

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں (جس میں) قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ (کیا گیا) ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنی اس بیج پر جس کا تم نے اس سے (یعنی اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناد، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ، يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ، وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ، وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.

(التوبة: ۱۱۱)

ایک دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُونَ. فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ، وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ
يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ، أَلَّا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. يَسْتَبْشِرُونَ
بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا
يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ.

(ال عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۰)

اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ
مت خیال کیجئے؛ بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے
مقرب ہیں، انہیں رزق بھی ملتا ہے، اور اس چیز سے
وہ خوش ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا
فرمائی ہے، اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ)
ان کے پیچھے رہ گئے ہیں (یعنی وہ ابھی زندہ ہیں) ان
کی بھی اس حالت پر وہ (شہداء) خوش ہوتے ہیں کہ
ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ
وہ مغموم ہوں گے، وہ (شہداء) اللہ تعالیٰ کے فضل اور
اس کی نعمت پر خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے بھی
کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان (کے اعمال) کا اجر ضائع
نہیں فرماتے۔

مذکورہ آیت کے شان نزول میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے
ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ”غزوہ احد میں جو تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ہرے
پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر آتے جاتے ہیں، اور جنت کے پھلوں کو کھاتے ہیں اور پھر
عرش کے نیچے لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں، چنانچہ جب انہوں نے اپنے کھانے پینے اور
ٹھہرنے کے شاندار انتظام کو دیکھا تو یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش! ہمارے دنیا میں رہ جانے والے بھائیوں کو اس
بات کا پتہ چل جاتا کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیسا عمدہ معاملہ فرمایا ہے؛ تاکہ وہ جہاد میں دل چسپی لیتے اور
راہ حق میں لڑنے سے نہ گھبراتے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں یہ بات ان تک پہنچا دوں گا، چنانچہ یہ
آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا﴾ الخ نازل ہوئی۔ (مسند احمد، ابن کثیر مکمل ۲/۷۹)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ (غزوہ احد کے بعد) ایک دن پیغمبر ﷺ
نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ: ”میاں جابر! میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں“، میں نے عرض کیا کہ: ”اے اللہ کے
رسول! میرے والد (غزوہ احد میں) شہید ہو گئے اور انہوں نے قرضوں کا اور عیال داری کا بوجھ چھوڑا ہے۔“
یہ سن کر پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ گو کہ اللہ تعالیٰ حجاب کے بغیر کسی سے گفتگو

نہیں فرماتے؛ لیکن انہوں نے تمہارے والد سے بالمشافہہ گفتگو کی اور فرمایا کہ تم مجھ سے جو چاہا ہو مانگو میں عطا کروں گا، تو تمہارے والد نے درخواست کی کہ میری خواہش یہ ہے کہ میں دوبارہ دنیا میں جا کر آپ کے راستہ میں جان کا نذرانہ پیش کروں، تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ان کو دنیا کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا، تو تمہارے والد نے درخواست کی کہ رب العالمین! میری اس عمدہ حالت کی خبر میرے پیچھے رہ جانے والوں کو بتا دیجئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۲۷۹، ترمذی شریف حدیث: ۳۰۱۰)

اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں شہید کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ لَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيَقْتُلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكِرَامَةِ. (بخاری شریف ۳۹۵/۱، حدیث: ۲۷۳۳، الترغیب والترہیب ۳۱۳)

کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ تو وہاں سے دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرتا ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی کوئی چیز ملے؛ لیکن شہید (کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے) وہ (اللہ کے یہاں اپنا اعزاز دیکھ کر) یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں جا کر دس مرتبہ پھر راہِ حق میں جان نچھاور کرے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الشُّهَدَاءُ عَلَى بَارِقٍ نَهْرٍ بَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَعَشِيًّا. (مسند احمد ۲۶۶/۱، ابن حبان حدیث: ۴۶۳۹، الترغیب والترہیب ۳۱۸)

شہید حضرات جنت کے دروازہ پر ایک نہر کے قریب ایک ہرے قبہ میں ہوں گے وہاں ان کے لئے صبح و شام جنت سے کھانے پینے کا انتظام ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی شخص نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک کالا بدبودار اور بد صورت شخص ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے، اگر میں ان مشرکین سے قتال کروں اور شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: ”تمہارا ٹھکانہ جنت میں ہوگا“، چنانچہ وہ شخص جہاد میں جا کر شہید ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نعش پر

آ کر ارشاد فرمایا:

قَدْ بَيَّضَ اللَّهُ وَجْهَكَ وَطَيَّبَ رِيْحَكَ وَآكْثَرَ مَالَكَ.

اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے کو منور کر دیا، تمہیں خوشبو دار بنادیا اور تم کو دولت مند بنادیا۔

پھر صحابہؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ ”میں نے جنت کی حوروں میں سے اس کی بیوی کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ اس کا اونی جبہ نکال کر اس سے لپٹ رہی تھی“۔ (رواہ الحاکم ۹۳۲، الترغیب والترہیب ۳۱۸) اور ایک روایت میں حضرت عبادہ بن صامتؓ نبی اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ سَبْعَ خِصَالٍ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ وَيَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُحَلَّى حُلَّةَ الْإِيمَانِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَرْعِ الْأَكْبَرِ وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، الْيَاقُوتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعَيْنِ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ:

(رواہ احمد، المتجر الرابع فی ثواب العمل)

(الصالح ۲۵۵)

شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۷ اہم انعامات ہوتے ہیں: (۱) خون کا پہلا فوارہ نکلتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے (۲) اور جنت میں اس کا ٹھکانا پہلے ہی دکھلادیا جاتا ہے (۳) اور اس کو ایمانی جوڑا پہنایا جاتا ہے (۴) اور اسے عذاب قبر سے پناہ دی جاتی ہے اور وہ قیامت کی عظیم ہول ناکی سے محفوظ رہے گا (۵) اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا ایک موتی دنیا و ما فیہا سے زیادہ شاندار ہوگا (۶) اور اس کی ۷۲ بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کرائی جائے گی (۷) اور اس کے ۷۰ قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

الغرض شہادت بہت بڑی سعادت ہے، جس کی تمنا ہر مومن کو رہنی چاہئے، چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص صدق دلی سے شہادت کا متمنی رہے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شہیدوں کے درجوں سے نوازیں گے گو کہ اس کی موت بستر پر آئی ہو“۔ (مسلم شریف عن ہبل بن حنیف حدیث ۸۰۹)

شہید کی قسمیں

انجام اور احکام کے اعتبار سے شہید کی درج ذیل تین قسمیں پائی جاتی ہیں:

الف: دنیاوی و اخروی شہید (شہید کامل): یعنی وہ شخص جو ظلم و اذہار و آراء سے قتل کیا جائے یا صدق دل سے جہاد کرتے ہوئے شہادت کی سعادت حاصل کرے، اس کو آخرت میں شہادت کا

مرتبہ نصیب ہوگا اور دنیا میں بھی اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

ب: **اخروی شہید**: یہ شخص ہے کہ جو جہاد وغیرہ میں شہادت نہ پائے؛ لیکن اپنے جان و مال کے دفاع میں مارا جائے یا پیٹ کی بیماری میں وفات پائے یا طاعون وغیرہ میں اس کی موت آئے، جس کی تفصیلات متعدد احادیث اور کتب فقہ میں موجود ہیں۔

ج: **صرف دنیاوی شہید**: ایسا منافق یا بد نیت شخص جو محض دکھاوے کے لئے جہاد میں شریک ہو کر مارا جائے تو اس پر اگرچہ دنیاوی اعتبار سے شہید کے احکام جاری ہوں گے؛ لیکن آخرت میں اس کو شہادت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی صراحت بھی بعض احادیث میں موجود ہے۔ (مستفاد: شامی ذکر یا ۳/۱۵۷-۱۶۱)

ذیل میں شہید سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جا رہے ہیں:

شہید کے احکام

شہید کامل کی شرائط

جس شہید کے ساتھ تجہیز و تکفین میں خصوصی معاملہ کیا جاتا ہے اس کے لئے سات شرائط پائی جانی لازم ہیں، اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو اس پر دنیا میں شہید کے احکامات جاری ہوں گے، اور اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو اس پر شہید کا حکم جاری نہ ہوگا، وہ شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا

شہید کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے؛ لہذا غیر مسلم کے واسطے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہو کل مکلف مسلم (تنویر الابصار) اما الکافر فلیس بشہید وان قتل ظلماً فلقربیہ المسلم تغسیلہ۔ (شامی ذکر یا ۳/۱۵۸)

(۲) مکلف ہونا

شہید وہی کہلائے گا جو شرعاً مکلف یعنی عاقل بالغ ہو؛ لہذا اگر بچہ کو ظلماً قتل کر دیا گیا یا پاگل

شخص کو قتل کیا گیا تو اس پر دنیا میں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ ہو کل مکلف (تنویر

الابصار) ہو البالغ العاقل خرج به الصبی والمجنون . (شامی زکریا ۱۵۸/۳)

(۳) حد اکبر سے پاک ہونا

شہید کامل کے احکام اسی شخص پر جاری ہوں گے جو شہادت کے وقت حالت جنابت میں نہ رہا ہو؛ لہذا اگر کوئی جنبی شہید ہوا، یا عورت حیض و نفاس کی حالت میں شہید ہوئی تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور عام میت کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ (طاہر) ای
لیس به جنابة ولا حیض ولا نفاس ولا انقطاع احدهما کما هو المتبادر فاذا
استشهد الجنب يغسل . (شامی زکریا ۱۵۸/۳)

(۴) ظلماً مقتول ہونا

شہید کے احکام جاری ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسے ناحق قتل کیا گیا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی حق کی وجہ سے قتل ہو مثلاً اس پر قصاص لازم ہو یا خود بخود کسی حادثہ میں مارا جائے تو اس پر دنیا میں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ قتل ظلماً بغیر حق (درمختار)
وقيد بالقتل لانه لو مات حتف انفه او ابترد او حرق او غرق او هدم لم یکن
شهيداً فی حکم الدنيا وان کان شهيداً الاخرة کما سیأتی، وبقوله ظلماً لما یأتی
من انه لو قتل بحد او قصاص مثلاً لا یكون شهيداً فیغسل . (شامی زکریا ۱۵۹/۳)

(۵) مسلمان یا ذمی کے ذریعہ آلہ دھاردار سے مارا جانا

اگر مقتول کو قتل کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی ہو تو اس مقتول پر شہادت کے احکام جاری ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسے زخمی کر دینے والے دھاردار آلہ سے قتل کیا گیا ہو، اس میں مسلمان یا ذمی کی قید سے اس صورت سے احتراز مقصود ہے جب کہ قتل کا واقعہ حربی کافر یا باغی یا ڈاکوؤں کی طرف سے پیش آیا ہو، تو اس میں دھاردار آلہ سے قتل کرنا شرط نہیں؛ بلکہ یہ لوگ جس طرح بھی ماریں مقتول پر شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

اور آلہ دھاردار کی قید سے اس صورت کا استثناء مقصود ہے جب کہ پتھر وغیرہ مار کر قتل کیا ہو کہ اگر مسلمان یا ذمی آلہ دھاردار کے علاوہ سے کسی کو قتل کریں تو ایسے مقتول پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ بجارحة ای بما یوجب القصاص (درمختار) وهذا قید فی غیر من قتله باغ او حربی او قاطع طریق بقرینة العطف الاتی واحترز بها عن المقتول بمثل فانہ لا یوجب القصاص عندہ. (شامی زکریا ۱۰۹/۳)

(۶) قتل کی سزا میں اصالۃ قصاص واجب ہونا

شہید کے احکام جاری ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مقتول کے قتل پر شرعی طور پر ابتداء دیت یا مال واجب نہ ہو؛ بلکہ قصاص ہی واجب ہو، اس قید کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جن صورتوں میں قتل پر اصالۃ دیت واجب ہوتی ہے ان میں مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے، مثلاً کسی مسلمان یا ذمی کا کسی شخص کو غیر دھاردار آلہ سے قتل کرنا، یا دھاردار آلہ سے خطا قتل کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اگر ابتداء قصاص واجب ہوا تھا؛ لیکن پھر عارض کی وجہ سے مال واجب ہو گیا مثلاً وارثین نے مال پر صلح کر لی یا خود باپ نے بیٹے کو قتل کر ڈالا، تو ایسی صورت میں اگرچہ مال لازم ہوا ہے؛ لیکن چوں کہ اصل حکم قصاص کا تھا جو عارض (صلح یا ابوت) کی وجہ سے ساقط ہو گیا؛ اس لئے اس مقتول پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ ولم یجب بنفس القتل مال؛ بل قصاص حتی لو وجب المال بعارض كالصلح او قتل له ابنه لا تسقط الشهادة (درمختار) فالحاصل أنه إذا وجب بقتله القصاص وإن سقط لعارض أو لم یجب بقتله شیء أصلاً فهو شہید كما علمته. أما إذا وجب به المال ابتداء فلا، وذلك بأن كان قتله شبه العمد كضرب بعضاً أو خطأ كرمی غرض فأصابه أو دیا جری مجراہ الخ. (شامی زکریا ۱۶۰/۳)

(۷) زخمی ہونے کے بعد زندگی سے نفع نہ اٹھانا

شہید شرعی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زخمی ہونے کے بعد (اور حالت جنگ میں

معرکہ ختم ہونے کے بعد) اپنی زندگی سے معتد بہ نفع نہ اٹھا سکا ہو، مثلاً کھانے پینے یا دوا علاج کرنے کی مہلت اسے نہ ملی ہو اور نہ ہی ہوش و حواس کے ساتھ ایک نماز کا وقت یا ایک دن رات اس پر گزرے ہوں اور نہ ہی اسے جنگ ختم ہونے کے بعد بلا عذر جائے حادثہ یا مقام معرکہ سے اٹھا کر لایا گیا ہو۔ (اور اگر دوران جنگ اسے منتقل کیا جائے یا جنگ جاری رہتے ہوئے وہ زخمی ہونے کے بعد زندگی سے کچھ نفع اٹھائے تو شہادت کا حکم ساقط نہیں ہوتا) ولم یحمل عن مکانہ حیاً ولم ینتفع بحیاتہ ولم یبق حیاً بعد الجراحة یوماً وليلة۔ (المحیط البرہانی ۵۲/۳، تاتاریخانیہ زکریا ۱۹/۳ رقم: ۳۶۲۲) أو جرح وارتث وذلک بأن أکل أو شرب أو نام أو تداوی ولو قليلاً أو اوی خیمۃً أو مضی علیہ وقت صلاةً وهو یعقل ویقدر علی أدائها، أو نقل من المعركة وهو یعقل الخ۔ (درمختار زکریا ۱۶۲/۳-۱۶۳) وهذا کله اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا ای فی الحرب لا یصیر مرتثاً بشيء مع ما ذکر وکل ذلک فی الشہید الکامل۔ (درمختار زکریا ۱۶۴/۳)

شہید کے احکامات

شہید کامل کے احکامات درج ذیل ہیں:

- (۱) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ اس کے بدن پر لگا ہوا خون اس سے زائل کیا جائے گا، (البتہ اگر شہید کے بدن پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست لگی ہو تو اسے دھویا جائے گا)
- (۲) شہید شہادت کے وقت جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں کپڑوں کو اس کے جسم سے اتارا نہیں جائے گا۔ (۳) اگر وہ کپڑے مسنون عدد سے کم ہوں تو اس کے بقدر کپڑوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (۴) اور اگر اس کے بدن کے کپڑے عدد مسنون سے زائد ہوں تو زائد کپڑے اتار لئے جائیں گے۔ (۵) اسی طرح اگر بدن پر ایسی چیز ہو جو کفن نہ بن سکے مثلاً چمڑے کا کوٹ یا ٹوپی یا جوتا یا ہتھیار وغیرہ تو انہیں بہر حال اتار لیا جائے گا۔ ویکفن الشہید فی ثیابہ الذی علیہ لقولہ علیہ الصلاة والسلام ”زملوہم بشیابہم“، ولحدیث زید بن صوحان وصخر

بن عدی "لا تنزعوا عني ثوباً ولا تغسلوا عني دماً" الخ، غير أنه ينزع عنه السلاح والجلود والفرو والحشو والخف والقلنسوة وكل ما ليس من جنس الكفن لما روي عن علي رضي الله عنه قال: ينزع عنه العمامة والخفاف والقلنسوة. (المحيط البرهاني ۶۳/۳، تاتارخانية زكريا ۲۴/۳ رقم: ۳۶۴۶) فينزع عنه ما لا يصلح للكفن ويزاد إن نقص ما عليه عن كفن السنة وينقص إن زاد لأجل أن يتم كفنه المسنون ويصلى عليه بلا غسل ويدفن بدمه وثيابه، لحديث: زملوهم بكلوهمهم. (درمختار ۱۶۱/۳) ولو كان في ثوب الشهيد نجاسة تغسل كذا في العتابية. (عالمگیری ۱۶۸/۱)

ڈاکوؤں کے ہاتھوں مقتول کا حکم

جس شخص کے گھر پر ڈاکو چڑھ آئیں یا اسے راستہ میں گھیر کر مار ڈالیں تو ایسے شخص پر شہید کامل کے احکامات جاری ہوں گے کہ اسے نہ تو غسل دیا جائے گا اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں گے۔ ولو نزل عليه اللصوص ليلاً في المصر فقتل بسلاح أو غيره أو قتله قطاع الطريق خارج المصر بسلاح أو غيره فهو شهيد لأن القتل لم يخلف في هذه المواضع بدلاً هو مال. (بدائع الصنائع ۶۶/۲، شامی ۱۶۲/۲، البحر الرائق کوئٹہ ۱۹۹/۲، زکریا ۳۴۹/۲-۳۵۰)

فرقہ وارانہ فسادات میں شہید ہونے والے کا حکم

ہندو مسلم فساد میں جو مسلمان مقتول ہو اس پر بھی شہید کامل کے احکام جاری ہوں گے، اور اسے بلا غسل و کفن نماز پڑھ کر دفن دیا جائے گا۔ و کذا يكون شهيداً لو قتله باغ أو حربی أو قاطع طريق. (درمختار مع الشامی زکریا ۱۶۰/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۴۵۳/۱۳-۴۵۰-۴۵۶-۴۵۹-۴۶۰)

دشمن کی بمباری میں شہید ہونے والے کا حکم

جو شخص دشمن کی بمباری میں یا خود کش حملہ میں مقتول ہو اس پر بھی شہید کے احکام جاری کئے جائیں گے۔ والمكابرون في المصر ليلاً بمنزلة قطاع الطريق كما في البحر

عن شرح المجمع فمن قتلوه ولو بغير محدد فهو شهيد. (شامی زکریا ۱۶۰/۳)
 ولو كان المسلمون في سفينة فرماهم العدو بالنار فاحترقوا من ذلك وتعدى
 إلى سفينة أخرى فيها المسلمون فاحترقوا فهم كلهم شهداء كذا في الخلاصة.
 (عالمگیری ۱۶۸/۱، مستفاد امداد الاحکام ۴۵۵/۲)

آپسی لڑائی میں مارے جانے والوں کا حکم

اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں آپس میں لڑائی ہو اور اس میں لوگ مارے جائیں تو اگر
 ان میں سے ایک جماعت یقیناً ظالم ہو اور دوسری مظلوم ہو تو مظلوم جماعت کے مقتولین پر شہید کا
 حکم جاری ہوگا، اور اگر یہ طے نہ کیا جاسکے کہ کون ظالم اور کون مظلوم ہے تو کسی بھی مقتول پر شہید کا
 حکم جاری نہ ہوگا۔ وفي البحر عن المجتبی: إذا التقت سريتان من المسلمين وکل
 واحدة ترى أنهم مشرکون فاجلوا عن قتلی من الفريقین، قال محمد: لا دية
 علی أحد ولا كفارة لأنهم دافعون عن أنفسهم ولم یذكر حکم الغسل ویجب أن
 یغسلوا لأن قاتلهم لم یظلمهم، ومفاده أنه لو كانت إحدى الفرقین ظالمة
 للأخری بأن علموا حالهم لا یغسل من قتل من الأخری وإن جهل قاتله عینا
 لكونه مدافعاً عن نفسه وجماعته. (شامی زکریا ۱۶۰/۳)



کتاب الصوم

(روزہ کا بیان)



قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○

(البقرة: ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر (رمضان کے) روزے فرض کئے گئے ہیں

جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے؛ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ،

وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ،

وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

(بخاری شریف ۲۵۵۱/۱ حدیث: ۱۸۶۳، مسلم شریف ۲۵۹۱/۱،

مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱)

ترجمہ: جو شخص ایمان اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش

دے جائیں گے، اور جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان میں عبادت کرے اس کے گزشتہ

معاصی معاف کر دے جائیں گے، اسی طرح جو شخص شبِ قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ

مشغولِ عبادت رہے اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دے جاتے ہیں۔



رمضان المبارک اور رویتِ ہلال

رمضان المبارک؛ افضل ترین مہینہ

”رمضان المبارک“ ہجری تقویم کے اعتبار سے نواں مہینہ ہے، اسلام میں اس مہینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ، يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

(البقرة ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اس کا وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالة ہے، منجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں، سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے، اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کرنا نہیں چاہتا، اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کر لیا کرو، اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پانے پر اس کی بزرگی بیان کیا کرو اور تاکہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک اور قرآن کریم کے درمیان خاص ربط ہے؛ لہذا اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور تعلیم و تعلم کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس مہینہ کی مخصوص عبادت روزہ ہے، جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ روزہ کا حکم لوگوں کو مشقت میں ڈالنے کے لئے دیا گیا ہے، اس لئے آگے یہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس پر سردست روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ دوسرے وقت جب سہولت ہو اس فرض سے سبک دوش ہونے کی گنجائش ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد تنگی میں ڈالنا نہیں؛ بلکہ یسر اور سہولت پیدا کرنا ہے۔

لہذا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ سہولت اور شفقت کا معاملہ ہے تو بجا طور پر بندوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم بجالائیں اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری میں کوئی کمی نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں، آمین۔

رمضان کا تعارفی خطبہ

سیدنا حضرت سلمان فارسی ؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک ایسی رات (شب قدر) ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے (یعنی اس ایک رات میں عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ملتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے دنوں کا روزہ فرض اور راتوں کی عبادت نفل قرار دی ہے، جو شخص اس مہینہ میں ایک نیک عمل کے ذریعہ قرب خداوندی کا طالب ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے دیگر مہینہ میں فرض عمل کرے (یعنی نفل کا ثواب فرض کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے) اور جو شخص کوئی فریضہ بجالائے (دو) ایسا ہے جیسے دیگر مہینوں میں ستر فرض ادا کرے (یعنی رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے)

اے لوگو! یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب اور بدلہ جنت ہے، اور یہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو آدمی اس مبارک مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ ملتا ہے، اور روزہ دار کے ثواب میں کمی کئے بغیر افطار کرانے والے کو بھی اس کے بقدر اجر سے نوازا جاتا ہے۔“

یہ سن کر صحابہ ؓ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر آدمی اپنے اندر اتنی وسعت نہیں پاتا کہ وہ دوسرے کو (باقاعدہ) افطار کرائے، اور اس کے ثواب سے بہرہ یاب ہو۔“

اس سوال پر رحمت عالم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو ایسا جواب دیا جس سے ان کی مایوسی خوشیوں میں بدل گئی، آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ یہ انعام ہر اس شخص پر فرماتے ہیں جو کسی بھی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ، ایک عدد کھجور حتیٰ کہ ایک گھونٹ پانی پلا کر بھی افطار کرادے، ہاں جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے تو اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن میرے حوض کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے گی تا آن کہ وہ جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائے گا۔“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ

جہنم سے آزادی کا ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (خادم اور ملازم وغیرہ) کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ جل شانہ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی دیتے ہیں۔ اے لوگو! اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو: (۱) کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ۔ (۲) استغفار (۳) جنت کی طلب (۴) آگ سے پناہ۔ (مشکوٰۃ شریف ۱/۲۷۱، البیہقی فی شعب الایمان ۳/۳۰۵)

یہ تفصیلی خطبہ رمضان المبارک کا بہترین منشور ہے، جس سے اس ماہ مبارک کی قدر و قیمت کا آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اسے بار بار پڑھیں اور اس کے مطابق اپنے اندر عمل کا جذبہ پیدا کر کے رمضان کی برکتوں کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی کوشش کریں۔

نبی کریم ﷺ کا رمضان کا اہتمام فرمانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد سے پہلے ہی اس کی تیاری شروع فرمادیتے تھے، خاص کر شعبان کا مہینہ رمضان کے انتظار میں گذرتا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَا رَمَضَانَ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْهِ عَدَّةٌ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَلَّمَ.

آنحضرت ﷺ جتنا شعبان کے ایام گننے کا اہتمام کرتے تھے اتنا دیگر کسی مہینہ کا اہتمام نہ فرماتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے، اگر مطلع ابراؤد ہوتا تو ۳۰ کا عدد پورا فرماتے تھے۔ (ابوداؤد شریف ۳۱۸/۱، مشکوٰۃ شریف ۱/۲۷۱)

(۱۷۴/۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۲۹ شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اگر اس دن چاند نہ دکھائی دے تو تیس کا عدد پورا کر لینا چاہئے۔

امت محمدیہ پر پانچ خصوصی عنایاتیں

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی امتیازی خوبیاں عطا ہوئی ہیں جو اور کسی امت کو عطا نہیں ہوئیں اور وہ درج ذیل ہیں:

خَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ (۱) روزہ دار کے منہ کی بوا اللہ کے نزدیک مشک سے الْمِسْكِ، وَتُسْتَغْفَرُ لَهُمُ الْحَيَاتَانِ حَتَّى يُفْطَرُوا، وَيُزَيْنَ اللَّهُ

زیادہ پسندیدہ ہے (۲) ان کے لئے سمندر کی مچھلیاں افطار کے وقت تک استغفار کرتی رہتی ہیں (۳) اور

عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: يَوْشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمْ الْمَوْئِنَ، وَيَصِيرُوا إِلَيْكَ، وَتُصَفَّدَ فِيهِ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ، فَلَا يَخْلُصُوا فِيهِ إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ، وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوقَى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ. (مسند

احمد بن حنبل ۲۹۲/۲، شعب الإيمان ۱۳

۳۰۳، الترغيب والترهيب ۵۵/۲)

اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو آراستہ کر کے فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقت اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں گے (۴) اور سرکش شیطان رمضان میں قید کر دئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ رمضان کے زمانہ میں ان برائیوں تک نہیں پہنچتے جن برائیوں کی طرف غیر رمضان میں پہنچ جاتے ہیں (۵) اور رمضان کی آخری رات میں ان کے لئے مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ مغفرت شب قدر میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ کام ختم ہونے پر مزدور کو پوری اجرت سے نوازا جاتا ہے۔“

رمضان میں گناہوں کی بخشش

رمضان المبارک میں اللہ رب العالمین کی طرف سے بندوں کی بخشش کے بے شمار اسباب عام کر دیئے جاتے ہیں، اور جو شخص بھی یقین کامل اور حصول ثواب کی نیت سے کوئی بھی عمل خیر انجام دیتا ہے، اسے قبولیت نصیب ہوتی ہے اور وہ عمل اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے، اور جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان میں عبادت کرے اس کے گزشتہ معاصی معاف کر دئے جائیں گے، اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ مشغول عبادت رہے اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (بخاری شریف ۲۵۵/۱)

حدیث: ۱۸۶۳، مسلم شریف ۲۵۹/۱

مشکوٰۃ شریف (۱۷۳/۱)

اس حدیث میں دو لفظ آئے ہیں ایک ایمان دوسرے احتساب، ایمان کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر یقین کامل ہو اور احتساب کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ ثواب کی نیت سے رکھا جائے، اور اور ہر ایسی بری بات سے بچا جائے جس سے روزہ کے ثواب میں کمی آ جاتی ہے۔ (مستفاد: مرقاة المفاتیح بیروت ۳۸۸/۴)

رمضان میں خیر کی توفیق

رمضان المبارک میں سرکش شیاطین کو قید کر دینے کی وجہ سے پورے عالم کا ماحول روحانی بن جاتا ہے، اور جو لوگ سال بھر خیر کے کاموں سے دور رہتے ہیں وہ بھی اس ماحول سے حائر ہو کر کسی نہ کسی درجہ میں عبادت و اطاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور فرشتوں کی طرف سے عبادت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور برائی کا ارادہ کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنات قید کر دیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا، اور جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک آواز لگانے والا آواز دیتا ہے کہ اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے! پیچھے ہٹ، اور اللہ کے لئے (رمضان میں) بہت سے لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ہر رات ہوتا ہے۔

إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنَّةِ وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ.

(جامع ترمذی ۱۴۷۱۱ سنن)

ابن ماجہ ۱۱۹، مشکوٰۃ شریف (۱۷۳۱)

فرشتوں کی یہ ندا اگرچہ کانوں سے سنائی نہیں دیتی؛ لیکن انسانی روح ضرور اس نداء کو محسوس کرتی ہے، اور رمضان المبارک میں غیر رمضان کے مقابلہ میں عبادات اور اعمال خیر انجام دینا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

رمضان کے استقبال میں جنت کی آراکش

رمضان المبارک کے استقبال میں پورے سال جنت کو سجایا جاتا رہتا ہے؛ اس لئے کہ اس مہینہ کے عبادت گزاروں سے جنت آباد ہوگی، سوان کے اعزاز و اکرام کے لئے تیاریاں جاری رہتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی منظر کشی ان الفاظ میں فرمائی ہے:

رمضان کے لئے جنت کو شروع سال سے اگلے سال تک سجایا جاتا ہے، پھر جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو ایک مخصوص ہوا عرش خداوندی کے نیچے سے جنت کے درخت کے پتوں سے گذرتی ہوئی خوبصورت آنکھوں

إِنَّ الْجَنَّةَ تَزُخَرُفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلِ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُورِ

الْعَيْنِ فَيَقْلَنَ يَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ
أَزْوَاجًا تَقْرُبُهُمْ أَعْيُنُنَا وَتَقْرَأُ أَعْيُنُهُمْ بِنَا.
(بیہقی فی شعب الایمان ۳۱۲/۳ حلیث:

۳۶۳۳، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۷۴)

والی حوروں تک پہنچتی ہے تو وہ عرض کرتی ہیں:
”اے پروردگار! ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے
جوڑے منتخب فرما جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب
ہو اور ان کو ہمارے ذریعہ سے آنکھوں کا چین نصیب ہو۔“

واقعی کیسی روح افزا بشارت ہے جس کے تصور ہی سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے، اور بدن کے روئیں
روئیں سے رب العالمین کی شکر گزاری کے جذبات ابھر کر آتے ہیں، اور عبادت و اطاعت میں عجیب کیف
و سرور محسوس ہوتا ہے۔

رمضان میں لاکھوں افراد کی جہنم سے خلاصی

رمضان المبارک رحمتوں کا عام سیزن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پورے جوش میں ہوتی ہے،
اور ذرا ذرا سے بہانے سے بندوں کی مغفرت کے فیصلے کئے جاتے ہیں، اور ایک رمضان میں لاکھوں لاکھ
لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور انہیں پاک و صاف زندگی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مرسل نقل فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر رات میں چھ لاکھ لوگوں
کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں، اور جب آخری رات
ہوتی ہے تو گزشتہ آزاد شدہ لوگوں کے بقدر لوگ (ایک
ہی رات میں) آزاد کئے جاتے ہیں۔

إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ
رَمَضَانَ سِتِّ مِائَةِ أَلْفٍ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ،
فَإِذَا كَانَ آخِرُ لَيْلَةٍ أُعْتِقَ اللَّهُ بِعَدَدِ مَنْ
مَضَى. (شعب الایمان للبیہقی ۳۰۳/۳،

الترغیب والترہیب ۲/۶۳)

رمضان کے روزہ کی تلافی نہیں ہو سکتی

رمضان کے بابرکت ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ بلا شرعی
عذر کے چھوڑ دے تو اگر پوری زندگی بھی اس کے بدلہ روزہ رکھتا رہے گا، تو بھی اس ایک روزہ کی تلافی نہیں
ہو سکتی۔ جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے:

جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر کسی
عذر اور بیماری کے چھوڑ دے تو زمانہ بھر کا روزہ رکھنا
بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتا اگرچہ وہ روزہ رکھتا
رہے۔

مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ
رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يُقْضَ عَنْهُ صَوْمُ
الذَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ. (ترمذی شریف

۱۵۳/۱-۱۵۴، ابوداؤد شریف ۱/۳۲۶،

مشکوٰۃ شریف ۱/۱۷۷)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی اور انمول ہے کہ اس کی تلافی پوری زندگی کی عبادت سے بھی نہیں ہو سکتی، اس کے باوجود جو شخص ماہ مبارک کے روزہ سے محروم رہے اس سے بڑا محروم اور کون ہو سکتا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے لمحات سب سے زیادہ قیمتی ہیں، اسی میں وہ شب قدر بھی آتی ہے جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشرہ اخیرہ میں عبادت کے لئے کمر کس لیا کرتے تھے، چنانچہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ راتوں رات عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے، اور خوب محنت فرماتے اور کمر کس لیتے تھے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَى اللَّيْلَ وَأَيَّقُظُ أَهْلَهُ وَجَدُّ وَشَدُّ الْمِثْرَ. (مسلم شریف ۳۷۲/۱ بخاری شریف ۲۷۱/۱، المنتقى ۱۴۶)

نیز فرماتی ہیں:

رسول اکرم ﷺ آخری عشرہ میں عبادت میں جس قدر محنت فرماتے تھے اتنا دوسرے ایام میں نہیں فرماتے تھے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا. (مسلم شریف حدیث: ۱۱۷۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۱۹/۳)

اس لئے ہم لوگوں کو بھی چاہئے کہ رمضان کے آخری دن اور راتوں کی قدر کریں اور انہیں فضول مشاغل میں ضائع نہ کریں۔

رمضان کی ناقدری کرنے والے کے لئے بددعا

مذکورہ بالا ہدایات کے باوجود جو شخص رمضان المبارک کو لاپرواہی کے ساتھ ضائع کر دے اور اس کا حق ادا کر کے اپنے کو مستحق رحمت نہ بنائے، یقیناً اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے، جس کی تائید درج ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے:

حضرت کعب بن عجرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں منبر سے قریب ہونے کا حکم دیا

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحْضَرُوا الْمِنْبَرَ،

فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ:
 آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ:
 آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ:
 آمِينَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ
 ﷺ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا
 كُنَّا نَسْمِعُهُ؟ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ
 السَّلَامَ عَرَضَ لِي، فَقَالَ بَعْدَ مَنْ
 أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ:
 آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعْدَ مَنْ
 ذُكِرَتْ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ،
 فَقُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ:
 بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبْوِيهِ الْكِبَرِ عِنْدَهُ أَوْ
 أَحْلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ:
 آمِينَ. (الترغيب والترهيب ٥٦٢، شعب

الإيمان ٢١٥/٢ حديث: ١٥٧٢)

ہم حاضر ہو گئے، پھر جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم
 رکھا تو فرمایا ”آمین“، جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا
 ”آمین“، جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا ”آمین“،
 ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپ سے
 ایسی بات سنی جو پہلے نہیں سنی تھی، تو آپ ﷺ نے ارشاد
 فرمایا کہ (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا) اس وقت
 حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے یہ بدعا
 کی تھی کہ وہ شخص ہلاک ہو جسے رمضان کا مہینہ ملے پھر بھی
 اس کی مغفرت نہ ہو، تو میں نے کہا ”آمین“، پھر جب
 دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا وہ شخص برباد ہو
 جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کیا جائے اور وہ
 آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے، تو میں نے کہا ”آمین“، پھر جب
 تیسرے درجہ پر چڑھا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا
 کہ وہ شخص بھی ہلاک ہو جو اپنی زندگی میں اپنے والدین یا
 ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پائے اور وہ
 اسے جنت میں داخل نہ کرائیں تو میں نے کہا: ”آمین“۔

افسوس ہے کہ آج رمضان المبارک کی قدر دانی میں بڑی کوتاہیاں پائی جا رہی ہیں اور اس کا اظہار
 کرتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے کہ تمام تر آسائیاں پائی جانے کے باوجود ہمارے معاشرہ میں بلا عذر روزہ
 خوروں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، رمضان کے مقدس دنوں میں گلیوں اور محلوں میں چائے کے ہوٹل
 کھلے نظر آتے ہیں، اور برسر عام ماہ مبارک کی توہین کی جاتی ہے۔ رمضان کی مبارک راتیں عبادت میں کم، اور
 سیر و تفریح اور گپ شپ میں زیادہ صرف ہوتی ہیں، اور جوں جوں عید کا زمانہ قریب آتا ہے اور رمضان کا
 آخری عشرہ اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ سایہ نکلن ہوتا ہے تو مسجدوں کے بجائے بازاروں کی رونق بتدریج
 بڑھتی چلی جاتی ہے، اور کیا مرد کیا عورتیں، کیا جوان اور کیا بوڑھے، سب رمضان کی برکتیں سمیٹنے کے بجائے عید
 کی تیاری میں مہوش ہو جاتے ہیں، شہروں اور دیہاتوں میں یہی ماحول نظر آتا ہے، یہ بات بہت قابل توجہ
 ہے جس پر ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری فلاح یقیناً اسی میں ہے کہ ہم ماہ مبارک کو پوری طرح
 وصول کرنے کے لئے فکر مند ہوں اور زیادہ سے زیادہ عبادت و اطاعت کر کے اللہ کی رحمتوں کے مستحق بنیں،

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

چاند کا ثبوت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرة: ۱۸۵)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْهِ. (بخاری)

یعنی چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ ختم کرو (عید منائی)۔

شریف ۱۵۶/۱، مسلم شریف ۳۴۷/۱، ترمذی

شریف ۱۴۸/۱، ابو داؤد شریف (۳۱۸۷)

اب اگر یہ شرط لگادی جائے کہ ہر شخص کے لئے بذات خود چاند دیکھنا لازم ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تکلیف مالا یطاق کہلائے گی؛ کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ ہر شخص چاند دیکھ لے؛ لہذا ماننا پڑے گا کہ حدیث میں روایت سے مراد روایت کا ثبوت ہے، یعنی اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ چاند افق پر طلوع ہو چکا ہے تو مہینہ کی ابتداء و انتہاء کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اب اس ثبوت کی ایک شکل روایت ہے، دوسری شکل روایت کی شہادت ہے، تیسری شکل شہادت علی الشہادت ہے، چوتھی شکل شہادت علی القضاء ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی (یا جسے بھی چاند کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہو، مثلاً روایت ہلال کمیٹی، یا ذمہ دار عالم اور مفتی) کے فیصلہ پر دو گواہ گواہی دیں، اور پانچویں شکل یہ ہے کہ جس جگہ چاند دیکھا گیا ہے اور وہاں کے قاضی یا کمیٹی نے اس چاند دیکھنے کو قبول کر لیا ہے، اس قبولیت کی خبر استفاضہ کے طور پر دوسری جگہ پہنچے جہاں چاند نہیں دیکھا گیا ہے، تو یہ خبر مستفیض ہی طرح علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ شہادت فائدہ دیتی ہے۔ قولہ: فلا تصوموا حتی تروہ، لیس المراد تعلیق الصوم بالرؤية فی حق کل أحد، بل المراد بذلك رؤية بعضهم وهو من ثبت بذلك إسا واحد علی رأی الجمهور، أو الثان علی رأی آخرین، (فتح الباری ۱۵۴/۴) قولہ: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، المراد رؤية بعض المسلمين ولا يشترط رؤية كل انسان بل يكفي جميع الناس رؤية عدلين، وكذا عدل علی الاصح، (شرح النووي للمسلم ۳۴۷/۱، مرقاة المفاتیح ۲۴۱/۴، عمدة القاری ۲۸۱/۱۰) و ذکر الشیخ الامام شمس الائمة الحلوانی: أن الصحيح من مذهب اصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق لیماہین اهل إحدى البلدین يلزم مؤهم حکم اهل هذه البلدة. (تسارخانیہ زکریا ۳۶۶/۳، ومثله فی الشامی زکریا ۳۵۹/۳، منجم الانهر ۲۳۹/۱، منحة الخالق علی البحر الرائق کراچی ۲۷۰/۲)

مسلم ممالک میں چاند کے اعلان کا اختیار حکومت کو ہے

جن ملکوں میں اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو وہاں چاند کا اعلان وہی معتبر ہوگا جو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ افرایا کمیٹی کی طرف سے کیا جائے، اپنے طور پر عوام کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا اختیار نہ ہوگا۔
والصحيح من هذا كله انه مفوض الى رأى الامام الخ. (شامی زکریا ۳/۵۶، عمدة الرعاية ۱/۲۶۷)

ہندوستان جیسے ممالک میں چاند کے اعلان کا اختیار

ہندوستان جیسے ممالک جہاں اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے، وہاں چاند کے اعلان کا اختیار معتمد علیہ رویت ہلال کمیٹیوں یا علاقہ کے با اثر ائمہ اور علماء کو ہوگا، انہی کے سامنے چاند کی شہادتیں پیش کی جائیں گی، اور انہی کے اعلان پر روزہ یا عید کا فیصلہ ہوگا، اور جس کمیٹی اور عالم کا جتنا دائرہ اثر ہے اسی حد تک اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔ والعالم الثقة في بلدة لا حاكم قائم مقامه. (عمدة الرعاية علی شرح الوقایة ۱/۲۶۷، انوار رحمت ۴/۵۱، جواهر الفقہ ۱/۴۰۲، جدید فقہی مسائل ۲/۲۷۷)

چاند کے مطالع میں اختلاف حقیقی اور قدرتی ہے

چاند کا ایک قدرتی نظام ہے، اور مہینہ کے ہر دن کے لئے اس کی منزلیں متعین ہیں، اور بلاشبہ طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے ہر علاقہ میں چاند کا مطلع بھی الگ الگ ہے، اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں اس کی صراحت فرمائی ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ
عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ.
(یس: ۳۹)

اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں،
یہاں تک کہ وہ (بڑھنے کے بعد پھر) پرانی ٹہنی کے
مانند لوٹ آتا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ
نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ
الْيَمِينِ وَالْأَحْسَابِ. (یونس: ۵)

وہی ہے جس نے سورج کو چمک دار اور
چاند کو روشن بنایا، اور اس نے چاند کی منزلیں متعین
کیں؛ تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب پہچان سکو۔

والسمنازل ثمانية وعشرون منزلاً، ينزل القمر كل ليلة منها بمنزل، فاذا صار
القمر في آخرها عاد الى اولها، فيقطع الفلك في ثمان وعشرين ليلة، ثم يستسر ثم يطلع
هلالاً فيعود في قطع الفلك على المنازل. (تفسير قرطبي ۱۵/۲۹، روح المعاني ۱۳/۳۳)

اختلاف مطالع کہاں معتبر نہیں ہے؟

چاند کے مطالع میں حقیقی اختلاف تسلیم کرنے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ یہ اختلاف مطالع شریعت کی نظر میں معتبر ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں تمام فقہی جزئیات کو سامنے رکھ کر جوابات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطالع معتبر نہیں ہے، اور قریب کی حد یہ ہے کہ اس جگہ کی معتبر خبر کو مان لینے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ لازم نہ آتا ہو۔ وفي القُدوری: اذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطالع لزم حکم اهل احدى البلدتين البلدة الاخری۔ (تاریخانیہ زکریا ۳/۳۶۵) هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيها المطالع۔ (بدائع الصنائع زکریا ۲/۲۲۴، ومثله في اعلاء السنن ۲/۱۰۲، والولوالجیة ۱/۲۳۶، معارف مدنیہ ۱۰/۱۷۱، احسن الفتاویٰ ۴/۴۷۴، فتاویٰ رشیدیہ ۱/۵۰۱، امداد المفہین ۴۸۳)

اختلافِ مطالع کہاں معتبر ہے؟

البتہ بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع کا شرعاً اعتبار ہے، اور بعیدہ کی حد یہ ہے کہ وہاں کی رویت تسلیم کرنے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ کا لازم آ جاتا ہو، ایسی جگہوں کی خبریں تسلیم نہیں کی جائیں گی، اگرچہ کتنے ہی وثوق کے ساتھ کیوں نہ آئیں، اس لئے کہ شریعت کی نظر میں کوئی مہینہ نہ تو ۲۹ دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ ۳۰ دن سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ الاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم، وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار۔ (تبیین الحقائق زکریا ۲/۱۶۵) ان عدم عبرة اختلاف المطالع انما هو في البلاد المتقاربة لا البلاد النائية الخ، اقول: لابد من تسليم قول الزيلعي، والا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين، او الثامن والعشرين، او يوم الحادي والثلاثين، او الثاني والثلاثين۔ (العرف الشذی علی هامش الترمذی ۱/۱۴۹، انوار رحمت ۵۵۱، جدید فقہی مسائل ۲/۳۳، امداد الفتاویٰ ۲/۱۰۸)

مکہ معظمہ کی رویت پوری دنیا کے لئے معتبر نہیں!

مکہ معظمہ کی رویت صرف انہی علاقوں تک مانی جاسکتی ہے جہاں اس رویت کو تسلیم کر لینے سے ان علاقوں کا مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ کا ماننا لازم نہ آتا ہو، اور مکہ معظمہ سے دور دراز کے وہ علاقے جہاں مکہ معظمہ کی رویت تسلیم کرنے سے مہینہ میں کمی بیشی ماننی پڑتی ہو تو ان میں مکہ معظمہ کی رویت

معتبر نہ ہوگی؛ لہذا قرآن و سنت اور فقہی جزیات و کلیات کی روشنی میں مکہ معظمہ کی رویت کو ساری دنیا کے لئے معیار قرار دینے کا نظریہ قطعاً غلط اور ناقابل عمل ہے، اور حدیث: ”صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ“ (بخاری شریف ۲۵۶/۱) کے بالکل خلاف ہے۔ فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حکم الآخر، لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف، فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر۔ (بدائع الصنائع زکریا ۲۲۴/۲، ومثله فی التارخانیة زکریا ۳۶۵/۳، تبیین الحقائق زکریا ۱۶۴/۲)

ان اصولی معلومات کے بعد رویت ہلال کے متعلق چند اہم مسائل ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

چاند کی تلاش

ماہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو سورج غروب ہونے کے وقت رمضان کا چاند تلاش کرنا ضروری ہے اگر نظر آجائے تو فیہا، ورنہ ۳۰ کا عدد پورا کر کے روزہ رکھا جائے۔ يجب أن يلتمس الناس الهلال في التاسع والعشرين من شعبان وقت الغروب فإن رأوه صاموه وإن غم أكملوه ثلاثين يوماً۔ (عالمگیریہ ۱۹۷/۱، ومثله فی فتح القدیر ۳۱۶/۲، مجمع الانهر ۲۳۸/۱، مرقی الفلاح ۳۵۴، البحر الرائق ۲۶۳/۲-۲۶۴، تبیین الحقائق زکریا ۱۵۵/۲، تارخانیة زکریا ۳۵۸/۳)

ماہرینِ فلکیات کا قول معتبر نہیں

چاند کے بارے میں ماہرینِ فلکیات اور سائنسدانوں کا حساب شرعاً معتبر نہیں ہے؛ یعنی چاند دیکھے بغیر محض ان لوگوں کے قول پر مہینہ شروع یا ختم ہونے کا اعلان نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ چاند کی رویت یا اس کا ثبوت بہر حال لازم ہوگا۔ (قوله ولا عبرة بقول المؤقتين) ای فی وجوب الصوم علی الناس الخ۔ (شامی زکریا ۳۵۴/۳، ومثله فی عالمگیری ۱۹۷/۱، مرقی الفلاح ۳۵۸)

دور بین سے چاند دیکھنا

دور بین اور خورد بین سے بھی چاند دیکھنا شرعاً معتبر ہے۔ (کیوں کہ یہ آلات صرف دیکھنے میں سہولت پیدا کرتے ہیں، معدوم کو موجود نہیں کر سکتے) (تفصیل دیکھئے، امداد الفتاویٰ ۲/۱۰۹-۱۱۰، انوار رحمت ۵۲۷)

ہیلی کا پٹر سے چاند دیکھنا

اگر ہیلی کا پٹر (جو کم اونچائی کی پرواز کرتا ہے) سے افق پر جا کر چاند دیکھا جائے اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے تو شرعاً اس چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اس روایت پر شرعی ثبوت کے بعد چاند کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بلند مقامات پر چاند دیکھنے والے لوگ کسی میدانی جگہ پر واقع بستی میں آ کر خبر دیں تو ان کی خبر قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح ہیلی کا پٹر میں چاند دیکھنے والوں کی خبر بھی قبول کی جائے گی کیوں کہ ہیلی کا پٹر اتنے اوپر پرواز نہیں کرتا کہ مطلع بدل جائے۔ وقد يرى الهلال من أعلى الأماكن ما لا يرى من الأسفل فلا يكون تفرد به بالرؤية على خلاف الظاهر بل على موافقة الظاهر. (شامی زکریا

۳۵۷/۳، مجمع الانهر ۲۳۷/۱، هداية ۲۱۶/۱، خانية ۱۹۶/۱، تاتارخانية ۳۵۹/۳، هندية ۱۹۸/۱، نیز

دیکھئے: انوار رحمت ۵۲۳-۵۲۶، امداد المفتين ۴۸۱-۴۸۳)

ہوائی جہاز سے چاند دیکھنا

ہوائی جہاز سے جو چاند دیکھا جائے اور وہ زمین پر نظر نہ آئے تو اس بارے میں قدرے تفصیل ہے، اگر ہوائی جہاز سے نیچے پرواز کر کے وہیں سے چاند دیکھ لیا گیا تو اس کا شرعاً اعتبار ہے جیسا کہ ہیلی کا پٹر سے چاند دیکھنے میں ہوتا ہے۔ اور اگر ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر جا کر چاند دیکھا کہ وہاں مطلع بدل جاتا ہے اور اس خبر کو مان لینے سے مہینہ ۲۸ دن کا ہونا لازم آجائے تو ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار نہ ہوگا۔ (دیکھئے انوار رحمت ۵۲۳، امداد المفتين ۳۸۲)

مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند کے ثبوت کی شرط

اگر مطلع بالکل صاف ہو تو اس وقت تک رمضان یا عیدین کے چاند کا ثبوت نہ ہوگا جب تک کہ ایک بڑی معتد بہ جماعت چاند نہ دیکھ لے، یا اطراف سے متواتر ناقابل انکار خبریں استفاضہ کے طور پر نہ آجائیں؛ لہذا ایسی صورت میں اگر دو ایک آدمی گواہی دیں تو ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔

وإذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم
بخبرهم. (هدایہ ۱۹۵/۱، ومثله فی المجموع الانهر ۲۳۶/۱، البحر الرائق ۲۶۸/۲، تبیین الحقائق

زکریا ۱۶۳/۲، تاتارخانیہ زکریا ۳۵۹/۳، در مختار مع الشامی زکریا ۳۵۵/۳-۳۵۶)

مطلع صاف ہونے کی صورت میں دوسرے شہر کی خبر کا اعتبار

بلاقریبہ میں اختلاف مطلع معتبر نہ ہونے کے مفتی بہ قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی شہر
میں مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند دکھائی نہ دے، مگر دوسرے قریبی شہر سے چاند کا ثبوت شرعی
طور پر ہو جائے تو اس ثبوت کا اعتبار کیا جائے گا۔ وانما الخلاف فی اعتبار اختلاف
المطالع بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أخذ العمل
بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها بل يجب العمل بالأسبق رواية حتى لو رأى في
المشرق ليلة الجمعة وفي المغرب ليلة السبت وجب على أهل المغرب العمل
بما رآه أهل المشرق فقل بالاول واعتمده الزيلعي وصاحب الفيض وهو
الصحيح عند الشافعية وظاهر الرواية الثاني وهو المعتمد عندنا وعند
المالكية والحنابلة. (شامی زکریا ۳۶۴/۳) وكذا المستفاد من العبارة الآتية. ولا
يصام يوم الشك هو يوم الثلاثين من شعبان وإن لم يكن علة أى على القول
بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤية في بلدة أخرى. (در مختار أى
فيلزم البلدة التي لم ير فيها الهلال. (شامی زکریا ۳۴۶/۳، ومثله فی التاتارخانیہ زکریا
۳۶۵/۳، خانیہ ۱۹۸/۱، مجمع الانهر ۲۳۹/۱)

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں رمضان کے چاند کا ثبوت

اگر مطلع ابراآلود یا غبار آمیز ہو تو رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے ایک شخص کی خبر کافی ہے
جس میں گواہی کے الفاظ کو کہنا ضروری نہیں۔ وإذا كان بالسماء علة تمنع الرؤية قبل الحاكم
فی هلال رمضان خبر عدل او مستور فی الاصح. (مجمع الانهر ۳۴۸/۱، هدایہ ۱۹۵/۱ تا ۱۹۶)

عیدین کے چاند کے ثبوت کے شرائط

جب رویت عام نہ ہو تو عیدین (اور دیگر مہینوں) کے چاند کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ درج ذیل چار ذرائع میں سے کوئی ذریعہ پایا جائے:

(۱) شہادة على الرؤية: یعنی چاند دیکھنے والے دو عادل شخص خود قاضی یا کمیٹی کے روبرو چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔

(۲) شہادة على شهادة الرؤية: یعنی چاند دیکھنے والے خود تو حاضر نہ ہوں، لیکن ان میں سے ہر ایک کی گواہی پر دو عادل شخص گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں فلاں شخص نے چاند کی گواہی دی ہے۔

(۳) شہادة على القضاء: یعنی کسی جگہ قاضی یا کمیٹی شرعی ثبوت پر چاند کا فیصلہ کر دے پھر اپنے فیصلہ کو دو گواہوں کے سامنے مہربند کر کے دوسرے شہر کی کمیٹی یا قاضی کو بھیجے۔

(۴) استفاضہ: یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تو اتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہو جائے۔

ان میں سے اگر ایک ذریعہ بھی متحقق ہو جائے تو عید کے چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔

ولا یجزئ فی ہلال ذی الحجة والفطر الا شہادة رجلین او رجل وامرأتین. (تاریخانیہ زکریا ۳/۳۶۰) (قوله بطریق موجب) کان یتحمل إثنان الشہادة او یشہدا علی حکم القاضی او یتفیض الخبر. (شامی زکریا ۳/۳۶۴، طحطاوی ۳۵۹) قال شمس الأئمة الحلوانی الصحیح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فیما بین أهل البصرة الأخری یلزمهم حکم هذه البصرة. (شامی زکریا ۳/۳۵۹) وفي مجموع النوازل: شاهدان شہدا عند قاضی مصر لم یراهلہ الهلال علی ان قاضی مصر کذا شہد عنده شاهدان بروية الهلال وقضى به ووجد شرائط صحة الدعوى قضی بشہادتهما حکاہ عن شیخ الاسلام. (تاریخانیہ زکریا ۳/۳۶۶؛ منحة الخالق ۲/۲۷۰)

نوٹ: یہی حکم رمضان المبارک کے علاوہ سال کے دیگر مہینوں کا بھی ہے۔

جس جگہ ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہو وہاں کیا کریں؟

جس ملک یا شہر میں ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہو اور تلاش و جستجو کے باوجود چاند نظر آنے کی کوئی شکل نہ ہو (مثلاً لندن اور بعض دیگر یورپی علاقے) تو وہاں قریبی ملک سے آئی ہوئی چاند کی معتبر شہادت یا خبر مستفیض پر عمل کیا جائے گا، پس ایسے علاقوں کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اتفاق رائے سے اقرب ترین ملک سے رابطہ کر کے رمضان یا عید کا اعلان کیا کریں۔ قال شمس الأئمة الحلوانی: الصحيح من مذهب أصحابنا إن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة. (شامی زکریا ۳/۳۶۶، مجمع الانهر ۱/۲۳۹، منحة الخالق ۲/۲۷۰)

کیا استفاضہ کے لئے مختلف شہروں سے خبر آنا ضروری ہے؟

استفاضہ کے لئے متعدد شہروں سے الگ الگ خبریں آنا لازم نہیں ہے، بلکہ اگر کسی ایک جگہ سے بھی بطریق استفاضہ ثبوت کی خبر آجائے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ قال شمس الأئمة الحلوانی: الصحيح من مذهب أصحابنا إن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة. (شامی زکریا ۳/۳۶۶، مجمع الانهر ۱/۲۳۹، منحة الخالق ۲/۲۷۰)

خبر مستفیض کی اہمیت

بعض حضرات خبر مستفیض کو چاند کے ثبوت میں کما حقہ اہمیت نہیں دیتے، حالاں کہ تمام فقہاء کرام نے خبر مستفیض کو علم یقینی کا موجب مان کر معتبر اور ملزم قرار دیا ہے۔ اور واضح رہنا چاہئے کہ شریعت میں چاند کے ثبوت کے لئے تو شہادت وغیرہ کی سخت شرطیں لگائی گئی ہیں؛ لیکن جب چاند کا ثبوت ہو چکا ہو تو اس کی خبر دوسروں تک پہنچانے کے لئے شہادت یا کلمات شہادت کی کوئی شرط نہیں، حتیٰ کہ گو لے داغنے یا مسجد کے میناروں کی لائٹ جلنے کو بھی عمل کرنے کے لئے معتبر قرار دیا

گیا ہے۔ والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او روية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به. (شامی زکریا ۳۵۴/۳ وغیرہ)

ضروری نوٹ: آج ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسلامی نظام حکومت نافذ نہیں ہے، رمضان اور عیدین میں انتشار کی وجہ یہی بنتی ہے کہ ایک طبقہ خبر مستفیض کو نہ ماننے پر اڑا رہتا ہے، اور ہر چہار جانب سے چاند کے فیصلہ کی متواتر خبریں مسلسل آنے کے باوجود اپنے یہاں چاند کا اعلان اس وقت تک نہیں کرتا جب تک شخصی شہادت نہ آجائے، حالاں کہ خبر مستفیض میں شخصی شہادت کی قطعاً ضرورت نہیں، یہی ضد سخت اختلاف و انتشار کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے ایسے سب حضرات کو موجودہ دور میں استفادہ کی جزئیات کو پیش نظر رکھ کر صحیح اور جلد فیصلہ کرنے کی راہ اپنانی چاہئے، اور چاند کے اعلان میں نفسانیت، انانیت اور خود غرضی کو شامل نہیں کرنا چاہئے۔ (مرتب)

چاند دیکھنے والے کی گواہی رد ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

جس شخص نے رمضان کا چاند دیکھا، لیکن کسی وجہ سے اس کی گواہی رد کر دی گئی اور عام لوگوں نے روزہ رکھنا شروع نہیں کیا تو چاند دیکھنے والے پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگر اس وقت روزہ نہ رکھا تو بعد میں قضا لازم ہوگی؛ لیکن اگر یہی صورت عید کے چاند میں پیش آئے تو احتیاطاً وہ روزہ نہیں چھوڑے گا، خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں۔ ومن رأى هلال رمضان وحده صام وان لم يقبل الامام شهادته. (ہدایہ ۲۱۵/۱) ومن رأى هلال الفطر وحده لم يفطر احتياطاً. (ہدایہ ۲۱۶/۱، خانیہ ۱۹۷/۱، تبیین الحقائق زکریا ۱۶۰/۲، مجمع الانهر ۲۳۸/۱، مراقی الفلاح ۳۵۷، عالمگیریہ ۱۹۷/۱)

پاکستان اور بنگلہ دیش کی خبروں کا حکم

اگر بنگلہ دیش یا پاکستان سے روایت کی خبریں تواتر کے ساتھ آئیں تو ہندوستان کی روایت ہلال کمیٹیوں کو شرح صدر ہونے پر روایت کا اعلان کرنا درست ہے (لیکن جب تک روایت ہلال

کمیٹی اعلان نہ کرے عوام کو اپنی مرضی سے چاند کے فیصلہ کا حق حاصل نہیں) قال شمس الأئمة
الحلواني: الصحيح من مذهب أصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين
اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة. (شامی زکریا ۳/۳۵۹، تاتارخانیہ زکریا
۳/۳۶۶، منحة الخالق کوئٹہ ۲/۲۷۰، مجمع الانهر ۱/۲۳۹)

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی وی کا اعلان

اگر شرعی رویت ہلال کمیٹی یا مسلم حاکم کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر شرعی ضابطہ کے
مطابق چاند کا اعلان ہو اور اس کی سچائی کا گمان غالب ہو جائے تو ایسے اعلان کا شرعاً اعتبار ہے۔
والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رواية القناديل من المصر
لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجهة للعمل كما صرحوا
به. (شامی زکریا ۳/۳۵۴، جواهر الفقہ ۱/۴۰۱، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۱/۹۳، فتاویٰ محمودیہ
ڈابھیل ۱۰/۸۳، احسن الفتاویٰ ۴/۴۰۷-۴۱۲، امتداد المفتیین ۲/۴۸۴)

تار، ٹیلی فون اور فیکس کی خبریں

اگر اپنے یہاں چاند نہ دیکھا جاسکے اور دوسری جگہ سے تار، ٹیلی فون یا فیکس وغیرہ کے
ذریعہ چاند کے ثبوت کی متواتر خبریں اس طرح آئیں کہ ان پر یقین ہو جائے تو ایسی خبروں کا اعتبار
کیا جائے گا۔ ان هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة
لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا
يوم كذا لزم العمل بها لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من أن
يكون صومهم مبنيًا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة
بمعنى نقل الحكم المذكور وهي أقوى من الشهادة بأن أهل تلك البلدة رأوا
الهلال وصاموا لأنها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل إلا إذا كانت على الحكم أو
على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة وإلا فهي مجرد أخبار بخلاف
الاستفاضة فإنها تفيد اليقين الخ. (شامی زکریا ۳/۳۵۹، منحة الخالق ۲/۲۷۰)

چاند کے بارے میں ٹیلی فون کی خبروں کا حکم

چاند کے متعلق اگر باہر سے ٹیلی فون سے خبریں آتی ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ خبر دینے والا کن الفاظ میں خبر دے رہا ہے، اگر صرف یہ خبر دی کہ یہاں چاند ہو گیا ہے، یا یہاں بہت سے لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے، تو محض ان خبروں کا کوئی اعتبار نہیں، چاہے کتنی ہی خبریں کیوں نہ ہوں، اور اگر خبر دینے والے نے اس طرح خبر دی کہ خود میں نے چاند دیکھا ہے، یا چاند دیکھنے والے فلاں شخص نے خود مجھ سے بیان کیا ہے، یا یہ کہ یہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار اور مفتی نے چاند کی گواہی قبول کر لی ہے، تو ایسی صورت میں اگر اس طرح کے مضمون کے ٹیلی فون اتنی زیادہ تعداد میں آئیں کہ ان سے سچائی کا گمان غالب ہوتا ہو تو ایسی ٹیلی فون کی خبروں کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور ان کی روشنی میں کسی دوسرے شہر میں چاند کے ثبوت کا اعلان کرنا قاضی یا رویت ہلال کمیٹی وغیرہ کے لئے جائز ہوگا۔ (مستفاد: بوادر النواذر، از: حضرت تھانویؒ ۲۱۵-۲۱۶)

لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلاثون بحسابهم، ولم ير هؤلاء الهلال لا يباح لهم فطر غد، ولا تترك التراويح هذه الليلة، لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية، ولا على شهادة غيرهم، وانما حكوا رؤية غيرهم، ولو شهدوا ان قاضى بلد كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فى ليلة كذا، وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضى ان يحكم بشهادتهما، لان قضاء القاضى حجة وقد شهدوا به. (فتح البقدير بيروت ۳۱۴/۲، ومثله فى الهندية ۱۹۹/۱،

خزانة ۱۹۸/۱، مجمع الانهر ۲۳۹/۱، البحر الرائق كراچی ۲۷۰/۲، تاتارخانية زكريا ۳۶۶/۳)

اخبارات کا اعلان

متعدد اخبارات میں اگر ذمہ دار حضرات کی طرف سے شرعی فیصلہ کا اعلان آجائے اور سچائی

کا گمان غالب ہو تو اس اعلان پر عمل جائز ہے۔ (کفایہ المفتی ۲۰۹/۳)

ضروری تنبیہ: شرعی طور پر یہ ضروری نہیں ہے کہ پورے ملک میں ایک ہی دن

سے رمضان شروع ہو یا ایک ہی دن عید ہو بلکہ مہینہ کی ابتداء و انتہاء کا مدار چاند دیکھنے اور اس کی گواہی دینے کے شرعی ضابطوں پر ہے، لہذا اس معاملہ میں احتیاط سے کام لینا چاہئے اور بے جا تبصرہ بازی اور علماء پر تہمت طرازی سے احتراز کرنا چاہئے۔ قال النبی ﷺ صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۷۴/۱)

جنوبی ہند کی رویت پر شمالی ہند میں عمل کیا جائے گا یا نہیں؟

ہندوستان جیسے ملک میں چوں کہ رویت ہلال کمیٹیوں کا مستحکم اور مربوط نظام نہیں ہے؛ بلکہ ہر صوبہ کی الگ الگ بااثر کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں؛ لہذا جنوبی ہند سے رویت کی تصدیق پر شمالی ہند والوں کے لئے اس وقت تک عمل جائز نہ ہوگا جب تک کہ شمالی ہند کی معتبر کمیٹیاں جنوبی ہند کی رویت تسلیم نہ کر لیں، اور یہی حکم اس کے برعکس صورت میں بھی ہوگا۔ مستفاد: وفي التجنیس عن محمد ان امر القلة والكثرة مفوض الى رأى الامام وهو الصحيح وفي البرهان في الاصح. (مرقی الفلاح ۹۵۵، شامی زکریا ۳۵۶/۳)

جنوبی ہند کی رویت کو صرف مقامی عالم تسلیم کریں؟

اگر مثلاً جنوبی ہند کی خبر پر شمالی ہند کا کوئی مقامی عالم اپنے طور پر رویت کا اعلان کر دے اور اس علاقہ کی بااثر کمیٹیاں اس رویت کو تسلیم نہ کریں تو مقامی عالم کا فیصلہ صرف اس کے زیر اثر لوگوں پر ہی نافذ ہوگا، دیگر لوگوں پر اس فیصلہ کا نفاذ نہ ہوگا۔ والعالم الثقة في بلدة لا حاكم قائم مقامه. (عمدة الرعاية ۲۴۶/۱)

۲۹ شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہو کر نصف النہار سے قبل سعودیہ پہنچ گیا؟

اگر کوئی شخص ہندوستان سے ۲۹ شعبان کو روانہ ہو کر نصف النہار شرعی (ضحوة کبریٰ) سے قبل سعودیہ پہنچا جب کہ وہاں رمضان المبارک شروع ہو چکا تھا اور لوگ روزے سے تھے، تو اگر اس شخص

نے صبح صادق کے بعد سے کوئی روزہ کے خلاف عمل نہ کیا ہو تو روزہ کی نیت کرنا اس پر ضروری ہوگا، اور اس کا رمضان کا روزہ معتبر ہو جائے گا۔ (یہ ایسا ہی ہے جیسے رمضان کے چاند کے ثبوت کی اطلاع دن نکلنے کے بعد ملے تو جن لوگوں نے صبح صادق کے بعد سے کچھ کھایا یا نہ ہو تو ان پر روزہ کی نیت ضروری ہوتی ہے) مستفاد: فان ظهر رمضان فغنه، قال الشامي: ای فيقع عن رمضان لوجود اصل النية وهو كاف في رمضان لعدم لزوم التعيين فيه. (درمختار و شامی زکریا ۳/۳۵۰)

۲۹ شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہو کر زوال کے بعد سعودیہ پہنچا

اگر کوئی شخص ۲۹ شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہو کر زوال کے بعد سعودیہ پہنچا تو اگر اس نے صبح ہی سے روزے کی نیت کر رکھی ہے تو اس کا روزہ معتبر ہو جائے گا اور اگر نصف النہار سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی ہے تو اس کے بعد نیت کرنے سے روزہ درست نہ ہوگا۔ فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل..... الى الضحوة الكبرى لا بعدها. (درمختار زکریا ۳/۳۳۸، ہندیہ ۱/۱۹۵)

۲۹ رمضان کو ہندوستان سے چلا جب کہ سعودیہ میں عید تھی؟

اگر کوئی شخص ۲۹ رمضان المبارک کو ہندوستان سے روزہ رکھ کر چلا جب کہ سعودیہ میں عید تھی تو یہ شخص وہاں جا کر روزہ توڑ دے گا (اب اگر اس کے روزے ۲۹ سے کم ہوئے ہوں تو بعد میں ایک روزہ کی قضا کرے گا) ولزم نفل شرع فيه قصداً.....، إلا في العيدین وأيام التشريق فلا يلزم لصيرورته صائماً بنفس الشروع فيصير مرتكباً للنهي (درمختار) وفي الشامي: فلا تجب صيانتہ بل يجب ابطاله ووجوب القضاء بیتی علی وجوب الصیانة فلم يجب قضاء اکما لم يجب أداء. (شامی بیروت ۳/۳۶۷)

رمضان میں ہندوستان سے سعودیہ جانے والے کے روزوں کا حکم

اگر کوئی شخص رمضان شروع ہونے کے بعد ہندوستان سے مثلاً سعودی عرب چلا جائے اور

وہاں اس کے ۲۸ روزے ہونے کے بعد ہی عید کا چاند نظر آ جائے تو وہ عید میں شریک ہوگا اور عید کے بعد ایک روزہ قضا کرے گا، احتیاط کا تقاضا یہی ہے؛ کیوں کہ کسی بھی صورت میں شرعاً مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا۔ قال رسول اللہ ﷺ الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد إبهامه في الثالثة. (مظاہر حق ۱۵۷/۲)

وكذا تستفاد من عبارة الهندية: وإذا صام أهل مصر شهر رمضان على غير رؤية ثمانية وعشرين يوماً ثم رأوا هلال شوال إن عدوا شعبان برؤيته ثلاثين يوماً ولم يروا هلال رمضان قضا يوماً واحداً. (عالمگیری ۱۹۹/۱، خانية ۱۹۷/۱-۱۹۸، تاتارخانية ۳۶۴/۳، مجمع الانهر ۲۳۸/۱، البحر الرائق ۲۶۷/۲، فتح القدیر ۳۲۴/۲)

سعودیہ سے روزہ رکھ کر چلا مگر ہندوستان میں رمضان شروع نہیں ہوا؟

اگر کسی شخص نے سعودیہ میں رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھا اور اسی دن دوپہر تک ہندوستان پہنچ گیا، جب کہ یہاں اس دن شعبان کی ۲۹ تاریخ تھی تو اس کا رمضان کا روزہ معتبر ہوگا، (لیکن وہ اس وقت تک روزہ رکھنا نہیں چھوڑے گا جب تک کہ ہندوستان میں عید کا اعلان نہ ہو، خواہ اس کے روزے ۳۰ سے زیادہ کیوں نہ ہو جائیں) ومن رأى هلال رمضان وحده صام وإن لم يقبل الإمام شهادته. (عدایہ ۲۱۵/۱) لو صام رائی ہلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الا مع الامام لقوله عليه السلام: صومكم يوم تصومون وفطرکم يوم تفطرون. (شمسی زکریا ۳۵۱/۳)

چاند رات میں سعودیہ سے چل کر صبح صادق سے قبل ہندوستان پہنچ گیا

اگر کوئی شخص سعودیہ میں عید کا اعلان سن کر رات کی فلائٹ سے روانہ ہوا اور صبح صادق سے قبل ہندوستان پہنچ گیا جب کہ یہاں رمضان باقی تھا تو ایسے شخص پر ہندوستان آ کر روزہ رکھنا لازم ہے (یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خود عید کا چاند دیکھے مگر اس کی گواہی رویت ہلال کمیٹی رد کر دے تو

اس چاند دیکھنے والے پر بھی عام لوگوں کی طرح روزہ رکھنا لازم ہوتا ہے، یہی صورت سعودیہ سے چاند کا اعلان سن کر ہندوستان آنے والے کی ہے) مستفاد: قال الشامی: تنبیہ: لو صام راء ہلال رمضان واکمل العدة لم یفطر الا مع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام: "صومکم يوم تصومون وفطرکم يوم تفطرون". رواہ الترمذی وغیرہ۔ والناس لم یفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب ان لا یفطر..... قال فی التحفة: یجب علیه الصوم، وفي المبسوط: علیه صوم ذلک اليوم وهو ظاهر استدلالهم فی ہلال رمضان بقوله تعالى: ﴿فمن شهد منکم الشهر فلیصمه﴾ وفي العيد بالاحتیاط، نھر. وما فی البدائع مخالف لما فی اکثر المعتمرات من التصريح بالوجوب، نوح. قلت: والظاهر ان المراد بالوجود المصطلح لا الفرض لان کونه من رمضان لیس قطعياً ولذا ساغ القول بنذب صومه وسقطت الکفارة بفطره ولو کان قطعياً للزم الناس صومه، علی ان الحسن وابن سیرین وعطاء قالوا: لا یصوم الا مع الامام کما نقله فی البحر، فافهم. (شامی زکریا ۳/۳۵۱)

چاند رات میں صبح صادق سے قبل سعودی عرب سے روانہ ہو گیا

چاند رات میں عید کے اعلان کے بعد سعودیہ سے روانہ ہوا اور دوران پرواز اس کا جہاز صبح صادق سے قبل ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں عید کا اعلان نہیں تھا (مثلاً رات کے شروع میں جہاز روانہ ہوا اور صبح صادق سے قبل پاکستان کی فضاء میں پہنچ گیا یا سردیوں کی رات میں ۲ بجے جدہ سے جہاز روانہ ہوا اور ۶ بجے کراچی کی فضاء میں پہنچ گیا جہاں رمضان باقی تھا) تو ایسے شخص پر روزہ لازم ہوگا (اور مسافر کے لئے سفر کی رخصت کی بنا پر گوکہ روزہ چھوڑنا جائز ہے؛ لیکن بعد میں اس کی قضا کرنی ہوگی) مستفاد: تنبیہ: لو صام راء ہلال رمضان واکمل العدة لم یفطر الا مع الامام، لقوله عليه الصلاة والسلام: "صومکم يوم تصومون وفطرکم يوم

تفطرون“۔ (رواہ الترمذی وغیرہ) والناس لم یفطروا فی مثل هذا الیوم فوجب ان لا یفطر۔ (شامی زکریا ۳/۳۰۱)

عید کے دن سعودیہ سے چل کر نصف النہار سے قبل ہندوستان پہنچا

جو شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد سعودیہ سے روانہ ہو تو اس کے لئے سعودیہ میں رہتے ہوئے روزہ کی نیت کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وہاں وہ عید کا دن ہے اور عید کے دن روزہ ممنوع ہے؛ البتہ اگر وہ نصف النہار شرعی سے قبل ہندوستان (یا ایسا علاقہ جہاں عید نہ ہو) پہنچ جائے اور اس نے روزہ کے خلاف کوئی عمل نہ کیا ہو تو اس پر روزہ کی نیت کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ احقر کو نہیں ملا، اور فقہی عبارتوں کے مطالعہ سے دو طرح کی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) بعض فقہی جزئیات میں رمضان کے روزہ کا سبب وجوب ہر دن کے اس حصہ کو قرار دیا گیا

ہے جس میں روزہ رکھنا ممکن ہو سکے یعنی صبح صادق سے ضحوة کبریٰ کا درمیانی وقت، تو اس اعتبار سے اگر مذکورہ شخص ضحوة کبریٰ سے قبل ایسے علاقہ میں پہنچ جائے جہاں نیت کرنا ممکن ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا درست ہوگا یعنی عید کے دن روزہ رکھنے والا نہیں کہلائے گا؛ بلکہ رمضان میں روزہ رکھنے والا کہلائے گا۔

عبارت یہ ہے: وسبب صوم رمضان شہود جزء من الشهر (تنویر الابصار) واختار فخر الاسلام وغیرہ انه الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم (درمختار) وتحتہ فی الشامیة: وهو ما کان من طلوع الفجر الصادق الی قبیل الضحوة الکبریٰ، اما اللیل والضحوة وما بعدها فلا یمکن انشاء الصوم فیہما۔ (شامی زکریا ۳/۳۳۲)

لیکن بعض دیگر فقہاء نے اس بحث سے علی الاطلاق اتفاق نہیں کیا؛ بلکہ ہر دن کے جزو اول کو سبب قرار دیا ہے، اور اسی کو حق کہا ہے۔ فذهب القاضی الامام ابو زید فخر الاسلام و صدر الاسلام ابو الیسر الی انه الجزء الاول الذی لا یتجزء فی کل یوم کذا فی الكشف الکبیر، قال فی غایۃ البیان وهو الحق عندی وصححه الامام الہندی، کذا فی النہر الفائق۔ (عالمگیریہ ۱۹۴)

(۲) فقہی کتابوں میں ایک بحث یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ نصف النہار شرعی سے قبل بالغ ہو جائے تو اس دن کا روزہ اس پر فرض ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہاء کی عبارات واضح ہیں کہ اس پر اس دن کا روزہ فرض نہ ہوگا اور اگر وہ نیت بھی کر لے پھر بھی وہ روزہ اس کے لئے فرض شمار نہ ہوگا۔ اس جزئیہ کے اعتبار سے ہماری زیر بحث مسئلہ میں نصف النہار سے قبل سعودیہ سے ہندوستان پہنچنے والوں کو روزہ کی نیت کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور اگر اس کے ۲۹ روزے پورے ہو چکے ہوں تو انہیں مزید کسی روزے کی قضا کا حکم بھی نہ ہوگا۔ عبارت درج ذیل ہے: وکذا اذا بلغ فی یوم من رمضان قبل الزوال لا یجزیہ صوم ذلک الیوم وان نوى ولیس علیہ قضاؤہ اذ لم یجب علیہ فی اول الیوم لعدم اہلیۃ الوجوب فیہ، والصوم لا یتجزأ وجوباً وجوازاً، لمافیہ من الحرج علی ما ذکرنا۔ وروی عن ابی یوسف فی الصبی یبلغ قبل الزوال او اسلم الکافر ان علیہما القضاء، ووجہہ انہما ادرکا وقت النیۃ فصار کانہما ادرکا من اللیل، والصحیح جواب ظاہر الروایۃ لما ذکرنا ان الصوم لا یتجزأ وجوباً فاذا لم یجب علیہما البعض لم یجب الباقی۔ (بدائع لصنائع ۲/۲۳۳)

فتوٰ: بعض حضرات مفتیان کرام کا رجحان اس مسئلہ میں اول الذکر جزئیات کی طرف ہے، اسی بنا پر وہ نصف النہار سے قبل روزہ کی نیت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ احقر کی نظر میں قبل الزوال بالغ ہونے والا مسئلہ زیر بحث مسئلہ کے لئے قریبی نظیر کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ ہونا چاہئے کہ انہیں روزہ کا حکم نہ دیا جائے؛ لیکن اگر وہ غروب سے قبل اپنے وطن پہنچ جائیں تو روزہ داروں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے منافی روزہ اعمال سے بچنا ان پر لازم ہوگا، دوران سفر اس کا لزوم نہیں ہے۔ وأجمعوا علی أنه لا یجب التشبہ بالصائم علی الحائض والنفساء والمريض والمسافر۔ (عالمگیری ۲/۱۵۱) واللہ اعلم۔

عید کے دن سعودیہ سے چل کر زوال کے بعد ہندوستان پہنچا
اگر کوئی شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد سعودیہ سے روانہ ہوا اور زوال کے بعد

ہندوستان پہنچا) اور اس دوران اس نے نہ تو روزہ کی نیت کی اور نہ ہی کوئی منافی روزہ عمل کیا) تو اب اس کے لئے روزہ کی نیت کرنا معتبر نہ ہوگا؛ کیوں کہ بالاتفاق نیت کا وقت نکل چکا ہے) اما اللیل والضحوۃ وما بعدها فلا یمنن انشاء الصوم فیہما۔ (شامی زکریا ۳/۳۳۲)

رمضان میں سعودیہ سے ہندوستان آنے والا شخص روزہ کب تک رکھے؟

کوئی شخص رمضان کے دوران سعودی عرب سے ہندوستان آ کر مقیم ہو جائے اور یہاں اس کے ۳۰ روزے پورے ہو جائیں تو وہ اس وقت تک روزہ رکھنا نہ چھوڑے گا جب تک کہ ہندوستان میں عید کا چاند نظر نہ آجائے چاہے اسے ۳۱ یا ۳۲ روزے رکھنے پڑیں۔ کذا تستفاد من العبارة الآتیة:

تنبیہ: لو صام رائی ہلال رمضان واکمل العدة لم یفطر إلا مع الإمام لقوله عليه السلام صومکم يوم تصومون وفطرکم يوم تفطرون۔ (رواہ الترمذی ۱/۱۵۰، ابوداؤد شریف ۱/۳۱۸، ابن ماجہ ۱۲۰، وغیرہ) والناس لم یفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب أن لا یفطر۔ (شامی زکریا ۳/۳۵۱) لو اکمل هذا الرجل ثلاثین يوماً لم یفطر إلا مع الإمام۔ (عالمگیری ۱/۹۸، مراقی الفلاح ۳۵۷، مجمع الانہر ۱/۲۳۸، ہدایہ ۱/۲۱۶، احسن الفتاویٰ ۴/۴۲۳)



روزہ کے اہم مسائل

روزہ کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اہل ایمان کو رمضان المبارک کے روزہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (البقرة: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا؛ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

روزہ ۲۷ھ میں فرض ہوا، اور شروع شروع میں سہولت کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ چاہے آدمی روزہ رکھے یا ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ ادا کرے، پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ اختیار ختم کر دیا گیا اور حتمی طور پر رمضان المبارک کی فرضیت کا حکم اس آیت میں نازل ہوا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرة: ۱۸۵)

پس جو پائے تم میں سے رمضان کا مہینہ تو وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔

البتہ شیخ فانی اور داکی مریض کے لئے فدیہ کا حکم ابھی بھی باقی ہے اور عارضی مریض اور مسافر کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ سردست روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا کر لے۔ (زاد المعاد مکمل ۲۵۷)

روزہ؛ تقویٰ کے حصول کا اہم ذریعہ

حضرت علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَلِلصَّوْمِ تَأْيِيزٌ عَجِيبٌ فِي حِفْظِ الْجَوَارِحِ الظَّاهِرَةِ وَالْقَوَى الْبَاطِنَةِ وَحِمَّتِهَا عَنِ التَّخْلِيطِ الْجَالِبِ لَهَا السَّمَرَادُ الْفَاسِدَةُ الَّتِي إِذَا اسْتَوْلَتْ عَلَيْهَا أَفْسَدَتْهَا، وَاسْتَفْرَاغِ الْمَوَادِّ الرَّدِئَةِ الْمَانِعَةِ لَهَا مِنْ صِحَّتِهَا،

روزہ کے اندر ظاہری اعضاء اور باطنی قوتوں کی حفاظت کرنے کی عجیب تاثیر پائی جاتی ہے، اسی طرح روزہ ان فاسد مادوں کی ملاوٹ سے بچاتا ہے جو نفس پر غالب آنے پر اسے بگاڑ دیتے ہیں اسی طرح جو گھٹیا جذبات و کیفیات روحانی صحت کے لئے مضر ہیں، روزہ ان سب کو باہر کرنے میں اثر رکھتا ہے، نیز

فَالصَّوْمُ يَحْفَظُ عَلَى الْقَلْبِ
وَالْجَوَارِحِ صِحَّتَهَا وَيُعِيدُ إِلَيْهَا مَا
اسْتَلْبَتْهُ مِنْهَا أَيْدِي الشَّهَوَاتِ فَهُوَ
مِنْ أَكْبَرِ الْعَوْنِ عَلَى التَّقْوَى. (زاد
المعاد مکمل بیروت ۲۵۷)

روزہ دل اور اعضاء و جوارح کی صحت
مندی کا محافظ ہے اور جو نفسانی خواہشات کے ہاتھوں
صلا جیتیں ضائع ہو جاتی ہیں ان کو روزہ واپس لے آتا
ہے، پس روزہ تقویٰ کو حاصل کرنے میں سب سے بڑا
معاون عمل ہے۔ (جیسا کہ آیت بالا میں فرمایا گیا)

اور تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ روزہ خواہشات کو توڑنے میں نہایت اثر رکھتا ہے، اسی لئے نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کو جو مالی وسعت کی بنا پر نکاح سے عاجز ہوں، مسلسل روزے
رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ (بخاری شریف حدیث: ۵۰۶۵)

روزہ کا بے انتہاء اجر و ثواب

روزہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو اس بات کی مشق کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری خواہش اصل نہیں
بلکہ حکم خداوندی اصل ہے، وہی چیزیں جو روزہ سے قبل حلال ہوتی ہیں، مثلاً اپنی محنت سے حاصل کردہ حلال مال
اور اپنی منکوحہ حلال بیوی؛ لیکن روزہ کی نیت کرتے ہی یہ دونوں حلال چیزیں روزہ دار پر حرام قرار پاتی ہیں،
اور روزہ دار بخوشی روزہ رکھ کر حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا خلوص اور اطاعت و انقیاد کی
اعلیٰ کیفیت ہے جس پر اللہ کے علاوہ کوئی اور بغیر بتائے مطلع نہیں ہو سکتا، اور یہ کیفیت جس کو حاصل ہو جائے گی،
اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی عادت پڑ جائے گی تو انسان روزہ سے ہو یا نہ ہو، بہر حال ہر اس کام سے بچے گا
جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے، اسی بنا پر حدیث قدسی میں روزہ کی عبادت کا خصوصی درجہ بتایا گیا ہے۔ سیدنا
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ
بِعَشْرٍ أَمْثَلِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا
أَجْزِي بِهِ يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ
أَجَلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ
فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلِخُلُوفِ
فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ
الْمِسْكِ وَالصَّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ

آدمی کے ہر عمل کا اجر دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا
جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس (تحمید)
سے مستثنیٰ ہے اس لئے کہ وہ صرف میرے (اللہ) کے
لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ مرحمت فرماؤں گا،
کیوں کہ روزہ دار اپنی خواہش اور کھانے پینے کو صرف
میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو (خاص)
فرحتیں ہیں ایک اس کے افطار کے وقت اور دوسرے
پروردگار عالم سے ملاقات کے وقت، اور روزہ

دار کے منہ سے آنے والی بوالہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بری بات زبان سے نہ نکالے اور نہ گالم گلوچ کرے اور جب کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے جھگڑا کرے تو اسے جواب دے دے کہ میں روزہ دار شخص ہوں۔

يَوْمُ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثُ وَلَا يَصْخَبُ فَإِنَّ سَابَّهُ أَحَدًا أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ.

(بخاری شریف ۲۵۵/۱، مسلم شریف

۳۶۳/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱)

اس حدیث شریف میں روزہ دار کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے یہ صرف روزہ کے ساتھ خاص نہیں رہنی چاہئے؛ بلکہ سارے سال، دن اور رات ہر وقت یہی فکر سوار ہو کہ ہم سے کوئی ایسا عمل صادر نہ ہو جو ہمارے پروردگار محسن حقیقی کی مرضی کے خلاف ہو، اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے، جس کے حصول کے لئے روزہ کی عبادت فرض کی گئی ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت تک پہنچا دے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَا عِدْلَ لَهُ.

(الترغیب والترہیب ۵۲/۲، صحیح ابن

حبان ۱۸۰/۵ حدیث: ۳۴۱۷)

عمل ہے۔

روزہ داروں کے لئے جنت کا خصوصی دروازہ

جنت میں داخلہ کے وقت روزہ داروں کو خصوصی اعزاز سے نوازا جائے گا، اور جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ خاص طور پر روزہ داروں کے نام منسوب کر دیا جائے گا، جس کا نام ”ریان“ ہوگا، اس خصوصی گیٹ سے انہیں لوگوں کو داخلہ کا پروانہ ملے گا جن کو روزہ کی عبادت سے خاص مناسبت رہی ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرِّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ.

(بخاری شریف ۲۵۴/۱، مسلم شریف

۳۶۴/۱ مشکوٰۃ شریف

۱۷۳/۱، شعب الإيمان للبيهقي ۳۹۶/۳)

جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازہ ”ریان“ نامی ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

اس لئے ہم لوگوں کو چاہئے کہ فرض روزوں کے علاوہ کچھ نہ کچھ نفلی روزوں کا بھی اہتمام رکھا کریں؛

تاکہ ہمیں بھی آخرت میں ”باب الریان“ سے داخلہ کی خصوصیت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

روزہ اور قرآن کریم کی سفارش

روزہ ایسی عبادت ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ دار کے لئے خود سفارش کرے گی، اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی، اسی طرح قرآن پاک بھی اپنے پڑھنے والوں کے لئے خصوصی سفارش کرے گا جس کو قبولیت سے نواز آجائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے:

روزہ اور قرآن کریم بندہ کے لئے (اللہ کے دربار میں) سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات سے روک رکھا، لہذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اسے رات کو سونے سے روک رکھا، لہذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی سفارشیں قبول کی جائیں گی۔

الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصَّيَامُ أَيْ رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفَعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفَعْنِي فِيهِ فَيُشَفَّعَانِ. (مسند امام

أحمد بن حنبل ۱۷۴/۲ حدیث:

۶۶۲۶، مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱، جامع

الأحادیث حدیث: ۱۳۷۹۸)

اس حدیث کی پرداز یہ بتلا رہی ہے کہ رمضان المبارک میں خصوصیت کے ساتھ رات میں تلاوت کلام پاک کا اہتمام رکھنا چاہئے، اور اس میں تراویح کی نماز کی جانب بھی اشارہ موجود ہے، علاوہ ازیں سال بھر جس قدر توفیق ملے تلاوت کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی ہے

روزہ کی حالت میں دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی احادیث میں منقول ہے۔ سیدنا حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

الصَّائِمُ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ. (مصنف ابن

ابی شیبہ ۲۷۴/۲)

اور دوسری حدیث میں ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ

الخ. (الترغیب والترہیب ۵۳/۲، شعب

الإیمان ۳۰۰/۳ حدیث: ۳۵۹۴)

تین شخصوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں:

(۱) روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا (۲) عادل

بادشاہ کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

اس لئے روزہ کی حالت میں یکسوئی کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام بھی رہنا چاہئے، خاص طور پر افطار کے قریبی وقت میں دعا کی قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے، اس وقت کو غنیمت سمجھا جائے اور کھانے پینے کی طرف توجہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف توجہ کی جانی چاہئے۔

روزہ کے دوران ناجائز امور سے اجتناب نہ کرنا

روزہ کا اصل مقصد چوں کہ تقویٰ کا حصول اور گناہوں سے اجتناب ہے؛ لہذا جو شخص روزہ رکھ کر بھی گناہوں سے نہ بچے تو ایسے شخص کے بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو پائے گا، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

جو شخص (روزہ میں) جھوٹی بات اور ناجائز

کلام کرنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَتَسْرَابَهُ. (بخاری شریف ۲۵۵۱)

ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ۱۷۶۱)

اس لئے ضروری ہے کہ ہر روزہ دار روزہ رکھ کر گناہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اسے گناہ پر آمادہ بھی کرنا چاہے تو صبر و ہمت سے کام لے کر اس سے بچنے کا اہتمام کرے۔

روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت کا اہتمام

بالخصوص زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے، اور روزہ میں خاص کر غیبت اور چغلی وغیرہ سے بچنے کا

بہت اہتمام ہونا چاہئے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

جو شخص لوگوں کے گوشت کھاتا رہا (یعنی

غیبتیں کرتا رہا) اس نے (گویا) روزہ ہی نہیں رکھا۔

مَا صَامَ مَنْ ظَلَّ يَأْكُلُ لِحُومِ النَّاسِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۳/۲)

اور ایک دوسری حدیث میں اس بارے میں بہت عبرت ناک واقعہ بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید اللہ

فرماتے ہیں کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تو ایک شخص نے

(آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر) عرض کیا کہ اے

اللہ کے رسول ﷺ! یہاں دو روزہ دار عورتیں پیاس کے

مارے موت کے دہانے تک پہنچ گئی ہیں، آنحضرت

ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اور خاموش رہے، اس

نے پھر یہی بات دہرائی اور غالباً یہ بھری

عَنْ عُبَيْدِ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ

امْرَأَتَيْنِ صَامَتَا وَأَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا

رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَهُنَا امْرَأَتَيْنِ قَدْ

صَامَتَا وَإِنَّهُمَا قَدْ كَادَتَا أَنْ تَمُوتَا مِنَ

الْعَطَشِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ - أَوْ سَكَتَ -

ثُمَّ عَادَ وَارَاهُ قَالَ: يَا هَاهُنَا جَرَّةٌ قَالَ: يَا

نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّهُمَا وَاللَّهِ قَدْ مَاتَتَا أَوْ

كَادَتَا أَنْ تَمُوتَا قَالَا أَدْعُهُمَا قَالَا:
فَجَاءَتْهُمَا قَالَا فَجِئْنِي بِقَدْحٍ - أَوْ عَسِ
- فَقَالَا لِإِخْدَاهُمَا قِيئِي فَقَاءَتْ
قِيحًا - أَوْ دَمًا وَصِيدًا - أَوْ لَحْمًا -
حَتَّى قَاءَتْ نِصْفَ الْقَدْحِ ثُمَّ قَالَا
لِلْأُخْرَى قِيئِي فَقَاءَتْ مِنْ قِيحٍ وَدَمٍ
وَصِيدٍ وَلَحْمٍ عَبِيْطٍ وَغَيْرَهُ حَتَّى
مَلَأَتْ الْقَدْحَ، ثُمَّ قَالَا إِنَّ هَاتَيْنِ
صَامَتَا عَمَّا أَحَلَّ اللَّهُ، وَأَفْطَرَتَا عَلَى
مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمَا،
جَلَسَتْ إِخْدَاهُمَا إِلَى الْآخِرَى
فَجَعَلَتَا يَأْكُلَانِ لَحُومَ النَّاسِ.

(مسند احمد ۴۳۱/۵)

دو پہر کا وقت تھا اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! قسم بخدا وہ دونوں عورتیں مرنے کے بالکل قریب پہنچ چکی ہیں (مقصد تھا کہ آپ انہیں افطار کی اجازت دے دیں) آپ ﷺ نے ان دونوں عورتوں کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ دونوں حاضر ہو گئیں، راوی فرماتے ہیں کہ پھر ایک پیالہ یا ٹب لایا گیا، اور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک سے فرمایا کہ اس میں قے کر دو تو اس نے پیپ یا خون اور گوشت کی قے کی یہاں تک کہ آدھا پیالہ بھر گیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس نے بھی پیپ اور خون اور تازہ گوشت کی قے کی حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے حلال پر روزہ رکھا، حرام بات پر افطار کیا، یہ دونوں پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی رہیں) العیاذ باللہ۔

اس واقعہ کی روشنی میں ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے اور روزہ کو ہر طرح کے قولی و عملی گناہ سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہئے۔

روزہ جہنم سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے

روزہ جہنم اور گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس عبادت سے ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ آدمی کے لئے نفسانی اور شیطانی خواہشات کا مقابلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الصَّوْمُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ. (الطبرانی فی الکبیر حدیث:

روزہ ایسی ڈھال ہے کہ جس سے بندہ جہنم سے بچاؤ کرتا ہے۔

۸۳۸۶، الترغیب والترہیب ۵۰/۲)

اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص رمضان کا روزہ رکھے اور اس کے حدود کی رعایت رکھے اور جن چیزوں کی نگہداشت کرنی چاہئے ان کی نگرانی کرے تو اس کے گذشتہ معاصی کا کفارہ ہو جائے گا۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَعَرَفَ حُدُودَهُ، وَتَحَفَّظَ مِمَّا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَتَحَفَّظَ كُفْرًا مَاقَبْلَهُ. (الترغيب والترهيب ۵/۲، صحیح ابن حبان ۵/۸۳، حدیث: ۳۴۲۴)

روزہ سے تندرستی میں اضافہ

روزہ سے جہاں روحانی فائدے ہیں، وہیں روزہ جسمانی صحت کا بھی اہم سبب ہے، چناں چہ نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جہاد کرو مال غنیمت حاصل کرو گے اور روزہ

أَغْزَوْا تَغْنِمُوا، وَصُومُوا تَصِحُّوا،

رکھو صحت مند رہو گے، اور سفر کرو دوسروں سے بے

وَسَافِرُوا تَسْتَغْنُوا. (الطبرانی فی

نیاز رہو گے۔

الأوسط ۱۴۴/۹ حدیث: ۸۳۰۸،

الترغيب والترهيب ۴۹/۲)

روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے

جسم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس سے انسان ہر وقت فائدہ اٹھاتا رہتا ہے، جسم کا ایک ایک عضو اس

قدر قیمتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت بھی اس کے مقابلہ میں ہچ ہے، اس نعمت کا حق یہ ہے کہ جس طرح مال

و دولت کی نعمت کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے، اسی طرح جسم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے، اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

روزہ آدھا صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی

الصَّيَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَ عَلَى كُلِّ

ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

شَيْءٍ زَكَاةٌ، وَ زَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ.

(شعب الإيمان ۲۹۲/۳ حدیث:

۳۵۷۷، الترغيب والترهيب ۵۱/۲)

اب ذیل میں روزہ سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کئے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

روزہ کس پر فرض ہے؟

ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان غیر معذور شخص پر فرض ہے۔

شرط نفس الوجوب وهو الاسلام والعقل والبلوغ. (تاتارخانیہ زکریا ۳۵۱/۳،

عالمگیری ۱۹۵/۱، فتح القدیر ۳۰۲/۲)

کن حالتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں؟

حیض و نفاس والی عورتوں کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں لیکن بعد میں قضا لازم ہے۔ شرط

وجوب ادائه: خلو المرأة من الحيض والنفس؛ لان الحائض والنفساء ليستا اهلاً للصوم ولحديث عائشة فنؤمر بقضاء الصوم. (الموسوعة الفقهية ۲۱/۲۸،

طحطاوی علی المراقی ۳۴۸، شامی زکریا ۳۳۱/۳، تاتارخانیہ زکریا ۳۵۱/۳، ہندیہ ۱۹۵/۱)

کن حالتوں میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے؟

مریض، مسافر، حاملہ، دودھ پلانے والی عورت، تیماردار (جب کہ اس کے روزہ رکھنے سے مریض کا نقصان ہو) نہایت کمزور، بھوک پیاس سے مجبور، مجاہد فی سبیل اللہ (جب کہ اس کے روزہ سے جہاد میں نقصان ہو) اور جنون اور بے ہوشی میں مبتلا شخص کے لئے اعذار کی بناء پر روزہ نہ رکھنا مباح ہے، جب ان کا عذر زائل ہو جائے تو وہ روزہ کی قضا کریں، ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے روزہ رکھنے پر قدرت ہی نہ رہے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ (ایک صدقہ فطر کی مقدار) دے دیا کرے۔ الاعذار التي تبيح الافطار: منها السفر.....، ومنها المرض، ومنها حبل المرأة وارضاعها.....، ومنها الحيض والنفس.....، ومنها العطش والجوع اذا خيف منهما الهلاك او نقصان العقل، ومنها كبر السن كالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام، يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة.....، المجنون اذا افاق في بعض الشهر يلزمه قضاء ما مضى.....، ولو اغمى عليه رمضان كله قضاؤه وهذا بالاجماع، الغازي اذا علم انه يقاتل العدو في رمضان وهو يخاف الضعف فله ان يفطر. (عالمگیری ۲۰۶/۱،

۲۰۸، ومثله في تبیین الحقائق ۱۸۹/۲، فتح القدیر ۳۵۰/۲)

ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا

رمضان المبارک کے ہر روزہ کے لئے الگ الگ نیت کرنا ضروری ہے۔ ثم عندنا لا بد من

النية لكل يوم في رمضان. (ہندیہ ۱۹۵/۱، ومثله فی لشامی زکریا ۳/۲۴۴، تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۶۸)

نصف النہار سے پہلے پہلے فرض و نفل روزہ کی نیت

نصف النہار شرعی (جو جنتریوں میں عام طور پر ضحوة کبریٰ کے نام سے لکھا رہتا ہے، یعنی صبح

صادق اور غروب آفتاب کا بالکل درمیانی وقت) سے پہلے تک اگر رمضان کے اداء روزے کی نیت

کر لی جائے تو روزہ صحیح ہو جائے گا۔ (اس وقت کے بعد نیت معتبر نہیں ہے) فیصح أداء صوم

رمضان والنذر المعین والنفل بنية من الليل..... إلى الضحوة الكبرى لا بعدها

(درمختار) قوله إلى الضحوة الكبرى المراد بها نصف النهار الشرعی. (شامی

زکریا ۳/۳۳۸-۳۴۱، ہندیہ ۱۹۵/۱)

زبان سے نیت ضروری نہیں

نیت کے لئے زبان سے تلفظ کی ضرورت نہیں؛ بلکہ محض دل سے ارادہ کر لینا کافی ہے، حتی کہ

روزہ کے لئے سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہوتا ہے۔ والنية معرفته بقلبه ان يصوم.....

والتسحر في رمضان نية. (ہندیہ ۱۹۵/۱، درمختار زکریا ۳/۳۴۵، تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۶۸)

نوٹ: بعض لوگ عربی میں روزہ کی نیت ضروری سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ (جواہر لفظہ ۱/۳۷۸)

نیت کے بعد صبح صادق سے قبل کھانا پینا

روزہ کی ابتدا صبح صادق سے ہوتی ہے اس لئے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ

سب جائز ہے، اگرچہ روزہ کی نیت پہلے کر چکا ہو۔ قال اصحابنا وقت الصوم من حين

يطلع الفجر الثاني. (تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۵۲، ہندیہ ۱۹۴/۱، ہدایہ ۱/۲۱۶)

سحری کی فضیلت

روزہ رکھنے کے لئے سحری (آخری شب میں کھانا پینا) مسنون ہے، اور حدیث میں اس عمل کو باعث برکت قرار دیا گیا ہے، اس لئے سحری کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً. (بخاری شریف ۲۵۷/۱،

مسلم شریف ۳۵۰/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۵/۱)

سحری میں تاخیر کرنا

سحری میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنا تاخیر کرنا کہ وقت میں شک پیدا ہو جائے مکروہ ہے۔ ثم تاخیر السحور مستحب كذا في النهاية، ويكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك هكذا في السراج الوهاج. (ہندیہ ۲۰۰/۱، ہدایہ ۲۲۵/۱، مرقی الفلاح ۳۷۳،

تاتارخانیہ ۳۵۵/۳، درمختار مع الشامی ۴۰۰/۳، مجمع الانہر ۲۴۸/۱)

بلا سحری روزہ رکھنا

سحری کھانا اگرچہ مسنون ہے لیکن اگر کوئی شخص سحری کھائے بغیر ہی روزہ کی نیت کر لے تو بھی اس کا روزہ درست ہو جائے گا، البتہ سحری کی برکت سے محروم رہے گا۔ ویسن للصائم السحور. (بدائع الصنائع ۲۶۶/۲، شامی زکریا ۴۰۰/۳، تاتارخانیہ زکریا ۳۵۵/۳)

افطار میں جلدی کرنے کا حکم

افطار کا وقت ہو جانے کے بعد افطار میں جلدی کرنا مسنون ہے، اور بلا وجہ تاخیر کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ احادیث شریفہ میں افطار میں جلدی کرنے کی فضیلت وارد ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ. (بخاری شریف ۲۶۳/۱، مسلم شریف ۳۵۱/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۵/۱) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعَجَّلَهُمْ فِطْرًا. (ترمذی شریف ۱۵۰/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۵/۱)

افطار کے مسنون کلمات

افطار کرتے وقت درج ذیل کلمات پڑھنا مسنون ہے: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ
الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. (سنن الدارقطنی ۱۶۴/۲) (ترجمہ: پیاس جاتی رہی،
رگیں تر ہو گئیں اور ثواب طے ہو چکا انشاء اللہ تعالیٰ)

نیز یہ دعا بھی ثابت ہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ. (ابوداؤد ۳۲۲/۱)
(ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے دئے ہوئے رزق سے افطار کیا)

کھجور یا پانی سے افطار کا حکم

بہتر ہے کہ کھجور سے افطار کیا جائے، اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا افضل ہے۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمَرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ
فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ. (ترمذی شریف ۱۴۹/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۵/۱)

عورت صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی

اگر عورت صبح صادق کے بعد دن میں کسی وقت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی تو آج کے دن
وہ روزہ نہیں رکھے گی، بلکہ بعد میں اس دن کی قضاء کرے گی۔ البتہ روزہ داروں کی طرح شام تک
کھانے پینے سے احتراز کرے۔ والأخیر ان یمسک ان بقیة یومہما وجوباً..... وحائض
ونفساء طهرتا. (تنویر الابصار ۳۸۳/۳، طحطاوی ۳۷۰، ہدایہ ۲۲۵/۱، ہندیہ ۲۱۴/۱، خانۃ

۲۱۷/۱، ومثله فی التاتارخانیۃ ۴۲۷/۳)

حائضہ عورت صبح صادق سے پہلے پاک ہوئی

اگر کوئی عورت صبح صادق سے پہلے حیض سے پاک ہو گئی تو اس میں درج ذیل تفصیل ہے:
الف: اگر وہ دس دن مکمل حیض میں رہ کر پاک ہوئی ہے تو اب خواہ صبح صادق سے قبل اسے غسل کا
موقع اور وقت ملا ہو یا نہ ملا ہو بہر حال وہ اس دن کا روزہ رکھے گی۔

ب: اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ صبح صادق سے پہلے پہلے وہ غسل کر کے پاک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اتنا وقت ہے کہ پاک ہو سکے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اور اگر اتنا وقت نہیں ہے کہ غسل کر سکے گویا کہ عین صبح صادق کے وقت پاک ہوئی ہے تو اب اس پر اس دن کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے؛ بلکہ بعد میں قضاء کرنی ہوگی۔ ولو طهرت ليلاً صامت الغد إن كانت أيام حيضها عشرة. (عالمگیری ۲۰۷/۱) وإن كانت أيام حيضها دون عشرة فإن أدركت من الليل مقدار الغسل وزيادة ساعة لطيفة تصوم، وإن طلع الفجر مع فراغها من الغسل لا تصوم لأن مدة الاغتسال من جملة الحيض فيمن كانت أيامها دون العشرة. (عالمگیری ۲۰۷/۱، ومثله في التاتارخانية زكريا ۴۲۹/۳)

دن میں بچہ بالغ ہوایا کافر اسلام لایا

اگر دن میں کسی بھی وقت بچہ بالغ ہوایا کافر اسلام لایا تو ان کو شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری ہے۔ كالصبي اذا بلغ في بعض النهار واسلم الكافر..... يجب عليه الامساك بقية اليوم. (مندیہ ۲۱۴/۱)

نصف النهار سے قبل بالغ ہونے والے بچہ کیلئے نفل روزہ کی نیت اگر بچہ نصف النهار شرعی سے قبل بالغ ہو جائے اور اس نے اب تک کوئی منافی روزہ کام نہ کیا ہو تو وہ نفل روزہ کی نیت کر سکتا ہے۔ وان بلغ الصبي قبل الزوال والاكل ونوى التطوع كان متطوعاً على الصحيح. (مندیہ ۲۱۴/۱)

نصف النهار سے قبل اسلام لانے والے کیلئے نفل روزہ کی نیت اگر کوئی کافر نصف النهار شرعی سے قبل اسلام لائے اور وہ نفل روزہ کی نیت کرنا چاہے تو اس کی یہ نیت معتبر نہ ہوگی۔ ولو اسلم قبل الزوال ولم يأكل وصام تطوعاً في ظاهر الرواية لا يصح صومه لعدم الاهلية في اول النهار والصوم لا يتجزأ. (مندیہ ۲۱۴/۱)

دس سال سے کم عمر بچوں سے روزہ رکھوانا

دس سال سے کم عمر بچہ اگر ایسا صحت مند ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کو کوئی مشقت نہ ہو تو ایسے بچے سے روزہ رکھوانے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر بچہ کمزور ہو یا اتنا چھوٹا ہو کہ روزہ رکھنا اس کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہو تو اس سے روزہ نہیں رکھوایا جائے گا۔ قال الرازی: يؤمر الصبی اذا أطاقه، وذكر ابو جعفر اختلاف مشائخ بلغ فيه والاصح انه يؤمر وهذا اذا لم يضر الصوم ببدنه فان اضرب لا يؤمر به. (ہندیہ ۲۱۳/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳۸۵/۳)

نوٹ: آج کل لوگ ناموزی کے لئے زبردستی چھوٹے چھوٹے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور پھر ان کی تصاویر اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں اور روزہ کشائی کے نام پر بڑی بڑی دعوتیں کی جاتی ہیں، یہ سب باتیں رسومات میں داخل ہیں اور قابل ترک ہیں ان سے احتراز کرنا چاہئے۔ (مرتب)

دس سال کے بچوں کو روزہ کی تاکید کرنا

جو بچہ دس سال کا ہو جائے اور روزہ کی طاقت ہو تو اسے روزہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ بلا عذر روزہ چھوڑے گا تو اس کو تنبیہ کی جائے گی۔ وسئل ابو حفص أیضرب ابن عشر سنین علی الصوم، قال: اختلفوا فيه والصحيح انه بمنزلة الصلاة. (ہندیہ ۲۱۴/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳۸۵/۳)

دس سال سے کم یا دس سال کے بچہ کو پورے مہینہ کے روزہ کی طاقت نہ ہو؟

اگر بچہ دس سال سے کم عمر کا ہو یا دس گیارہ سال کی عمر کا ہو اور اس کو پورے مہینہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو؛ بلکہ پورے مہینہ روزہ رکھنے سے سخت تکلیف اور زیادہ کمزور ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو جتنے دن روزہ رکھنے کی طاقت ہو صرف اتنے ہی دن روزہ رکھے، مزید روزے رکھنے کا اسے حکم نہ

ہوگا۔ والظاهر أنه يؤمر بقدر الطاقة اذا لم يطق جميع الشهر. (شامی زکریا ۳/۳۸۵)

کسی عورت نے نفلی روزہ رکھا پھر حائضہ ہوگئی

اگر کسی عورت نے نفلی روزہ رکھ لیا، پھر صبح صادق کے بعد حیض شروع ہو گیا تو یہ روزہ شروع کرنے سے لازم ہو گیا؛ لہذا حیض ختم ہونے کے بعد اس روزہ کی قضا لازم ہے۔ اذا حاضت الصائمة المتطوعة يجب القضاء في اصح الروايتين كذا في النهاية. (ہندیہ ۱/۲۱۵)

مسافر زوال سے قبل مقیم ہو گیا

اگر مسافر نصف النہار شرعی یعنی ضحوة کبریٰ سے قبل مقیم ہو گیا اور اب تک اس نے کوئی منافی صوم عمل نہیں کیا تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ نیت کر کے اس دن کا روزہ رکھے۔ اما قبلهما (ای نصف النهار والاكل) فيجب عليه الصوم وان نوى الفطر. (شامی زکریا ۳/۳۸۳)



روزہ میں جو کام مفسد نہیں ہیں

بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا

بھول کر کھانے، پینے اور جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ. (بخاری شریف ۲۵۹/۱، مسلم شریف ۳۶۴/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۶/۱) منها لو أكل الصائم أو شرب أو جامع ناسياً لصومه. (مراقی الفلاح ۳۶۰، ہندیہ ۲۰۲/۱، تاتارخانیہ ۳۷۵/۳، شامی زکریا ۳۶۵/۳، البحر الرائق ۲۷۱/۲)

روزہ میں خون ٹیسٹ کرانا

روزے کی حالت میں خون نکال کر ٹیسٹ کرانے سے روزہ فاسد نہ ہوگا؛ لیکن اتنا زیادہ خون نہ نکلوائیں کہ کمزوری غالب ہو جائے۔ وَلَا بَأْسَ بِالْحِجَامَةِ إِنْ أَمِنَ عَلَى نَفْسِهِ الضَّعْفَ أَمَّا إِذَا خَافَ فَانْهَ يَكْرَهُ. (عالمگیری ۱۹۹/۱، قاضی خاں ۲۰۸/۱، ومثله فی المراقی الفلاح ۳۶۱)

دل کے مریض کا زبان کے نیچے گولی رکھنے کا حکم

امراض قلب میں جو گولی زبان کے نیچے رکھی جاتی ہے اور وہ وہیں جذب ہو کر تحلیل ہو جاتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر دوا کے اجزاء لعاب کے ساتھ مل کر حلق کے راستہ سے اندر چلے جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ قَوْلُهُ كَطَعَمِ ادْوِيَةِ اِي لَوْ دَقَ دَوَاءٌ اَفْوَجِدَ طَعْمَهُ فِي حَلْقِهِ، وَفِي الْقَهْطِسْتَانِي: طَعَمِ الادْوِيَةِ وَرِيحِ الْعَطْرِ اِذَا وَجَدَ فِي حَلْقِهِ لَمْ يَفْطُرْ. (شامی زکریا ۳۶۷/۳، تاتارخانیہ زکریا ۳۸۲/۳، المحيط البرہانی کوئٹہ ۵۵۶/۲)

روزہ میں انجکشن یا ٹیکہ لگوانا

اگر روزہ کے دوران انجکشن لگوایا یا ٹیکہ لگوایا، تو اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑا (لیکن اگر ایسا انجکشن ہو کہ دو براہ راست دماغ یا معدہ تک پہنچتی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا) واما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ عن غير المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والامة، فان داواها بدواء يابس لا يفسد. (بدائع الصنائع ۲/۲۴۳) فالجمع بين الوصول حتى لو علم وصول اليابس افسد او علم وصول الطرى لم يفسد. (شامی زکریا ۳/۳۷۶، جواهر الفقہ ۱/۳۷۹)

روزہ میں گلوکوز چڑھوانا

روزے کی حالت میں گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ دو براہ راست دماغ یا معدہ تک نہیں پہنچتی؛ بلکہ رگوں کے واسطے سے جاتی ہے؛ لیکن بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ واكثر المشائخ اعتبروا الوصول الى الجوف في الجائفة والامة ان عرف ان اليابس وصل الى الجوف يفسد صومه بالاتفاق. وان لم يعرف ان الرطب لا يصل الى الجوف لا يفسد. (تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۷۹، شامی ۳/۳۷۶، بدائع الصنائع ۲/۲۴۳)

روزہ میں ڈائلیس (گردہ کی دھلائی) کرانا

روزہ کی حالت میں ڈائلیس (گردہ کی دھلائی) کے عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ اس عمل کا تعلق صرف خون کی صفائی سے ہے، اور براہ راست جوف معدہ میں اس کے سبب کوئی چیز داخل نہیں ہوتی۔ واكثر المشائخ اعتبروا الوصول في الجائفة والامة، ان عرف ان اليابس وصل الى الجوف يفسد صومه بالاتفاق وان لم يعرف ان الرطب لا يصل الى الجوف لا يفسد. (تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۷۹، شامی زکریا ۳/۳۷۶ وغیرہ)

روزہ میں آکسیجن لینا

روزہ میں اگر آکسیجن کے ذریعہ سانس لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ

آ کیجن محض ایک صاف ستھری ہوا ہے، اس کا بدن میں جانا مفسدِ صوم نہیں ہے۔ (مفطرات الصیام المعاصرة) (دکتور: احمد محمد الخلیل) ۵۶، آئینہ رمضان (مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی) (۶۵)

ہومیو پیتھک دوا سونگھنا

بعض ہومیو پیتھک دوائیں صرف سونگھی جاتی ہیں، ان کو کھایا یا پیانہ نہیں جاتا، اور سونگھنے کے ساتھ ان کا کوئی جز بدن کے اندر منتقل نہیں ہوتا؛ لہذا ایسی دواؤں کے سونگھنے سے یا خارجی استعمال سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ لا یکرہ للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوہ مما لا یكون جوہراً متصلاً کالدخان۔ (مرقئی الفلاح مع الطحطاوی ۵۴۳، بحوالہ: آئینہ رمضان ۷۱)

معدے کے ٹیسٹ کے لئے حلق میں نلکی ڈالنا

اگر معدے وغیرہ کے ٹیسٹ کے لئے حلق یا ناک کے راستہ سے دو رہین والی نلکی ڈالی گئی جس میں کوئی دواء یا چکناہٹ شامل نہ تھی اور اس کا ایک سرا باہر تھا، تو محض اس نلکی کے ڈالنے سے روزہ نہ ٹوٹے گا؛ (لیکن اگر نلکی کے ساتھ کوئی اور مادہ بھی شامل ہو، تو اس کے اندر داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا) (تفصیل دیکھئے: مفطرات الصیام المعاصرة ۴۵-۵۲)

بلا اختیار حلق میں مکھی یا مچھر چلا جانا

بلا اختیار حلق میں مکھی وغیرہ چلے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ولو دخل حلقه ذباب

وهو ذاكر لصومه لم يفطر۔ (ہدایہ ۲۱۸/۱، شامی زکریا ۳۶۶/۳، شامی بیروت ۳۲۷/۳)

خود بخود قے ہونا

خود بخود قے آجانے سے بھی روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی اگرچہ منہ بھر کر کیوں نہ ہو۔ أو

ذره ای سبقه وغلبه القي ولو ملاً فاه۔ (مرقئی الفلاح ۳۶۲، ومثله فی الہدایہ ۲۱۸/۱، البحر

الرائق ۲۷۴/۲، تاتارخانیہ زکریا ۳۷۵/۳، شامی زکریا ۳۹۲/۳)

دانت سے خون نکلا مگر اندر نہیں گیا

دانت سے خون نکل کر پیٹ میں نہ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ أو خرج الدم

من بین أسنانه ودخل حلقه یعنی ولم یصل إلى جوفه لا یفطر. (شامی زکریا

۳۶۷/۳، شامی بیروت ۳۲۷/۳، ومثله فی الهندیة ۲۰۳/۱، فتح القدیر ۳۳۲/۲)

حالت جنابت میں صبح کرنا

حالت جنابت میں سحری کھانے کے بعد صبح صادق کے بعد غسل کرنے سے روزہ میں

فساد نہیں آتا۔ أو أصبح جنبا وإن بقي کل الیوم. (درمختار مع الشامی زکریا ۳۷۲/۳،

درمختار مع الشامی بیروت ۳۳۳/۳، مراقی الفلاح ۳۶۲) إذا أصبح جنبا لا یفسد صومه.

(تاتارخانیہ زکریا ۳۸۴/۳)

دانت میں چنے کے بقدر غذا لگی رہنا

اگر کوئی غذا چنے کی مقدار سے کم دانت میں پھنسی رہ جائے پھر منہ سے نکالے بغیر اسے نگل

گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ وإن أكل ما بین أسنانه ثم یفسد إن کان قليلا وإن کان

کثیرا یفسد والحمصة وما فوقها کثیر وما دونها قليل. (ہندیہ ۲۰۲/۱، ومثله فی

التاتارخانیہ زکریا ۳۸۱/۳، مجمع الانہر ۲۴۶/۱، ہدایہ ۲۱۸/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳۶۷/۳)

نوٹ: اور اگر دانت سے غذا نکال کر ہاتھ میں لی، پھر اسے منہ میں لے کر نگل لیا تو روزہ

یقیناً ٹوٹ جائے گا۔ وإن أخرجه وأخذہ بیدہ ثم أكل ینبغی أن یفسد. (ہندیہ ۲۰۲/۱)

غسل کی ٹھنڈک اندر بدن تک پہنچنا

گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا بلا کراہت درست ہے، اگرچہ پانی کی ٹھنڈک بدن کے

اندر تک پہنچ رہی ہو۔ ومن اغتسل فی ماء ووجد برده فی باطنه لا یفطرہ.

(ہندیہ ۲۰۳/۱، ومثله فی المراقی ۳۶۱، مجمع الانہر ۲۴۴/۱، ہدایہ ۲۱۷/۱)

پانی سے کلی کرنے کے بعد تھوک نگلنا

کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی جو تری رہ جاتی ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگلنے سے روزہ

میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ولو بقی بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم یفطرہ.

(ہندیہ ۲۰۳/۱، شامی زکریا ۳۶۷/۳، بزازیہ ۱۰۰/۴، مراقی الفلاح ۳۶۱)

پسینہ یا آنسو کے دو ایک قطرے منہ میں چلے گئے

آنسویا چہرہ کا پسینہ ایک دو قطرہ بلا اختیار حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ الدموع
إذا دخلت فم الصائم إن كان قليلاً كالقطرة والقطرتين أو نحوها لا يفسد صومه
السخ، وكذا عرق الوجه إذا دخل فم الصائم. (ہندیہ ۲۰۳/۱، تاتارخانیہ زکریا ۳۸۳/۳،

بزازیہ ۹۸/۴، فتح القدیر ۳۳۲/۲، شامی زکریا ۳۷۸/۳، ہدایہ ۲۱۷/۱)

روزہ کی حالت میں کان کا میل نکالنا

کان کا میل نکالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ کتنی ہی بار کان میں سلائی ڈالی جائے۔ أو
حك أذنه بعود فخرج عليه درن مما في الصماخ ثم أدخله أي العود مراراً إلى
أذنه لا يفسد صومه بالإجماع. (مراقی الفلاح ۳۴۲، ومثله في البزازیة ۹۸/۴، تاتارخانیة ۳۷۷/۳)

پان کی سرخی منہ میں رہ جانا

اگر پان کھا کر خوب کلی غرہ کر کے منہ صاف کر لیا؛ لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی، تو اس میں
کچھ حرج نہیں، اگر اس سرخی کے اثرات تھوک کے ساتھ پیٹ میں چلے جائیں تب بھی روزہ نہیں
ٹوٹے گا۔ أو بقى بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره. (ہندیہ ۲۰۳/۱،

بزازیة ۱۰۰/۴، شامی زکریا ۳۶۷/۳، مراقی الفلاح ۳۶۱)

روزہ میں ناک سڑکنا

ناک کو اتنی زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ولو
دخل المخاط أنفه من رأسه ثم استشمه فأدخل حلقه عمداً لم يفطره لأنه بمنزلة
ريقه. (ہندیہ ۲۰۳/۱، خانیہ ۲۰۷/۱، درمختار زکریا ۳۷۳/۳، فتح القدیر ۳۳۲/۲، تاتارخانیة

۳۸۴/۳، بزازیة ۹۸/۴، بہشتی زبور ۲۱/۳)

رال کا منہ میں کھینچ لینا

اگر منہ سے رال نکلی لیکن ابھی وہ منقطع ہو کر ٹپکنے نہ پائی تھی کہ اسے منہ کی طرف کھینچ کر نگل لیا تو اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔ أو خرج بزاقه من الفم إلى الذقن ولم ينقطع فابتلعها لا يفسد صومه. (قاضی خان ۲۰۸/۱، ومثله فی فتح القدیر ۳۳۲/۲، ہندیہ ۲۰۳/۱، تاتارخانیہ زکریا ۳۸۲/۳)

قے کا خود بخود لوٹ جانا

تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی یا قصداً اسے نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ اگر منہ بھر کر قے ہوئی تھی تو اسے قصداً لوٹانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ إذا قاء أو استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر على الأصح إلا في الإعادة، والاستقاء بملء بشرط ملء الفم. (ہندیہ ۲۰۴/۱، ومثله فی التاتارخانیہ ۳۷۵/۳، الدر المنقی ۲۴۷/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳۹۲/۳)

سر پر رومال بھگو کر رکھنا

روزہ کی حالت میں رومال بھگو کر سر پر رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔ ولا بأس للصائم ان يلتف بالثوب المبلول هو المختار (تاتارخانیہ ۳۹۸/۳، مجمع الانہر ۲۴۸/۱، مرقی الفلاح ۳۷۳، البحر الرائق ۲۸۰/۲) وکذا لا تکرہ حجبۃ وتلف بثوب مبتل. (شامی زکریا ۳۹۹/۳، شامی بیروت ۳۵۶/۳)

روزہ میں مسواک کرنا

روزہ میں خشک یا تر مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہے۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مَا لَا أَحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ. (ترمذی شریف ۱۰۴/۱، ابوداؤد شریف ۳۲۲/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۶/۱) ولا بأس بالسواک الرطب واليابس فی الغداة والعشی عندنا الخ. (ہندیہ ۱۹۹/۱، ہدایہ ۲۲۱/۱، بدائع الصنائع زکریا ۲۶۸/۲، شامی زکریا ۳۹۹/۳)

روزہ میں نیم کی تر مسواک کا حکم

روزہ میں نیم وغیرہ کی تر مسواک کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اما الرطب

الاخضر فلا بأس به اتفاقاً كذا في الخلاصة. (شامی زکریا ۳/۳۹۹)

روزہ میں سرمہ لگانا

روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا جائز ہے۔ ولا يكره كحل. (ہندیہ ۱/۱۹۹،

درمختار مع الشامی زکریا ۳/۳۹۷) ولا بأس بالكحل. (ہدایہ ۱/۲۲۱، تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۷۹)

روزہ میں آنکھ میں دوا ڈالنا

روزہ کی حالت میں ضرورت کے وقت آنکھ میں دوا ڈالنا جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا،

اگرچہ دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔ او اقطر بشيء من اللوا في عينه لا يفسد الصوم عندنا،

وان وجد طعم ذلك في حلقه. (تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۷۹، مرقی الفلاح ۱/۳۶۱، جواهر الفقہ ۱/۳۷۹)

روزہ میں پھول یا عطر کی خوشبو سونگھنا

روزہ کی حالت میں عطر یا پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لا يكره

للصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه. (مرقی الفلاح ۱/۳۶۱، شامی زکریا ۳/۳۶۷،

ومثله في التاتارخانية زکریا ۳/۳۸۲، المحيط البرهانی کوئٹہ ۲/۵۵۶)

روزہ میں بدن پر ”وکس“ لگانا

نزلہ وغیرہ کے وقت جو ”وکس“ مرہم لگایا جاتا ہے، جس کی تیز خوشبو دماغ تک پہنچتی ہے،

اس کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ولا يتوهم أنه کشم الورد ومائه والمسك

لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشمه وبين جوهر دخان وصل

إلى جوفه بفعله. (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۴۵۰، بحوالہ: آئینہ رمضان ۷۰، کتاب

الفتاویٰ ۳/۳۹۴)

روزہ میں سریا بدن پر تیل لگانا

روزہ کے دوران سریا بدن پر تیل لگانا مباح ہے، اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

او اذھن لا یفطر۔ (شامی زکریا ۳/۳۶۷، مجمع الانہر ۱/۲۴۴، مراقی الفلاح ۱/۳۶۱،

جواہر الفقہ ۱/۳۷۹)

روزہ کے دوران حلق میں گرد و غبار چلے جانا

روزہ کی حالت میں اگر بلا اختیار گرد و غبار حلق میں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں

ٹوٹتا۔ او دخل حلقه غبار ولو ذاکراً استحساناً لم یفطر۔ (درمختار مع

الشامی زکریا ۳/۳۶۶، مجمع الانہر ۱/۲۴۵)

روزہ میں بلا اختیار منہ میں دھواں داخل ہو جانا

اگر روزہ دار ایسی جگہ چلا جائے جہاں دھواں پھیلا ہوا ہو اور وہ دھواں اس کے قصد و ارادہ کے بغیر

اس کے منہ میں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ او دخل حلقه غبار او دخان

ولو ذاکراً استحساناً لم یفطر۔ (درمختار مع لشامی زکریا ۳/۳۶۶، ومنہ فی الہندیۃ ۱/۲۰۳)

نوٹ: لیکن اگر بالقصد دھواں منہ میں داخل کیا جائے، مثلاً اگر بتی کا دھواں قصد اناک میں

چڑھایا، یا بیڑی سگریٹ پی تو یقیناً روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لو ادخل حلقه الدخان ای بای

صورة کان الادخال حتی لو تبخر بخور فاواه الی نفسه واشتمہ ذاکراً لصومه

افطر لامکان التحرز عنہ۔ (شامی زکریا ۳/۳۶۶، مراقی الفلاح ۱/۳۶۱، الدر المنتقی ۱/۲۴۵)

غسل کے دوران بلا ارادہ کان میں پانی چلا جانا

اگر روزہ دار کے کان میں غسل کرتے ہوئے یا بارش میں بھگتے ہوئے یا دریا میں نہاتے

ہوئے بلا اختیار کان میں پانی چلا جائے تو اس سے بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا۔ إذا خاض الماء

فدخل أذنه لا يفسد صومه. (فتح القدير زكريا ۳۴۷/۲، خانية ۲۰۹/۱، بزازية على الهندية ۹۸/۴، تاتارخانية ۳۷۷/۳)

نوٹ : لیکن اگر بالقصد کان میں پانی ڈالا تو فقہاء کا اختلاف ہے، بعض نے فساد کو ترجیح دی ہے اور بعض نے عدم فساد کو مختار قرار دیا ہے؛ اس لئے بحالتِ روزہ کان میں پانی ڈالنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ وان صب فيه عمداً قليل يفسد صومه، والمختار انه لا يفسد في الوجهين جميعاً. (تاتارخانية ۳۷۷/۳) والحاصل الاتفاق على الفطر بصب الدهن وعلى عدمه بدخول الماء واختلف التصحيح في ادخاله. (شامی زکریا ۳۶۷/۳)

روزہ کی حالت میں احتلام

احتلام (سوتے میں غسل کی حاجت ہو جانا) بھی مفید صوم نہیں۔ أو احتلم لم يفطر. (شامی زکریا ۳۶۷/۳، شامی بیروت ۳۲۷/۳، ومثله في الهداية ۲۱۷/۱، البحر الرائق ۲۷۲/۲)

تصور کی وجہ سے انزال ہو گیا

اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کا تصور کیا اور اسی وجہ سے انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔ أو تصور فامنى لا يفسد. (تاتارخانية ۳۸۶/۳، درمختار زکریا ۳۶۷/۳)

بد نظری کی وجہ سے انزال ہو گیا

محض کسی عورت یا تصویر کو دیکھ کر اگر انزال ہو جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (تاہم بد نظری بہر حال گناہ ہے) أو احتلم أو انزل بنظر ای لا يفطر. (البحر الرائق ۲۷۲/۲، مجمع الانهر ۲۴۴/۱، شامی زکریا ۳۶۷/۳، مراقی الفلاح ۳۶۱)

روزہ میں مذی نکلنا

روزہ کی حالت میں مذی نکلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ مس الصائم امرأته وامذی لا يفسد صومه. (تاتارخانية زکریا ۳۸۷/۳) فلو مذيلاً لا يفطر. (الدر المنتقى ۲۴۶/۱، احسن الفتاوى ۴۴۱/۴)



مفسدات روزہ

اگر بتی کا دھواں منہ یا ناک میں داخل کرنا

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اگر بتی کا دھواں (یا کوئی بھی بھاپ) ناک یا منہ میں داخل کرے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لو أدخل حلقه الدخان أي بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر بخور فاواه إلى نفسه واشتمه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه. (شامی زکریا ۳/۳۶۶، ومثله فی مراقی الفلاح ۳/۳۶۱، الدر المنقی ۱/۲۴۵)

روزہ کی حالت میں بھپارہ یا ”انہیلر“ کا استعمال

دوایا پانی کی بھاپ کا بھپارہ لینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، یہی حکم دمہ میں تسکین کے آلہ ”انہیلر“ کا ہے۔ لو أدخل حلقه الدخان أي بأي صورة كان الإدخال أفطر لإمكان التحرز منه. (شامی زکریا ۳/۳۶۶)

نوٹ: اگر کوئی دمہ کا مریض بغیر ”انہیلر“ کے استعمال کے رہ ہی نہ سکتا ہو اور بظاہر اس کا بدن صحیح سالم ہو تو وہ کیا کرے؟ اس بارے میں معاصر مفتیان کی تین رائیں ہیں:

(الف) ایک رائے تو یہ ہے کہ ایسا شخص مطلقاً معذور کے حکم میں ہے کہ وہ سردست روزہ نہ رکھے اور صحت ہونے کے بعد قضا کرے یا فدیہ دے۔ برصغیر کے اکثر مفتیان اور مصر و شام کے ممتاز اور محقق علماء مثلاً ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، ڈاکٹر محمد الالفی اور شیخ محمد مختار السلامی کی رائے یہی ہے۔

(ب) اور دوسری رائے یہ ہے کہ ”انہیلر“ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ لہذا مذکورہ شخص

”انہیلر“ کے استعمال کے ساتھ روزہ رکھتا رہے، اس کا روزہ درست ہو جائے گا، بعد میں قضاء بھی لازم نہ ہوگی۔ متعدد عرب علماء مثلاً: شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ عبداللہ بن

جبرین وغیرہ کی رائے یہی ہے۔ (دیکھئے: مفطرات الصیام العاصرة ۳۹-۴۴)

(ج) اور تیسری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو ”انہیلر“ کے استعمال کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا؛ لیکن صحت کے بعد احتیاطاً قضا کا حکم ہوگا، اور اگر تا وفات صحت مند نہ ہو سکے تو فدیہ ادا کرے۔ اس تیسری رائے میں احتیاط زیادہ ہے۔ (مرتب)

روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر قے کرنا

اگر روزہ کی حالت میں قصداً قے کی تو منہ بھر کر قے کرنے کی صورت میں بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر منہ بھر کر نہ ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، جب کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا۔ وإن استقاء أى طلب القى عامداً أى متذكراً لصومه إن كان ملاً الفم فسد بالإجماع مطلقاً وإن أقل لا عند الثانی وهو الصحيح لكن ظاهر الرواية كقول محمد إنه يفسد كما فى الفتح عن الكافى.

(درمختار زکریا ۳/۹۳، ہدایہ ۱/۲۱۸، تاتارخانیہ ۳/۳۷۶، تبیین الحقائق ۲/۱۷۵، مرقی لفلح ۲/۳۶۲)

نوٹ: البتہ خود بخود بلا ارادہ قے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

نکسیر کا خون اندر چلا گیا

اگر روزہ دار کی نکسیر پھوٹی اور اس کا خون ناک سے منہ میں آ کر حلق میں چلا گیا تو روزہ

ٹوٹ جائے گا۔ إذا دخل دم رعاfe حلقه فسد صومه. (تاتارخانیہ ۳/۳۸۳، ومثله فى مجمع

الانهر ۱/۲۴۵، خانیہ ۱/۲۱۱)

روزہ کی حالت میں منہ میں پان دبا کر سو گیا

روزہ دار منہ میں پان دبا کر سو گیا اور اسی حالت میں صبح ہو گئی تو روزہ نہیں ہوا؛ اس لئے کہ

سوتے وقت پان کے اجزاء تھوک کے ساتھ پیٹ میں خود چلے گئے ہوں گے؛ لہذا بعد میں قضاء

روزہ رکھے؛ البتہ کفارہ واجب نہیں۔ وإن أفطر خطأ كأن تمضمض فسبقه الماء أو

شرب نائماً..... قضی فقط. (شامی زکریا ۳/۳۷۴، شامی بیروت ۳/۳۳۴، بہشتی زیور ۳/۱۲۱)

کلی کرتے وقت بے اختیار حلق میں پانی چلا گیا

کلی کرتے وقت حلق میں بلا اختیار پانی چلا گیا اب اگر اس کو روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا، قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں، اور اگر روزہ یاد ہی نہیں تھا ایسی حالت میں پانی منہ میں لے لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ وان تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفه إن كان ذاكراً لصومه فسد صومه، وعليه القضاء، وان لم يكن ذاكراً لا يفسد صومه. (ہندیہ، ۲۰۲/۱، ۲۰۲/۱)

تاتارخانیہ ۳۷۸/۳، خانیہ ۲۰۹/۱، شامی زکریا ۳۷۴/۳، شامی بیروت ۳۳۴/۳

ناک یا کان میں دوا یا تیل ڈالنا

ناک یا کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ ومن احتقن أو استعطأ أو أقطر في أذنه دهناً أفطر ولا كفارة عليه. (ہندیہ ۲۲۰/۱، ۲۲۰/۱، ۲۲۰/۱)

الہندیہ ۲۰۴/۱، مراقی الفلاح ۳۶۷، خانیہ ۲۱۰/۱، مجمع الانہر ۲۴۱/۱

نوٹ: آج کل جدید تحقیق کے مطابق کان اور دماغ میں کوئی منفذ نہیں ہے اسی لئے بعض مفتیان کرام نے کان میں دوا ڈالنے کو غیر مفطر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: مفطرات الصیام المعاصرة ۶۲) لیکن قدیم فقہاء کی محتاط رائے وہی ہے جو اوپر درج ہوئی، اسی پر فتویٰ ہے۔ (مرتب)

غلطی یا دھمکی سے روزہ توڑ دینا

اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ دے یا دھمکی دے کر کسی کا روزہ فاسد کر لیا جائے تو ایسی صورت میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ ولو أكل مكرهاً أو مخطئاً عليه القضاء دون الكفارة. (ہندیہ ۲۰۲/۱، خانیہ ۲۰۹/۱، مجمع الانہر ۲۴۱/۱)

مٹی یا پتھر کی کنکری نگلنا

پتھر کی کنکری یا بے فائدہ مٹی یا گھاس پھوس یا کاغذ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر صرف قضا لازم ہوگی۔ ولو ابتلع حصاة أو نواة أو حجراً أو مدرأ أو قطناً أو حشيشاً

أو كاغذة فعليه القضاء ولا كفارة. (ہندیہ ۲۰۲/۱، ہزازیہ ۹۹/۴، مراقی الفلاح ۳۶۷، ہدایہ

۲۱۹/۱، مجمع الانہر ۲۴۲/۱، تبیین الحقائق ۱۷۵/۲)

مسوڑھوں کے خون کا پیٹ میں چلا جانا

مسوڑھوں کا خون اگر اتنا زیادہ ہو کہ وہ تھوک پر غالب آجائے یا وہ تھوک کے برابر برابر ہو، تو اس کے پیٹ میں چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور قضا لازم ہوگی۔ أو خرج الدم من بین أسنانه ودخل حلقه یعنی ولم یصل إلی جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساویا فسد. (شامی زکریا ۳۶۸/۳، بیروت ۳۲۸/۳، ومثله فی فتح لقدير ۳۳۳/۲) الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للزاق لا یضره، وإن كانت الغلبة للدم یفسد صومه وإن كانا سواء أفسد أيضاً استحساناً. (ہندیہ ۲۰۳/۱، خانہ ۲۰۸/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۱۴/۶)

روزہ کی حالت میں حقہ یا بیڑی سگریٹ پینا

روزہ کی حالت میں حقہ یا بیڑی سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ وبہ علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرب لالی فی شرحه علی الوہبانیۃ بقولہ: ویمنع من بیع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لاشک یفطر. (شامی زکریا ۳۶۶/۳، بیروت ۳۲۷/۳، ومثله فی المرقی ۳۷۰، مجمع الانہر ۲۴۵/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۱۵/۶)

روزہ کی حالت میں مشت زنی

اگر روزے کے دوران مشت زنی سے انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو گیا، بعد میں قضا لازم ہے، مگر کفارہ لازم نہیں ہے۔ (اور مشت زنی بہر حال گناہ ہے) او استمنی بکفہ..... فانزل..... قضی فقط. (درمختار زکریا ۳۷۹/۳-۳۸۲)

بوس و کنار کی وجہ سے انزال ہو جانا

اگر بیوی سے بوس و کنار کی وجہ سے انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ أو قبل ولو قبلۃ فاحشۃ بأن یدغدغ أو یمص شفٹیہا أو لمس ولو

بحائل لا يمنع الحرارة فأنزل قضی فی الصور کلها فقط. (شامی زکریا

۳۷۹/۳، شامی بیروت ۳۲۸/۳-۳۲۹، ومثله فی الهدایة ۲۱۷/۱، تاتارخانیة ۲۸۶/۳، ہندیة ۲۰۴/۱،

مجمع الانہر ۲۴۶/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۱۷/۶)

احتلام کے بعد روزہ ٹوٹنے کے گمان سے افطار کر لینا

احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ لیکن اگر کسی نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ احتلام کی وجہ سے روزہ جاتا رہا افطار کر لیا تو کفارہ نہیں صرف قضاء لازم ہے۔ أو أكل أو جامع ناسياً أو احتلم أو أنزل بنظر أو ذرعه القی فظن أنه أفطر فأكل عمداً.....، قضی فی الصور کلها فقط.

(شامی زکریا ۳۷۵/۳، شامی بیروت ۳۳۵/۳، ومثله فی الهدایة ۲۲۶/۱، ہندیة ۲۰۶/۱،

تاتارخانیة ۴۲۴/۳، بزازیة ۱۰۱/۱، مرقی الفلاح ۳۹۸، فتاویٰ دارالعلوم ۴۲۱/۶)

سخت بیماری کے وقت روزہ افطار کر لینا

سخت بیماری کی وجہ سے اگر روزہ افطار کر لے تو اس کو صرف قضاء کرنی پڑے گی کفارہ نہیں۔ أو مریض خاف الزیادة لمرضه بغلبة الظن بامارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور..... وقضوا لزوماً ما قدروا. (شامی زکریا ۴۰۳/۳، شامی

بیروت ۳۶۰/۳، ومثله فی تبیین الحقائق ۱۸۹/۲، مجمع الانہر ۲۴۸/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۲۲/۶)

قصداً روزہ توڑ دیا پھر اسی دن بیمار ہو گیا

اگر کسی نے قصداً روزہ توڑ دیا پھر بیمار ہو گیا یا عورت کو حیض آ گیا تو قضاء لازم ہوگی، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ ثم إنما یکفر إن نوى لیلاً ولم یکن مکرهاً ولم یطراً مسقط کمرض وحیض. (وفی الشامیة) أي بعد إفطاره عمداً مقيماً ناویاً لیلاً. (شامی زکریا ۳۹۰/۳، شامی بیروت ۳۴۸/۳) والصحيح إذا أفطر ثم مرض مرضاً لا یستطیع معه الصوم تسقط الکفارة عندنا، کذا فی فتاویٰ قاضی خان وهو الأصح. (ہندیة

۲۰۶/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۲۸/۶)

روزہ میں عورت کے ساتھ زبردستی جماع

رمضان کے روزہ میں اگر عورت کے ساتھ مرد زبردستی مجامعت کرے تو عورت پر صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔ وإن كانت مکروهة فعلیہا القضاء دون الکفارة و کذا إذا كانت مکروهة فی الابتداء ثم طأوعته بعد ذلک. (عالمگیری ۲۰۵/۱، ومثله فی المراقی

۳۶۸، خانیة ۲۱۲/۱، تاتارخانیة زکریا ۳۹۴/۳)

مسافر کا روزہ توڑ دینا

اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں سفر شروع کیا تو اسے بلا عذر روزہ نہیں توڑنا چاہئے؛ لیکن اگر روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہ ہوگا۔ فلو سافر نهاراً لا یباح له الفطر فی ذلک الیوم وان افطر لا کفارة علیہ. (عالمگیری ۲۰۶/۱)

روزہ کی حالت میں ”انیما“ لینا

پیٹ کی صفائی کے لئے پیچھے کے راستہ سے جو دوا چڑھائی جاتی ہے (جس کو ”انیما“ کہا جاتا ہے) اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وإذا احتقن یفسد صومه. (تاتارخانیة زکریا ۳۷۸/۳، هداية ۲۲۰/۱، مجمع الانهر ۲۴۱/۱، خانیة ۲۱۰/۱، درمختار زکریا ۳۷۶/۳)

بواسیر کے اندرونی مسوں پر دوا لگانا

بواسیر کے اندرونی مسوں پر مرہم یا دوا لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر جو مسے باہر رہتے ہیں ان پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ مستفاد: وفي الفتح: خرج سرمه فغسله فان قام قبل ان ینشفه فسد صومه والا فلا. (شامی زکریا ۳۶۹/۳، ومثله فی التاتارخانیة زکریا ۳۸۰/۳، تبیین الحقائق ۱۸۳/۲، احسن الفتاویٰ ۴۳۰/۴، فاری دارالعلوم ۴۱۱/۶)

مرد کی پیشاب کی نالی میں دوا ٹپکانا

مرد کی پیشاب کی نالی میں اگر کوئی دوا ڈالی جائے اور وہ مثانہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ

جائے گا، اور اگر مثانہ تک نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ واذا أقطر في أحليله لا يفسد صومه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله..... وهذا الاختلاف فيما إذا وصل المثانة وأما إذا لم يصل بأن كان في قصبة الذكر بعد لا يفطر بالإجماع. (ہندیہ ۲۰۴/۱، ومثله فی تبیین الحقائق ۱۸۳/۲، البحر الرائق ۲۸۹/۲، مراقی الفلاح ۳۶۲، تاتارخانیہ زکریا ۳۷۸/۳)

عورت کی شرم گاہ میں دوا رکھنا

اگر کسی عورت کی شرم گاہ میں کوئی دوا ڈالی جائے تو فوراً اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لأن الاقطار فی قبل المرأة یفسد الصوم بلا خلاف علی الصحیح کذا فی غایۃ البیان. (البحر الرائق زکریا ۴۸۸/۲، ومثله فی الہندیہ ۲۰۴/۱، بزازیہ ۹۷/۴، تاتارخانیہ ۳۸۹/۳)

ڈاکٹر نی کا عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ داخل کرنا

اگر کسی مرض کی تشخیص یا مدت وضع حمل کا اندازہ لگانے کے لئے لیڈی ڈاکٹر کسی عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ ڈالے تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر وہ خشک ہاتھ ڈالے جس پر پانی یا دوا کا کچھ اثر نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) اور اگر تر ہاتھ ڈالا یا دوا وغیرہ لگا کر ہاتھ ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ أو أدخل أصبعه اليابسة فيه ای دبرہ او فرجہا، ولو مبتلة فسد (در مختار) وفي الشامي: لبقاء شيء من البلة في الداخل. (شامی زکریا ۳۶۹/۳) ولو أدخل إصبعه في استه أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لو صول الماء أو الدهن. (عالمگیری ۲۰۴/۱، ومثله فی التاتارخانیہ زکریا ۳۸۰/۳، تبیین الحقائق ۱۸۳/۲، طحطاوی ۳۶۱)



روزہ توڑنے کے کفارہ کے مسائل

کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟

روزہ یاد ہونے کی حالت میں اگر کوئی مکلف شخص رمضان میں جان بوجھ کر بلا کسی اشتباہ کے کوئی دل پسند غذا یا نفع بخش دوا کھاپی کر یا جماع کر کے روزہ کو فاسد کر دے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ ومن جامع فی احد السبیلین عامداً فعليه القضاء والكفارة، ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يداوى به فعليه القضاء والكفارة. (ہدایہ ۲۱۹/۱، ومثله فی عالمگیری ۲۰۵/۱-۲۰۶، البحر الرائق ۲۷۶/۲، تاتارخانیہ ۳۸۹/۳، مراقی الفلاح ۳۶۳)

کفارہ جماع میں انزال شرط نہیں

جماع میں سپاری چھپ جائے تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ او توارت الحشفة فی أحد السبیلین أنزل أولاً..... قضی وکفر. (شامی زکریا ۳۸۶/۳، شامی بیروت ۳۴۴/۳، خانیہ ۲۱۲/۱، بدائع الصنائع ۲۵۳/۲)

کفارہ کیا ہے؟

رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام یا باندی آزاد کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو جیسا کہ آج کل کا دور ہے تو لگا تار دو مہینہ کے روزے رکھے درمیان میں ایک بھی ناغہ نہ ہو ورنہ پھر از سر نو رکھنے پڑیں گے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ والكفارة تحریر رقبہ..... فإن عجز عنه صام شهرین متتابعین لیس فیہا یوم عید ولا أيام التشریق فإن لم یستطع الصوم أطعم ستین مسکیناً والشرط أن

یغدیہم ویعشیہم غداء وعشاء مشبعین. (نور الايضاح مع مراقی الفلاح ۳۶۶، الولوالجیہ

۲۲۵/۱، مجمع الانهر ۲۳۹/۱، البحر الرائق ۲۷۷/۲، شامی زکریا ۳۹۰/۳)

کھانا کھلانے میں تسلسل ضروری نہیں

اگر کوئی شخص ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے ذریعہ کفارہ ادا کر رہا ہے تو اس کے لئے تسلسل ضروری نہیں ہے؛ بلکہ وہ متفرق اوقات میں بھی مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ (قولہ: ولو فی اوقات متفرقة) فلا يشترط اتحاد الوقت. (طحطاوی ۶۷۰)

ایک فقیر کو ۶۰ دن کھانا کھلانا

اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح شام کھانا کھلایا تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ جاز لو اطعم واحداً ستين يوماً (در مختار) لتجدد الحاجة. (در مختار مع الشامی زکریا ۱۴۵/۵،

مراقی الفلاح ۶۷۰، ہندیہ ۵۱۴/۱، تفسیر قرطبی ۲۸۷/۱۷)

بہت چھوٹے بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا

چھوٹے بچوں (جو قریب البلوغ نہ ہوں) کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ ولا یجزی اطعام غیر المراهق. (طحطاوی ۶۷۰، ومثله فی الشامی زکریا ۱۴۳/۵، البحر الرائق ۱۰۹/۴)

عورت کے ایام حیض تسلسل میں مانع نہیں

عورت پر اگر کفارہ لازم ہو جائے تو اس کے ماہواری (ناپاکی) کے ایام عذر سمجھے جائیں گے اور ان دنوں میں روزہ نہ رکھنے سے اس کے تسلسل پر کوئی فرق نہ پڑے گا مگر پاکی کے بعد فوراً روزے مسلسل رکھنے ہوں گے، اگر تاخیر کردی تو از سر نو پورے روزے رکھنے پڑیں گے۔ فبان أفطر ولو بعدر غیر الحيض استأنف ويلزمها الوصل بعد طهرها من الحيض حتى لو لم تصل تستأنف. (طحطاوی ۳۶۶، ومثله فی الدر المختار مع الشامی زکریا ۳۹۰/۳، البحر

الرائق ۲۷۷/۲، الولوالجیہ ۲۲۶/۱)

پسندیدہ شخص کا لعاب دہن نگلنا

اگر کوئی دوسرے کا تھوک نگل لے تو روزہ فاسد ہو جائے گا قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں، اسی طرح اگر اپنا تھوک ہاتھ میں لے کر نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا؛ لیکن اگر اپنے پسندیدہ شخص مثلاً بیوی یا قریبی دوست کا تھوک نگلا ہے تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ وکذا لو خرج البزاق من فمه ثم ابتلعه وکذا بزاق غیرہ، لانه مما يعاف منه. ولو بزاق حبيبه أو صديقه وجبت كما ذكره الحلواني لأنه لا يعافه. (شامی زکریا ۳۸۷/۳، شامی بیروت ۳۴۵/۳، ومثله فی التاتارخانیة ۳۸۳/۳، ہندیہ ۲۰۳/۱، بزازیة ۹۸/۴، الولوالجیة ۲۲۳/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۳۳/۶)

کچا گوشت یا کچی چربی کھانا

روزہ کی حالت میں عہد کچا گوشت یا کچی چربی کھانے سے بھی قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ وکذا اذا اکل لحماً غیر مطبوخ، او شحماً غیر مطبوخ علی المختار. (ہندیہ ۲۰۵/۱) وإن اکل لحماً غیر مطبوخ اختلفوا فی وجوب الکفارة والصحيح هو الوجوب..... وإن اکل لحماً غیر مطبوخ علیہ القضاء والکفارة. (خانیہ ۲۱۴/۱، ومثله فی الولوالجیة ۲۲۳/۱، شامی زکریا ۳۸۷/۳، شامی بیروت ۳۴۵/۳، فتاویٰ دارالعلوم ۴۴۱/۶)

غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں

غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، خواہ وہ روزہ قضا کا ہو یا نفلی ہو، دونوں کا حکم یہی ہے۔ ولا كفارة بافساد صوم غیر رمضان کذا فی الکنز. (ہندیہ ۲۱۴/۱)



مستحباتِ روزہ

(۱) سورج ڈوبتے ہی نماز سے پہلے روزہ کھولنے میں جلدی کرنا۔ (۲) کھجور یا چھوڑے سے افطار کرنا اس کے بعد پانی کا درجہ ہے۔ (۳) جس چیز سے روزہ افطار کیا جائے وہ طاق عدد ہو۔ (۴) افطار کرتے ہوئے دعاءِ ماثورہ کا پڑھنا مثلاً: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اَمِنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (۵) کچھ نہ کچھ سحری کے وقت کھانا پینا، خواہ تھوڑا سا ہی ہو یا ایک گھونٹ پانی ہو۔ (۶) اتنی تاخیر نہ کرنا کہ صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے۔ (۷) زبان کو بیہودہ گوئی سے باز رکھنا، اور ہر طرح کے حرام افعال مثلاً غیبت اور چغلی کرنے سے بہر حال بچتے رہنا۔ (۸) رشتہ داروں، محتاجوں اور مسکینوں کو صدقات و خیرات سے نوازنا۔ (۹) حصولِ علم میں مشغول رہنا، تلاوت کرنا، درود شریف پڑھنا، ذکر الہی میں رات دن لگے رہنا۔ (۱۰) اور اعتکاف کرنا۔ سنن الصوم و مستحباتہ کثیرہ: اہمہا السحور.....، وتأخیر السحور، وتعجیل الفطر.....، ویستحب ان یکون الافطار علی رطبات، فان لم تکن فعلى تمرات.....، فمن لم یجد فلیفطر علی ماء فانه طهور، ویستحب ان یدعو عند الافطار.....، والا کثار من الصدقات.....، ومن اہم ما ینبغی ان یرفع عنہ الصائم ویحذره: ما یحبط صومه من المعاصی الظاہرة والباطنة فیصون لسانہ عن اللغو، والہذیان، والکذب، والغیبة والنمیمہ، والفحش والجفاء، والخصومة والمراء، ویکف جوارحہ عن جمیع الشهوات والمحرمات، ویشتغل بالعبادة و ذکر اللہ وتلاوة القرآن، وهذا کما یقول الغزالی: هو سر الصوم. (الموسوعة الفقهية ۲۸/۲۸-۲۹)



مکروہاتِ روزہ

منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا

منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا روزہ کی حالت میں مکروہ ہے اگرچہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لو جمع الریق قصداً ثم ابتلعه لا یفسد صومه فی اصح الوجہین۔ (بزازیہ ۹۸/۴) و کرہ لہ جمع الریق فی الفم قصداً ثم ابتلعه تحاشیاً عن الشبهة۔ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۳۷۲)

روزہ میں کسی چیز کا چکھنا یا چبانا

بلا عذر کسی چیز کے چکھنے اور چبانے سے روزہ میں کراہت آجاتی ہے۔ و کرہ لہ ذوق

شیء و کذا مضغہ بلا عذر۔ (شامی زکریا ۳۹۵/۳، شامی بیروت ۳۵۲/۳، و مثله فی المراقی ۳۷۱،

هدایہ ۲۲۰/۱، البحر الرائق ۴۸۹/۲، تاتارخانیہ ۳۹۵/۳، مجمع الانهر ۲۴۷/۱، بدائع الصنائع ۲۶۹/۲)

نوٹ: یہ کراہت عدم عذر پر موقوف ہے لہذا اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی عورت کا شوہر بد مزاج ہے اور

کھانا خراب ہونے پر اس کے غصہ ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے کھانے کا نمک زبان پر رکھ کر چکھنے کی

اجازت ہوگی اور ایسی صورت میں روزہ مکروہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر چھوٹے بچہ کو روٹی چبا کر کھلانے

کی ضرورت ہو اور روزہ دار عورت کے علاوہ وہاں کوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا نہ ہو تو وہ اسے

چبا کر دے سکتی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ چکھنے یا چبانے میں کوئی حصہ حلق کے نیچے نہ اترے ورنہ

روزہ جاتا رہے گا۔ و کذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قالہ العینی ککون زوجہا أو

سیلہا سی الخلق فذاقت (وفی الشامیہ) ومن العذر فی الثانی أن لا تجد من

یمضغ لصبیہا من حائض أو نفساء أو غیرہما ممن لا یصوم ولم تجد طبیخاً۔

(شامی زکریا ۳۹۵/۳، شامی بیروت ۳۵۲/۳)

ٹوٹھ پیسٹ یا منجن استعمال کرنا

روزہ کی حالت میں ٹوٹھ پیسٹ استعمال کرنا کوئلہ یا کوئی منجن دانتوں میں ملنا یا عورت کا اس طرح ہونٹ پر سرخی لگانا کہ اس کے پیٹ میں چلے جانے کا اندیشہ ہو مکروہ ہے۔ وکرہ لہ ذوق شیء و کذا مضغہ (وفی الشامیۃ) الظاهر أن الکراهیۃ فی هذه الأشياء تنزیہیۃ۔

(شامی زکریا ۳۹۵/۳، شامی بیروت ۳۵۲/۳، فتاوی دارالعلوم ۴۰۴/۶)

بیوی سے دل لگی کرنا

روزہ میں بیوی سے دل لگی کرنا مکروہ ہے جب کہ جماع یا انزال کا خوف ہو۔ وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ إن لم یأمن المفسد وإن أمن لا بأس۔ (در مختار مع

الشامی زکریا ۳۹۶/۳، شامی بیروت ۳۵۳/۳، ومثله فی الطحطاوی جدید ۶۸۰، ہدایۃ ۲۱۷/۱،

تاتارخانیۃ ۳۹۹/۳، مجمع الانهر ۲۴۷/۱، الولوالجیۃ ۲۲۷/۱)

روزہ کی حالت میں قصداً تھکا دینے والے اعمال انجام دینا

ہر ایسا کام جس سے اس قدر ضعف کا اندیشہ ہو کہ روزہ توڑنا پڑ جائے مکروہ ہے۔ لایجوز أن یعمل عملاً یصل بہ إلى الضعف۔ (در مختار مع الشامی زکریا ۴۰۰/۳، شامی

بیروت ۳۵۷/۳، تاتارخانیۃ ۴۰۶/۳، مراقی الفلاح ۳۷۲)

بحالتِ روزہ گناہ کرنا

روزہ کی حالت میں ہر گناہ کا کام خواہ قولی ہو یا فعلی روزہ کو مکروہ بنا دیتا ہے۔ أن النبی ﷺ قال: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ بَأَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

(ترمذی شریف ۱۵۰/۱، بخاری شریف ۲۵۵/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۶)

کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا

ناک میں پانی چڑھانے اور کلی کرنے میں مبالغہ کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ فی

الحديث: وبالغ في الاستنشاق الا ان تكون صائماً. (ترمذی شریف ۱/۱۶۳، ابوداؤد شریف ۱/۳۳۲) وتكره له المبالغة في المضمضة والاستنشاق. (ہندیہ ۱/۱۹۹، تاتارخانیہ زکریا ۳/۳۹۵)

عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا

بیوی کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر شوہر بیمار ہے یا وہ بھی روزہ سے ہے یا حالت احرام میں ہے تو مکروہ نہیں۔ ویکرہ ان تصوم المرأة تطوعاً بغير إذن زوجها إلا أن يكون مريضاً أو صائماً أو محرماً بحج أو عمرة. (ہندیہ ۱/۲۰۱، طحطاوی ۳۷۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳/۴۱۵، تاتارخانیہ ۳/۴۶۵، الولوالجیہ ۱/۲۲۹)

وہ اعذار جن کی وجہ سے افطار جائز ہے

جان کے خطرہ یا بیماری میں اضافہ کے اندیشہ سے روزہ توڑنا اچانک ایسی صورت پیش آجائے کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان خطرہ میں ہو جائے گی یا بیماری بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا جائز ہے، صحت یاب ہونے کے بعد قضا کر لے۔ المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر. (ہندیہ ۱/۲۰۷، تاتارخانیہ زکریا ۳/۴۱۳، مجمع الانهر ۱/۲۴۸، ہدایہ ۱/۲۲۱، تبیین الحقائق زکریا ۲/۱۸۹، بہشتی زیور ۳/۱۷۱)

حاملہ عورت کے لئے گنجائش

حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ ہے تو

اس کے لئے روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ والحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدتهما أفطرتا وقضتا ولا كفارة عليهما. (ہندیہ ۲۰۷/۱، تاتارخانیہ زکریا ۴۰۴/۳، درمختار زکریا ۴۰۳/۳، ہدایہ ۲۲۲/۱، بہشتی زیور ۱۷/۳)

دودھ پلانے والی عورت کے لئے سہولت

اگر دودھ پلانے والی عورت کو اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے شیر خوار بچہ ہلاک ہو جائے گا یا عورت بوجہ ضعف کے ہلاک ہو جائے گی، تو اس صورت میں رمضان میں روزہ افطار کرے اور بعد میں قضاء کر لے۔ أو حامل أو مريض خافت بغلبة الظن على نفسها أو ولدتها الخ. (شامی زکریا ۴۰۳/۳، شامی بیروت ۳۵۹/۳) والحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدتهما أفطرتا وقضتا ولا كفارة عليهما. (ہندیہ ۲۰۷/۱، تاتارخانیہ ۴۰۴/۳، فتاویٰ دارالعلوم ۴۶۴/۶)

بھوک پیاس سے بے تاب ہونا

کسی عمل کی وجہ سے بے حد بھوک یا پیاس لگ گئی اور اتنا بے تاب ہو گیا کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ توڑ دینا درست ہے لیکن اگر خود قصداً اس نے اتنا کام کیا جس کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تو گنہگار ہوگا۔ الا عذار التي تبيح الافطار ومنها العطش والجوع كذلك اذا خيف منهما الهلاك او نقصان العقل. (ہندیہ ۲۰۶/۱، تبیین الحقائق ۱۸۹/۲)



باب الاعتكاف

(اعتكاف کے ضروری مسائل)

○
قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ

لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ○

(البقرة: ۱۲۵)

ترجمہ: ”اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں میرے گھر کو پاک و صاف کریں طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے“

○
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

مَنْ مَشَىٰ فِي حَاجَةٍ أَخِيهِ كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ اعْتِكَافٍ عَشْرِ

سِنِينَ، وَمَنْ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ

اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ، كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدُ مِمَّا

بَيْنَ الْخَافِقِينَ. (رواه الطبرانی والحاكم باسناد جيد)

(المتجر الرابع في ثواب العمل الصالح ۱۸۷، مجمع الزوائد ۱۹۲/۸)

ترجمہ: ”جو شخص اپنے بھائی کی کسی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے چل کر جائے تو یہ عمل

کے لئے دس سال کے (نفلی) اعتکاف سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہوگا، اور جو شخص اللہ تبارک

و تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم

درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں، جن میں سے ہر خندق کی چوڑائی زمین و آسمان کے فاصلے

کے برابر ہے۔“

□□□

مسائل اعتکاف

اعتکاف کیا ہے؟

دنیوی کاروبار، معاشی الجھنوں اور ذاتی مصروفیات میں الجھ کر انسان اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہو جاتا ہے، شیطانی اثرات اس کے دل و دماغ پر اس طرح چھا جاتے ہیں کہ اسے کچھ اور سوچنے اور غور کرنے کی سدھ ہی نہیں رہتی، رفتہ رفتہ یہ غفلت اتنی بڑھتی ہے کہ نماز کے لئے مسجد میں کچھ دیر کے لئے جانے اور روزہ زکاۃ وغیرہ عبادتوں کی انجام دہی سے بھی وہ ختم نہیں ہو پاتی، نماز دنیوی خیالات میں گذرتی ہے، اور روزہ لایعنی فضول باتوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ صورت حال زندہ دلان امت کے لئے سوہان روح اور عاشقانِ توحید کے لئے درد و کرب کا سامان بن جاتی ہے۔ مالک الملک کا شاہانہ جاہ و جلال جہاں اس کے دربار میں آپڑے رہنے سے مانع ہوتا ہے وہیں ارحم الراحمین کی رحمت بیکراں فکر مندوں کے لئے امید کے دیے جلاتی ہے، اور تیم ورجاء کے عالم میں غفلت کی وادیوں میں چکر لگانے والا انسان اپنے حقیقی آقا کے دربار میں زبان حال سے یہ کہتے ہوئے فروکش ہو جاتا ہے:

پھر جی میں ہے کہ در پہ اسی کے پڑا رہوں ❖ سر ز پر بار منت درباں کئے ہوئے
اسی جذبہ، اسی عشق، اسی امید اور منت شناسی کا نام اعتکاف ہے۔

اعتکاف کی اہمیت و فضیلت

واقعہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کے متبرک و مسعود اوقات کی قدر اعتکاف کے بغیر کامل طور پر نہیں ہو سکتی، آدمی کتنا ہی شوقین ہو کسی کام میں مستقل مشغول رہنے کے باعث طبیعت میں فطری اکتاہٹ پیدا ہو ہی جاتی ہے، اور عبادت کا تسلسل موقوف ہو جاتا ہے لیکن اعتکاف ایسی عبادت ہے کہ معتکف اگر مسجد میں خالی بھی بیٹھا رہے پھر بھی عبادت گزاروں میں شمار ہوتا ہے اور معتکف کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا اور مسجد میں بیٹھے بیٹھے اسے بے شمار اعمالِ صالحہ کا ثواب ملتا رہتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: ”معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسے (ان) تمام نیکیوں کا (جنہیں وہ اعتکاف کے

سب انجام نہیں دے سکتا) اتنا ہی بدلہ عطا کیا جاتا ہے جتنا نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔ اِنَّ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يُعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْزَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا. (مشکوٰۃ شریف ۱۸۳/۱)

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ رب العزت کی خوشنودی کی تلاش میں ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی بڑی خندقیں حائل فرمادیتے ہیں جو دنیا جہان سے زیادہ چوڑی اور وسیع ہیں۔ وَمَنْ اغْتَكِفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقٍ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ. (الترغیب و الترہیب ۹۶/۲)

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف

رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے سلسلہ میں روایات شاہد ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم ملنے کے بعد کبھی اس کا ناغہ نہیں فرمایا، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ مَنْ اغْتَكِفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَ عُمْرَتَيْنِ. (الترغیب و الترہیب ۹۶/۲)

دیکھئے! کتنی معمولی قربانی پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کس قدر عظیم نعمتوں کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ آج کسی شخص کو اگر کسی لیڈر اور حکمران کی کوٹھی پر چند دن رہنے کی اجازت مل جائے تو وہ اسے بہت ہی فخر کی چیز سمجھتا ہے اور جگہ جگہ اس کو عظیم عزت افزائی جان کر اتر اتر پھرتا ہے، تو اگر دنیا کے ان حکام کے دربار کی حاضری اور وہاں قیام موجب عزت ہے تو کیا مالک الملک شہنشاہ عالم کے در پر جا کے پڑے رہنا باعث عزت اور قابل فخر نہیں؟ پھر یہ دیکھیں کہ اس چند روزہ ماحول میں رہ کر ہماری طبیعت میں کتنی بشت اور روحانی فرحت پیدا ہوتی ہے اور کس طرح ایمان کی زیادتی محسوس طور پر معلوم ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اعتکاف سے ماہ مبارک کا لطف دو بالا ہو جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ شب قدر میں عبادت کی سعادت یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔

عام معاشرہ میں اعتکاف سے بے رغبتی

ان تمام فوائد کے باوجود غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارا عام معاشرہ اس عبادت سے محروم ہوتا جا رہا ہے، رمضان المبارک میں جماعت کی نمازوں اور تراویح وغیرہ کا تو ماشاء اللہ کچھ اہتمام ہو بھی جاتا ہے، لیکن سنت اعتکاف کی ادائیگی کی طرف رجحان بہت کم دکھائی دیتا ہے، اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم عید کی تیاریوں میں اتنا وقت لگانا چاہتے ہیں کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کی وجہ

سے سارے ارمان پورے نہ ہو سکیں گے، تجارت پیشہ لوگ تو اعتکاف کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے اس لئے کہ یہی ان کی سال بھر کی کمائی کا وقت ہے، تو دنیا کی کمائی سے محرومی کا اتنا خیال ہے مگر اس رمضان کے سیزن میں رحمت خداوندی کے حصول میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کا کوئی احساس نہیں؟ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ ایک ساتھ اعتکاف کر لیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہر گھرانے والے اس طرح کا نظام بنائیں کہ ان کے گھر کا ایک فرد اعتکاف کیا کرے اگر تین بھائی ہیں تو ایک اعتکاف کرے اور بقیہ بھائی اس کی خبر گیری کریں، اگر دوکان پر کئی لوگ بیٹھنے والے ہیں تو ایک آدمی کو ہر سال اعتکاف کے لئے متعین کر دیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس طریقہ سے اس عبادت کی قدر پیدا ہوگی اور اس کے اثرات پورے گھرانے میں محسوس کئے جائیں گے، خاص کر نوجوانوں کو اس عبادت کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اعتکاف ان کے لئے ماہ مبارک میں بے شمار گناہوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنے گا، اور ان کو دینی تربیت کا موقع میسر آئے گا، عشرہ اخیرہ سے پہلے مساجد میں اعتکاف کے لئے باقاعدہ تشکیل ہونی چاہئے تاکہ اس عظیم عبادت کی طرف عمومی رجحان ہو اور مسجدیں اعتکاف کرنے والوں سے معمور ہو جائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں خصوصی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

ذیل میں اعتکاف سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

مسنون اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مردوں کے لئے مسجد جماعت میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ والاعتکاف المطلوب شرعاً علی ثلاثة أقسام.....، وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان الخ. (مرقی الفلاح علی الطحطاوی ۳۸۲، ہدایہ ۲۲۹/۱، ہندیہ ۲۱۱/۱، درمختار مع لشامی زکریا ۴۳۰/۱)

ہر آبادی میں اعتکاف

ہر آبادی میں کم از کم کسی ایک شخص کا اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر کسی ایک شخص نے بھی یہ سنت ادا نہیں کی تو پوری آبادی والے تارک سنت ہوں گے، اور اگر آبادی کی کسی بھی مسجد میں ایک شخص بھی اعتکاف کر لے گا تو ساری بستی والوں کی طرف سے سنت کی ادائیگی ہو جائے گی، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے، کیوں کہ بعض علماء نے ہر محلہ

والوں کے لئے اعتکاف کو سنت قرار دیا ہے۔ (دیکھئے احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۸) وقیل سنة علی الکفایة حتی لو ترک أهل بلدة بأسرهم يلحقهم الاسائة وإلا فلا كالتاذین۔
(مجمع الأنهر جدید ۳۷۶/۱، قدیم ۲۵۵/۱، شامی زکریا ۴۳۰/۳)

واجب اعتکاف

اعتکاف کی عبادت اصلاً سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛ لیکن درج ذیل تین صورتوں میں حتمی طور پر اس کا وجوب ہو جاتا ہے:

(۱) کوئی شخص زبان سے یہ کہہ دے کہ اللہ کے لئے میرے اوپر مثلاً اتنے دن کا اعتکاف لازم ہے۔

(۲) یا یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا، تو اس کام کے ہونے پر اس پر اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) جو مسنون اعتکاف نیت کر کے شروع کر دیا گیا ہو تو شروع کرنے سے وہ واجب ہو جاتا ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

الاعتکاف سنة مشروعة يجب بالنذر والتعلیق بالشرط والشروع فيه اعتباراً بسائر العبادات۔ (حاشیہ ۲۲۱/۱، ومثله فی الدر المختار ۴۳۰/۳) وانما یصیر واجباً بأحد امرین: أحدهما قول: وهو النذر المطلق بان یقول: لله علی ان اعتکف يوماً او شهراً او نحو ذلك..... والثاني فعل: وهو الشروع، لان الشروع فی التطوع ملزم عندنا كالنذر۔ (بدائع العینائع زکریا ۲۷۳/۲، ہندیہ ۲۱۱/۱، البحر الرائق دراجی

۲۹۹/۲، تانارخانیہ زکریا ۴۴۲/۳)

واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرائط

واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح اور معتبر ہوگا جب کہ اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) مسلمان ہونا (لہذا کافر کا اعتکاف معتبر نہیں)

- (۲) عاقل و بالغ ہونا (لہذا پاگل اور بچہ کا اعتکاف معتبر نہیں)
- (۳) نیت ہونا (لہذا بلا نیت مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف نہیں کہلائے گا)
- (۴) مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں بنجوقتہ نماز باجماعت کے لئے امام و مؤذن باقاعدہ موجود ہوں (لہذا ایران مسجد میں تنہا اعتکاف معتبر نہ ہوگا)
- (۵) معتکف کا روزہ دار ہونا (لہذا بغیر روزہ کے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہ سمجھا جائے گا)

(۶) معتکف کا جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا (لہذا حدث اکبر کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرنا ہرگز درست نہ ہوگا) اما شروطه فمنها النية ومنها مسجد الجماعة فيصح في كل مسجد له اذان وإقامة هو الصحيح والصوم وهو شرط الواجب منه والاسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحیض والنفاس. (ہندیہ ۲۱۱/۱، مرقی الفلاح ۳۸۱-۳۸۲، البحر الرائق کراچی ۳۹۹/۲، تبیین الحقائق ۲۲۲/۲) ہو لبث ذکر ولو ممیزاً فی مسجد جماعة هو ماله امام ومؤذن أدیت فیہ الخمس أو لا. (درمختار زکریا ۴۲۹/۳)

معتکف کے لئے کن اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے؟

معتکف درج ذیل تین طرح کے اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر جاسکتا ہے:

- (۱) طبعی ضرورت: مثلاً بول و براز وغیرہ۔
- (۲) شرعی ضرورت: مثلاً اس کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا۔

(۳) اضطراری ضرورت: مثلاً مسجد منہدم ہو جانا، یا کسی ظالم کا معتکف کو مسجد سے زبردستی نکال دینا وغیرہ (استحساناً)۔

وحریم علیہ الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وعائط وغسل لو

احتلم..... والجمعة وقت الزوال.....، لكن في النهر وغيره جعل عدم الفساد
لانهدامه ولبطالان جماعته واخراجهم كرهًا استحسنًا. (درمختار مع الشامي بيروت
٣٨٦/٣ - ٣٩٠، هندية ٢١٢/١)

طبعی ضرورت کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

طبعی ضرورت مثلاً پیشاب، پاخانہ، ازالہ نجاست، غسل جنابت اور واجب وضو کے لئے
اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر جانا درست ہے۔ وحرم علیہ ای علی المعتکف
اعتكافاً واجباً.....، الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط وغسل له
احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد الخ. (درمختار زکریا ٤٣٤/٢ - ٤٣٥، کتب
١٤٣/٢، تبیین الحقائق ٢٢٦/٢، مراقی الفلاح ٣٨٣، هندية ٢١٢/١، خاتمة ٢٢١/١)

استنجاء کے لئے معتکف کا گھر جانا

معتکف اگر قضاے حاجت کے لئے مسجد کے قریب بیت الخلاء چھوڑ کر اپنے (یا کسی عزیز
کے) گھر جائے تو اس کی وجہ سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ وينبغي أن يخرج على القولين
لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب واتى بيته.....، لان الانسان قد لا يألف
غير بيته، "رحمتی". فاذا كان لا يألف غيره بان لا يتيسر له الا في بيته فلا يبعد
الجواز بلا خلاف. (شامی بیروت ٣٨٧/٣)

معتکف کا استنجاء کے بعد استبراء کے لئے ٹہلنا

اگر معتکف کو پیشاب کے بعد قطرات آنے کا اندیشہ رہتا ہے اور وہ اطمینان حاصل کرنے
کے لئے کچھ دیر ٹہل کر مٹی کا ڈھیلا یا جاذب (ٹشو پیپر) استعمال کرتا ہے تو بحالت اعتکاف ایہ
کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے۔ بان الا ولى تفسيره
بالطهارة ومقدماتها ليدخل الاستنجاء والوضوء الخ. (شامی زکریا ٤٣٥/٢)

معتکف کا قضاے حاجت کے لئے آتے جاتے سلام کلام کرنا

اگر معتکف قضاے حاجت یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر جائے تو آتے جاتے چلتے ہوئے کسی سے سلام کلام کرنے سے اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ البتہ اگر کھڑے کھڑے ٹھہر کر باتیں کرنے لگا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مستفاد: لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فإنه جائز، بخلاف ما إذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبي حنيفة قل أو كثر. (البحر الرائق کراچی ۲/۲۰۳)

ضرورت کے وقت کھانا کھانے کے لئے معتکف کا گھر جانا

اگر معتکف کے گھر سے یا کسی اور جگہ سے کھانا وغیرہ آنے کا کوئی نظم نہیں ہے تو وہ حسب ضرورت غروب کے بعد کھانا کھانے کے لئے اپنے گھر جاسکتا ہے اس لئے کہ یہ بھی طبعی ضرورت میں داخل ہے۔ وقیل: يخرج بعد الغروب للاكل والشرب. قال فی البحر: ينبغي حملة على ما إذا لم يجد من ياتي له فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية. (طحطاوی علی المراقی ۳۸۴، البحر الرائق ۲/۳۰۳، شامی زکریا ۳/۴۴۰، تاتارخانیہ زکریا ۳/۴۴۵)

حریم شریفین میں معتکفین کا کھانے کے لئے باہر نکلنا؟

حریم شریفین میں کھانے کا سامان اندر لانے کی اجازت نہیں ہوتی؛ لہذا رمضان المبارک میں وہاں اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات اگر مغرب کے بعد قریبی ہوٹل پر جا کر کھانا کھا آئیں یا باہری صحن میں نکل کر کھانا کھائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے؛ البتہ کھانے کے بعد وہاں بیٹھے نہ رہیں؛ بلکہ فارغ ہو کر فوراً مسجد میں آجائیں۔ وقیل: يخرج بعد الغروب للاكل والشرب. قال فی البحر: ينبغي حملة على ما إذا لم يجد من ياتي له فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية. (طحطاوی علی

الانتظام نہ ہو تو واجب غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا بالاتفاق جائز ہے؛ البتہ غیر واجب غسل مثلاً
 بن کی صفائی یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اگر مسجد سے باہر جائے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک
 اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (تاہم اگر بول و براز کی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نکلا اور وہیں
 بابت بدن پر پانی بہا لیا تو اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آئے گا) فلو أمکنه من غیر ان يتلوث
 المسجد فلا بأس به بدائع، ای بان کان فیہ برکۃ ماء او موضع معد للطهارة او
 فتسل فی اناء بحيث لا یصیب المسجد الماء المستعمل. قال فی البدائع: فان کان
 حیث يتلوث بالماء المستعمل یمنع منه، لان تنظیف المسجد واجب. (شامی رکرہ)
 ۴۳۵/۱، بدائع لصانع رکرہ ۲۸۷/۲، حاشیۃ الشلی علی التبین ۲۲۹/۲، تاتارخانیۃ ۴۴۵/۳، طحطاوی

۳۸۴، ہندیۃ ۲۱۳/۱، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۷۷/۱۵

نوٹ: اور صاحبین کے نزدیک چونکہ کچھ دیر کے واسطے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف
 فاسد نہیں ہوتا، بریں بنا جو شخص روزانہ غسل کا عادی ہو کہ اسے غسل کے بغیر چین ہی نہ آتا ہو اور گویا غسل
 اس کی ضرورت طبعی بن گیا ہو تو اس کے لئے صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہونی چاہئے۔ (مرتب)

جمعہ کے غسل مسنون کے لئے مسجد سے باہر جانا

عام فقہی کتابوں اور فتاویٰ میں تو یہی بات لکھی ہے کہ غیر واجب غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا
 معتکف کے لئے درست نہیں ہے، اور غیر واجب غسل میں جمعہ کا غسل مسنون بھی داخل ہے؛ لیکن بعض
 فقہی عبارتوں سے جمعہ کے غسل کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (اس
 لئے ضرورت اور تقاضے کے وقت اس روایت پر عمل کی گنجائش ہے) (مستفاد حسن الفتاویٰ ۵۰۲/۲) وقال
 فی التاتارخانیۃ: ویخرج للوضوء والاغتسال فرضاً کان أو نفلاً. (تاتارخانیۃ ۴۴۶/۳)

معتکف کا ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا

بہد میں معتکف کہ ریح خارج کرنا یقیناً بے ادبی ہے تاہم بحث یہ ہے کہ حسبِ احتیاط

۱۸
 ریح کی ضرورت ہو تو وہ مسجد میں رہے گا یا اس مقصد کے لئے مسجد سے باہر جائے گا؟ تو اس سلسلہ میں جزئیات دونوں طرح کے ہیں، بعض جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں خروج ریح میں کوئی حرج نہیں، اور بعض میں یہ کہا گیا ہے کہ جب اسے ضرورت ہو تو مسجد سے باہر جایا کرے۔
 وكذا لا يخرج فيه الريح من الدبر كذا في الاشباه، واختلف فيه السلف: فقيل: لا بأس، وقيل يخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح. (شامی زکریا ۲/۴۲۹) عن جابر رضی اللہ عنہ
 قال: قال رسول الله ﷺ: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدا، فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الأنس". (متفق عليه، مشکوٰۃ شریف ۶۸)
نوٹ: راقم مرتب کے نزدیک دونوں طرح کے جزئیات میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اگر ریح بدبو دار ہو تو اس کو خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا چاہئے اور اگر ریح بدبو دار نہ ہو تو مسجد میں رہتے ہوئے بھی اخراج ریح کی گنجائش ہے۔ (مرتب)

بِحَالِ اِعْتِكَافِ اِحْتِلَامِ هُوَ جَانَا

اگر معتکف کو احتلام کی صورت پیش آجائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا؛ تاہم اسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر جا کر طہارت حاصل کر لے۔ ولو احتلم المعتكف لا يفسد اعتكافه. (بدائع الصنائع زکریا ۲/۲۸۷، فتح القدیر ۲/۳۹۶، بنایہ ۴/۱۳۳) ثم إن أمكنه الاغتسال في المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد. (مندیۃ ۱/۲۱۳)

احتلام کے بعد مسجد سے نکلنے کا موقع نہ ہو؟

معتکف شخص کو احتلام ہو جائے اور سر دست مسجد سے نکلنے کا کسی عذر کی وجہ سے موقع نہ ہو تو وہ فوری طور پر تیمم کر لے اور جب تک باہر جانے کی سہولت ہو وہیں ٹھہرا رہے۔ ولو كان نائماً فيه فاحتلم والماء خارجه وخشي من الخروج يتيمم وينام فيه الى أن يمكنه

الخروج. (شامی زکریا ۱/۱۰۱)

معتکف کا ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے جانا

اگر معتکف شخص بیمار ہو اور اسے مسجد سے باہر جا کر ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس مقصد سے مسجد سے باہر جانے سے اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ لیکن عذر کی بنا پر گناہ نہ ہوگا۔ إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه. (مندیۃ ۲/۱۲۸) وعلل فی الخانية المرض لانه لا يغلب وقوعه فلم يصير مستثى عن الايجاب فافاد الفساد فی الكل..... الا أنه لا ياثم كما فی المرض الخ. (شامی زکریا ۳/۴۳۸) وکذا إذا خرج ساعة بعذر المرض إلا أنه لا ياثم. (تاتارخانیۃ زکریا ۳/۴۴۶)

اضطراری حالات میں مسجد سے باہر نکلنا

اگر درج ذیل حادثات پیش آجائیں تو معتکف کے لئے اضطراری طور پر مسجد سے نکلنا درست ہے، ایسی صورت میں وہ فوراً دوسری مسجد کی طرف منتقل ہو جائے، اس سے اس کا اعتکاف بدستور باقی رہے گا، وہ امور یہ ہیں:

- (۱) مسجد کی عمارت منہدم ہونے لگے۔
- (۲) مسجد کے ارد گرد آباد لوگ سب وہاں سے چلے جائیں اور مسجد میں باجماعت نماز موقوف ہو جائے۔
- (۳) کوئی زور آور شخص معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دے۔
- (۴) کوئی ظالم معتکف کو گرفتار کر لے۔
- (۵) اس مسجد میں رہتے ہوئے اپنی جان یا مال کا دشمنوں کی طرف سے سخت خطرہ ہو۔

يجوز له ان يتحول الى مسجد اخر في خمسة اشياء: احدها: ان ينهلم مسجده، الثاني: ان يفرق اهله فلا يجتمعون فيه، الثالث: ان يخرج منه

سلطان، الرابع: ان يأخذه ظالم، الخامس: ان يخاف على نفسه وماله من
المكابرين. (بناية ۱۲۸/۴-۱۲۹، مراقی الفلاح ۳۸۳، تاتارخانية زكريا ۴/۴۵، هدية ۱/۲۱۲)

معتكف کا عدالت کی تاریخ پر حاضر ہونا وغیرہ

اگر معتكف کا کوئی مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہو، اور دوران اعتكاف عدالت میں
حاضری کی تاریخ پیش آجائے اور حاضر نہ ہونے کی شکل میں سخت نقصان کا اندیشہ ہو، یا کسی مقدمہ
میں گواہی کی ضرورت ہو اور معتكف کے علاوہ کوئی گواہ موجود نہ ہو اور عدالت میں حاضر نہ ہونے کی
صورت میں صاحب حق کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ضرورتاً صاحبین کے قول
پر عمل کرتے ہوئے ایسے معتكف کے لئے مسجد سے باہر جانے کی گنجائش ہے۔ وفی شرح الصوم
للفقیہ ابی اللیث: المعتكف یخرج لاداء الشهادة، وتأویلہ اذا لم یکن شاهد
آخر فیتوی حقہ. (فتح القدیر بیروت ۲/۳۹۶) ومن الضرورة اداء الشهادة. (الدر السنی
۳۷۸/۱) ولا یخرج منه إلا لحاجة شرعية..... وأداء شهادة تعینت علیہ. قال
الطحطاوی: فیہ ان هذا من الحوائج الشرعية. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۳۸۳)
نوٹ: اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ شہادت دینے کے لئے معتكف کا مسجد سے باہر
آنا بہر حال مفسد اعتكاف ہے، یہ الگ بات ہے کہ ضرورت کی بنا پر اس اقدام کی وجہ سے وہ گنہگار
نہ ہوگا۔ (فتح القدیر ۲/۳۹۶)

معتكف کا جمعہ کی نماز کے لئے مسجد سے باہر جانا

شرعی ضرورت مثلاً جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جب کہ معتكف کی مسجد میں
جمعہ نہ ہوتا ہو اعتكاف کے لئے مفسد نہیں ہے، لیکن ایسے وقت جائے کہ دوسری مسجد میں پہنچ کر خطا
سے پہلے جمعہ کی سنتیں پڑھ سکے، اور نماز کے سنن مؤکدہ پڑھ کر جلد واپس آجائے، دیر تک وہاں
ٹھہرنا مکروہ ہوگا۔ ولا یخرج منه إلا لحاجة شرعية كالجمعة والعیدین الح

سنة ۳۰۳ ح ۲۲۱۱ (تیس الحقائق ۲/۲۲۶) خرج فی وقت یدر کھا سنتھا یحکم فی دلیک رایہ ویستن بعنھا أربعا أو ستا علی الخلاف ولو مکث اکثر لم یفسد لانه محل له وکره تنزیهاً. (درمختار زکریا ۳/۴۳۵-۴۳۶)

جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں گیا پھر وہیں رہ گیا

معتکف کی مسجد میں جمعہ نہ ہونے کی بنا پر وہ دوسری مسجد میں گیا پھر وہیں جا کر معتکف ہو گیا اور اپنی مسجد میں واپس نہیں آیا تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، بہتر یہی ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف شروع کرے وہیں مکمل کرے۔ فان مکث يوماً وليلة أو أتم اعتکافه لا یفسد ویکره. (مندیہ ۱/۲۱۲)

معتکف کا اذان کے لئے مسجد سے باہر جانا

اگر معتکف کو اذان دینے کے واسطے حدود مسجد سے باہر جانا ناگزیر ہو (مثلاً لاؤڈ اسپیکر باہر کمرے میں رکھا ہو، اور اسے مسجد میں نہ لایا جاسکتا ہو) تو یہ بھی حاجت شرعیہ میں داخل ہے، اور ایسا معتکف اذان دینے کے لئے بضرورت مسجد سے باہر جاسکتا ہے، اس سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ او شرعية کعید و اذان لو مؤذنا (درمختار) وفي الشامي: هذا قول ضعيف، والصحيح ان لا فرق بين المؤذن وغيره كما في البحر والامداد. (شامی زکریا ۳/۴۳۵) ولو سعد المثلثة لم یفسد اعتکافه بلا خلاف وان کان باب المنذنة خارج المسجد کذا فی البدائع والمؤذن وغيره فيه سواء هو الصحيح هکذا فی الخلاصة (مندیہ ۱/۲۱۲، حانہ ۱/۲۲۳، البحر الرائق ۲/۳۰۳)

حافظ معتکف کا دوسری مسجد میں جا کر تراویح پڑھانا

اگر کوئی حافظ کسی مسجد میں رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے مسنون اعتکاف کی نیت کرے اور اس کی پہلے ہی سے یہ نیت ہو کہ میں روزانہ تراویح پڑھانے کے لئے دوسری مسجد میں

جایا کروں گا، تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے اعتبار سے اس کا یہ اعتکاف مسنون نہیں رہے گا؛ بلکہ نفلی اعتکاف بن جائے گا؛ البتہ صاحبینؒ کے نزدیک چوں کہ کچھ دیر مسجد سے باہر رہنا مفسد اعتکاف نہیں ہے؛ لہذا ان کے قول کے اعتبار سے اس حافظ معتکف کا مستنون اعتکاف باقی رہے گا، اسی طرح اگر اس نے آخری عشرہ کا اعتکاف اپنے اوپر بطور نذر واجب کر لیا اور زبان سے واجب نہ کرتے وقت ہی یہ اظہار کر دیا تھا کہ میں روزانہ تراویح کے لئے دوسری مسجد میں جایا کروں گا، تو ایسی صورت میں اس کا یہ استثناء درست ہوگا، اور اس کا اعتکاف (واجب بالنذر) تراویح کے لئے دوسری مسجد میں جانے کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔ ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابی حنیفہؒ لوجود المنافی وهو القیاس، وقالوا: لا یفسد حتی یكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان، لأن فی القلیل ضرورة. (فتح القدیر ۳۹۵/۲، مجمع الأنهر ۳۷۹/۱، البحر الرائق ۳۰۲/۲) ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنابة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلك. (ہندیہ ۲۱۲/۱، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۲۷/۱۵، مراقی الفلاح ۳۸۲)

معتکف کا نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

امام ابو حنیفہؒ کے رائج قول کے مطابق اگر کوئی معتکف بالقصد نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مسجد کی حدود سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ البتہ اگر غیبی یا شرعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلا تھا اور واپسی میں بلا توقف نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تو اعتکاف برقرار رہے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۹۹/۱۵، حسن الفتاویٰ ۴۹۹/۴) وافاد انه لا یخرج لعیادة المريض لعدم الضرورة المطلقة للخروج.....، وأشار الى انه لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعیادة المريض او لصلاة الجنابة من غير ان يكون لذلك قصد فانه جائز. (البحر الرائق کراچی ۳۰۲/۲، ومثله فی البدائع الصنائع ۲۸۳/۲-۲۸۴، شامی زکریا ۴۳۴/۳-۴۳۵)

وقال فی المرقاة: وعند الائمة الاربعة اذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عیادة

المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق ولم يقف اكثر من قدر الصلاة فلم يبطل الاعتكاف والا بطل. (مرقاۃ المفاتیح بیروت ۵۲۹/۴)

معتکف کا مریض کی عیادت کے لئے باہر جانا

معتکف اگر قصداً مریض کی عیادت کے لئے باہر جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور اگر ضرورت کی وجہ سے باہر نکلا اور آتے جاتے راستہ بدلے بغیر کسی مریض کی عیادت کر لی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وفي المرقاة: وعند الأئمة الأربعة إذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عيادة المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق ولم يقف اكثر من قدر الصلاة فلم يبطل الاعتكاف والا بطل. (مرقاۃ المفاتیح بیروت ۵۲۹/۴) وافاد انه لا يخرج لعيادة المريض لعدم الضرورة المطلقة للخروج.....، وأشار الى انه لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض او لصلاة الجنازة من غير ان يكون لذلك قصد فانه جائز. (البحر الرائق کراچی ۳۰۲/۲)

نوٹ: اور اگر اعتکاف واجب بالذکر میں پہلے ہی سے عیادت مریض وغیرہ کا استثناء کر لیا تھا تو دوران اعتکاف عیادت کرنے سے اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك. (هندية ۲۱۲/۱)

وعظ کی مجلس میں شرکت کے لئے مسجد سے باہر جانا

اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں روزانہ کسی مجلس وعظ میں شرکت کرتا ہے پھر وہ آخری عشرہ میں کسی مسجد میں معتکف ہو جائے تو آیا وہ معمول کے مطابق وعظ میں شرکت کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس نے بلا شرط مطلق اعتکاف کی نیت کی ہے اور اس کا ارادہ مسنون اعتکاف کا

ہے تو وعظ کے لئے باہر جانے کی وجہ سے اس کا اعتکاف مسنون ٹوٹ جائے گا۔

(۲) اور اگر اس نے اعتکاف کی نیت کرتے وقت زبان سے نذرمان لی ہے کہ میں فلاں وقت وعظ کی مجلس میں جایا کروں گا تو اس کا یہ اعتکاف نذر وعظ کی مجلس میں جانے سے فاسد نہ ہوگا۔ ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض.....، وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك الخ. (ہندیہ ۲۱۲/۱)

معتکف کا ووٹ دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا

معتکف شخص اگر ووٹ دینے کے لئے مسجد سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ یہ کسی معتبر ضرورت میں داخل نہیں ہے۔ فان خرج ساعة بلا عذر فسد لوجود المنافی. (البحر الرائق ۳۰۲/۲، ہندیہ ۲۱۲/۱، خانیہ ۲۲۲/۱، درمختار زکریا ۴۳۷/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۰۰/۱۵)

اعتکاف کو مکروہ بنانے والی باتیں

خاموشی کو عبادت سمجھ کر مستقل خاموش رہنا، فضول لایعنی بکواس کرنا اور خرید و فروخت کا سامان مسجد میں لانا اعتکاف کو مکروہ بنا دیتا ہے۔ وکرہ احضار المبيع والصمت والتكلم الا بخير. (تبیین الحقائق ۲۲۹/۲) وکرہ الصمت إن اعتقده قربة لانه منهي عنه؛ لأنه صوم أهل الكتاب. (مراقی الفلاح ۳۸۴، درمختار زکریا ۴۴۰/۳-۴۴۱) وأما إذا أراد أن يتخذ متجراً فيكره له ذلك. (ہندیہ ۲۱۳/۱)

نوٹ: اگر عبادت سمجھے بغیر خاموش رہا، یا بیع کو سامنے لائے بغیر بیع و شراء کا معاملہ کیا تو معتکف کے لئے یہ مکروہ نہ ہوگا۔ وأما محظوراته فمنها الصمت الذي يعتقده عبادة فانه يكره هكذا في التبيين، وأما إذا لم يعتقده قربة فلا يكره.....، ولا بأس للمعتكف ان يبيع ويشترى الطعام وما لا بدمنه. (ہندیہ ۲۱۳/۱، خانیہ ۲۲۲/۱)

معتکف حکیم یا ڈاکٹر کا اعتکاف میں مریض دیکھنا

اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم معتکف ہو اور اتفاقاً اس سے کوئی مریض ملنے آ جائے اور وہ اسے دیکھ کر کوئی نسخہ وغیرہ لکھ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر مذکورہ معتکف بحالت اعتکاف مسجد کو اپنا مطب بنالے کہ وہاں مریضوں کی باقاعدہ بھیٹر لگنے لگے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ مستفاد: والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ، وفی الشامیۃ: فانہ حیثئذ لا یباح بالاتفاق، لان المسجد ما بنی لامور الدنیا، وفی صلاة الجلالی: الکلام المباح من حدیث الدنیا یجوز فی المساجد وان کان الاولی ان یشتغل بذكر الله تعالى. (شامی زکریا ۴۳۶/۲، ہندیہ ۳۲۱) وفی المعراج عن شرح الارشاد: لا بأس بالحديث فی المسجد إذا کان قليلاً، فأما أن یقصد المسجد للحديث فیہ فلا، وظاهر الوعيد أن الکراهة فیہ تحريمية. (شامی زکریا ۴۴۲/۳) وأما إذا أراد أن يتخذ متبحراً فيکفره له ذلك. (ہندیہ ۲۱۳/۱)

معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا

معتکف جس طرح آنے سے سامنے کسی سے ضروری بات کر سکتا ہے، اسی طرح موبائل پر بھی ضروری بات چیت اس کے لئے مباح ہے؛ البتہ بلاوجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے بہر حال احتیاط کرنی چاہئے۔ ویکرہ تحریماً صمت.....، وتکلم الا بخیر وهو ما لا اثم فیہ، ومنه المباح عند الحاجة اليه لا عند عدمها. (دمختار زکریا ۴۴۱/۳-۴۴۲) ولا يتكلم بما فيه اثم فان النبي صلى الله عليه وسلم كان يحدث مع الناس في اعتكافه. (تاتارخانیہ زکریا ۴۴۸/۳) ولا يتكلم الا بخیر یعنی ان التکلم بالشر فی المعتکف اشد حرمة منه فی غیرہ. (البحر الرائق ۳۰۴/۲، فتح القدیر ۳۹۸/۲، ہندیہ ۲۱۲/۱)

بلا عذر مسجد سے باہر نکلنا

اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی قصد آیا سہواً معتکف بلا عذر مسجد کی حدود سے باہر نکل گیا تو امام

ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فلو خرج ساعة بلا عذر ففسد۔ (تنویر الابصار ۴۳۷/۳) ولو خرج المعتكف عن المسجد بغير عذر ساعة بطل اعتكافه في قول ابي حنيفة. (خانية ۲۲۲/۱) سواء كان الخروج عامداً او ناسياً. (هندية ۲۱۲/۱)

معتکف کا جماع کرنا

اعتکاف کی حالت میں جماع کرنے سے بہر حال اعتکاف باطل ہو جاتا ہے، خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر ہو، رات میں ہو یا دن میں ہو، انزال ہو یا نہ ہو۔ قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَبَاشَرُوهُنَّ وَانْتُمُ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة) والجماع عامداً او ناسياً ليلاً او نهاراً يفسد الاعتكاف انزل او لم ينزل. (هندية ۲۱۳/۱، خانية ۲۲۲/۱، فتاویٰ سراجیة ۱۷۲/۱، تاتار تخانیة ۴۴۷/۳، درمختار زکریا ۴۴۲/۳)

اعتکاف کے دوران بیوی سے دل لگی کرنا

اگر بیوی سے دل لگی اور بوس و کنار کے دوران انزال ہو گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (اگر انزال نہیں ہوا تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا) لیکن اعتکاف کے دوران یہ عمل قطعاً جائز نہیں ہے۔ وحرم الوطی ودواعیه. (نور الايضاح مع المراقی ۳۸۴) وكذا التقبيل والمعانقة واللمس، إنه ان أنزل في شيء من ذلك ففسد اعتكافه والا فلا يفسد لكنه يكون حراماً. (بدائع الصنائع ۲۸۶/۲) وبطل بانزال بقبلة او لمس او تفخيد ولو لم ينزل لم يبطل، وان حرم الكل لعدم الحرج. (درمختار مع الشامی زکریا ۴۴۲/۳، تبیین لحقائق ۲۳۰/۲-۲۳۱)

بحالت اعتکاف بد نظری سے انزال ہو گیا

اعتکاف کی حالت میں بد نظری یا غلط خیال جمانے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ لیکن ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ ولا يبطل بانزال بفكر أو نظر. (درمختار زکریا ۴۴۳/۳)

اعتکاف کی حالت میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

اگر بحالت اعتکاف قصداً کھاپی کر روزہ توڑ دیا تو روزہ کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا (اور اگر بھول کر کھایا پیا تو نہ روزہ ٹوٹا اور نہ اعتکاف) ولو اکل او شرب فی النهار عامداً فسد صومه وفسد اعتکافه لفساد الصوم، ولو اکل ناسیاً لا یفسد اعتکافه لانه لا یفسد صومه. (بدائع الصنائع ۲/۲۸۶، ومثله فی الدر المختار زکریا ۳/۴۴۳)

نوٹ: یہاں ضابطہ یہ ہے کہ جو اعمال مفسداتِ صوم میں سے ہیں ان میں قصداً اور سہواً کرنے کے حکم میں فرق ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور جو اعمال خاص طور پر مفسداتِ اعتکاف میں سے ہیں، مثلاً جماع وغیرہ، ان میں قصداً اور سہواً دونوں کا حکم یکساں ہوتا ہے؛ لہذا اگر روزے دار معتکف نے دن کے وقت میں سہواً جماع کیا تو روزہ تو نہ ٹوٹے گا؛ لیکن اعتکاف ضرور ٹوٹ جائے گا۔ (بدائع الصنائع ۲/۲۸۶، ہندیہ ۱/۲۱۳، البحر الرائق ۲/۳۰۳، شامی زکریا ۳/۴۴۳)

ارتداد مفسدِ اعتکاف ہے

نعوذ باللہ اگر کوئی معتکف شخص بحالت اعتکاف مرتد ہو جائے اور بدعتیہ کی کے ساتھ کفریہ کلمات بکنے لگے تو اس کا اعتکاف فوراً ٹوٹ جائے گا۔ ویفسد الاعتکاف بالردة لأن الاعتکاف قربة والكافر ليس من أهل القربة. (بدائع الصنائع ۲/۲۸۶، ومثله فی فتح القدیر ۲/۴۰۳)

پاگل پن کی وجہ سے اعتکاف کا فساد

اگر معتکف شخص خدا نخواستہ پاگل ہو جائے کہ اسے کچھ ہوش نہ رہے تو اس کا اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ ومنها الاغماء والجنون. (ہندیہ ۱/۲۱۳) والجنون یفسد الاعتکاف. (بدائع الصنائع ۲/۲۸۷)

لمبے وقت تک بیہوش رہنے سے اعتکاف کا فساد

اگر معتکف پر ایک دن رات سے زیادہ بے ہوشی طاری رہی جس کی وجہ سے روزہ رکھنا اس

کے لئے ممکن نہ رہا تو اس کا اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ و کذا اغمىء ه وجنونه ان داما اياماً
(در مختار) وفي الشامي: المراد بالايام ان يفوته صوم بسبب عدم امكان النية.
(شامی زکریا ۴/۴۳) وإن اغمى عليه أياماً أو أصابه لمم فسد اعتكافه. (بدائع الصنائع

(۲۸۶/۲، ہندی۱/۲۱۳)

حیض و نفاس مفسد اعتکاف ہے

حائضہ عورت بحالت ناپاکی اعتکاف نہیں کر سکتی، اور اگر دوران اعتکاف حیض یا نفاس
شروع ہو گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ والحائض والنفساء ليسا بأهل للصلاة أي
فلا يصح اعتكافهما. (شامی زکریا ۴/۴۳، البحر الرائق ۲/۲۹۹، ہندی۱/۲۱۱، بدائع الصنائع
۲/۲۷۴، مراقی الفلاح ۳۸۲)

مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء کیا ہے؟

اگر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو جس روز
اعتکاف ٹوٹا ہے اسی ایک دن کی قضا بعد میں لازم ہوگی؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ پورے عشرہ کے
اعتکاف کی قضاء روزوں سمیت رمضان کے بعد کسی وقت کر لے۔ وعلى كل فيظهر من
بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع، وان لزوم قضاء جميعه
او باقيه مخرج على قول ابى يوسف، اما على قول غيره فيقضى اليوم الاول
الذى اغسده، لاستقلال كل يوم بنفسه. (شامی زکریا ۴/۴۳، فتح القدیر بیروت
۲/۳۹۳) وفي الظهيرية عن ابى حنيفة: انه يلزمه يوما. (تاتارخانی۱/۴۷۷،
فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۵/۲۵۸)

نفلی اعتکاف

نفلی اعتکاف کے لئے وہ شرائط نہیں ہیں جو مسنون اور واجب (نذر) اعتکاف کے لئے

ہیں؛ لہذا نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کے لئے بھی ہو سکتا ہے، پھر جب بھی ضرورت یا بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلے گا تو نفلی اعتکاف کا تسلسل ختم ہو جائے گا۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی مسجد میں کسی عبادت کے ارادہ سے داخل ہوا سے یہ نیت کر لینی چاہئے کہ میں جب تک مسجد میں رہوں گا معتکف رہوں گا، اس صورت میں اس کا مسجد میں جب تک بھی قیام ہوگا وہ نفلی معتکف شمار ہوگا۔ اما النفل فله الخروج لأنه منه له لا مبطل. (در مختار ۳/۴۳۴) وأقله نفلاً ساعة فلو شرع في نفيه ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه. (تنوير الابصار ۳/۴۳۳) فينبغي إذا دخل المسجد أن يقول نويت الاعتكاف ما دمت في المسجد. (مرقاۃ المفاتیح بیروت ۴/۵۲۳)

اجتماعی اعتکاف

عام حالات میں ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہوتا کہ جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جانا پڑے، اور یہ مسجد محلہ اور اپنے شہر میں ہو تو بہتر ہے؛ لیکن اگر کسی مصلحت سے دوسرے محلہ کی مسجد میں یا کسی دوسرے شہر میں جا کر اعتکاف کیا جائے تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ آج کل مشائخ اپنے متعلقین اور متوسلین کے ساتھ اعتکاف کرتے ہیں تو اس میں اعتکاف کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی مقصود ہوتی ہے اور یہ اجتماعی اعتکاف تربیت گاہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے بشرطیکہ یہ عمل محض رسمی نہ ہو؛ بلکہ دینی فائدہ کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے جیسا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب قدر کی تلاش میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد نبوی میں اجتماعی اعتکاف فرمایا تھا۔ فی حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال ﷺ: من كان اعتكف معنى فليعتكف العشر الاواخر الخ. (بخاری شریف ۲۷۱/۱، مسلم شریف

۳۷۱/۱، ملفوظات فقیہ الامت ۳/۴۶، مسائل اعتکاف ۵۶)

عورت کا اعتکاف

عورت اگر اعتکاف کرنا چاہے تو وہ اپنے گھر کے کسی کمرہ کو جائے اعتکاف بنا سکتی ہے، وہ

کمرہ اس کے لئے مسجد کا حکم رکھے گا، یعنی اس کمرے سے بلا ضرورت باہر نہ آئے۔ والمرأة تعتكف في مسجد بيتها، إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان. (عالمگیری ۲۱۱/۱، ومثله في الخانية ۲۲۱/۱، مراقی الفلاح ۳۸۳، تبیین الحقائق ۲۲۵/۲)

معتکفہ عورت کا گھر کے صحن میں آنا

اعتکاف کرنے والی عورت اگر اپنے معتکف کمرے سے نکل کر بلا ضرورت معتبرہ گھر کے صحن میں آئے گی تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ وحرم عليه الخروج الخ. (تنویر الابصار) وفي الشامي: ای من معتكفه ولو مسجد البيت في حق المرأة، فلو خرجت منه ولو الى بيتها بطل اعتكافها لو واجبا وانتهى لو بطلاً. (شامی بیروت ۳۸۷/۳) ولا تخرج المرأة من مسجد بيتها الى المنزل. (هندية ۲۱۲/۱)

عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کے کام کرنا

عورت اگر اپنے معتکف کمرے میں بیٹھے بیٹھے گھر کا کوئی ضروری کام مثلاً سبزی وغیرہ کاٹے یا کپڑا وغیرہ سی لے یا کھانا بنالے تو اس سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ معتکفہ عورت زیادہ وقت عبادت ہی میں گزارے اور گھریلو کام میں بلا ضرورت مشغول نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۳۴/۱۵) مستفاد: وقيل ان كان الخياط يحفظ المسجد فلا بأس بان يخيط فيه. (تبیین الحقائق ۲۲۹/۲)

معتکفہ عورت شوہر سے الگ رہے

معتکفہ عورت کو اعتکاف کی حالت میں شوہر سے الگ رہنا لازم ہے؛ کیوں کہ بحالت اعتکاف جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اور اعتکاف کے دوران بے حجابی کی باتیں اور

بوس و کنار سب سخت مکروہ ہے، اور اعتکاف ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔ و حرم الوطی و دواعیہ. (نور
الایضاح مع المرقی ۳۸۴) ومنها (أی المفسدات) الجماع و دواعیہ فی حرم علی
المعتکف الجماع و دواعیہ نحو المباشرة و التقبیل و اللمس و المعانقة و الجماع
فی ما دون الفرج و اللیل و النهار فی ذلک سواء و الجماع عامداً او ناسیاً لیلاً او
نهاراً یفسد الاعتکاف انزل او لم ينزل وما سواه یفسد اذا انزل و اذا لم ينزل لا
یفسد. (ہندیہ ۲۱۳/۱)

معتکفہ عورت دوران اعتکاف حائضہ ہوگئی

اگر عورت کو دوران اعتکاف حیض شروع ہو جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور بعد
میں صرف اس دن کی قضا کرے گی جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے، پورے دس دن کی قضا لازم نہیں
ہے۔ فی قضیہ غیر أنه لو کان شهراً معیناً یقضی قدر ما فسد، أو بغیر صنعہ
أصلاً کحیض أما حکمہ إذا فات عن وقته المعین فإن فات بعضہ قضاہ لا
غیر ولا یجب الاستقبال. (شامی زکریا ۴۳۷/۳، بدائع الصنائع ۲۸۸/۲) و إذا فسد
الاعتکاف الواجب و جب قضائہ فإن کان اعتکاف شهر بعینہ یقضی ذلک
اليوم سواء أفسده بغیر صنعہ کالحیض. (ہندیہ ۲۱۳/۱)

جماعت خانہ میں اعتکاف

بعض بڑے شہروں میں کثیر منزلہ عمارتوں کے کسی حصہ کو نماز کے لئے خاص کر دیا جاتا ہے
اور اس میں پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی ہوتی ہیں، اور وہاں دو در ورتک
باقاعدہ مسجد نہیں پائی جاتی، تو اس جماعت خانہ میں اعتکاف درست ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے
میں کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا؛ البتہ بظاہر مردوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرعی کی شرط سے یہی
معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اعتکاف درست نہ ہو؛ لیکن دوسری طرف فقہاء نے عورتوں کے اعتکاف
کے مسئلہ میں اس کی ”مسجد بیت“ کو مسجد کے حکم میں قرار دیا گیا ہے، اس لئے ضرورت کے وقت

جماعت خانہ میں بھی اعتکاف کو درست قرار دینا چاہئے۔ ومنہا: مسجد الجماعة الخ.

(ہندیہ ۲۱۱/۱) والمرأة تعتكف في مسجد بيتها، وإذا اعتكفت في مسجد بيتها

فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل الخ. (ہندیہ ۲۱۱/۱)

آئینہ رمضان ۲۳۷)

مرد کا گھر میں اعتکاف کرنا

اگر کوئی مرد اپنے گھر میں عورتوں کی طرح اعتکاف کرے تو اس اعتکاف کا کوئی اعتبار نہیں،

مرد کے لئے شرط ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہو۔ فدل ان

مکان الاعتکاف هو المسجد. (بدائع الصنائع ۲/۲۸۰، آئینہ رمضان ۲۲۳)



کتاب الزکوٰۃ

(زکوٰۃ کے ضروری مسائل)

مسائل زکوٰۃ

فریضہ زکوٰۃ

ہر مسلمان کو خصوصاً یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اسے جو کچھ بھی دولت و ثروت ملی ہے اس کا اصل مالک وہ خود نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی مالک حقیقی ہے اور اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنی ملکیت میں بطور نیابت تصرف کرنے کا حق دے رکھا ہے، جب اللہ ہی اس کا مالک ہے اور اسی کی قدرت کی بنا پر ہمیں یہ نعمت میسر آئی ہے، تو اگر وہ اپنے بندوں کو یہ حکم کرتا کہ وہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دیں تو ہمیں شکایت یا اعتراض کا کوئی موقع نہ تھا؛ کیونکہ اس کی چیز ہے وہ جہاں اور جتنی چاہے خرچ کرے، مگر یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے جہاں ہمیں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں پورا مال نہیں بلکہ کچھ حصہ خرچ کرنا ضروری قرار دیا، قرآن کریم میں جہاں بھی اتفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے وہاں ”مِنْ“ تبغیضیہ لاکر اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ سارا مال خرچ کرنا مطلوب نہیں؛ بلکہ کچھ حصہ دے دینا کافی ہے، اور ساتھ میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ ہم تمہارا مال نہیں مانگ رہے ہیں بلکہ ہم نے جو تمہیں دیا ہے اسی میں سے تھوڑا سا حصہ لینا چاہتے ہیں تاکہ دینے والے کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ دیکھئے، ارشادات خداوندی ہیں:

(۱) وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ. (البقرة آیت: ۳) (۲) وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ. (النساء: ۳۹) (۳) وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرِجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ. (فاطر: ۲۹) (۴) وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْ رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا. (نحل: ۷۵) (۵) وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً. (ابراہیم: ۳۱) (۶) وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ. (انفال: ۳) (۷) وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ. (حج: ۳۵، القصص: ۵۴، السجده: ۱۶، الشوری: ۳۸) (۹) وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ. (حدید: ۷)

ان جیسی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے کہ زکاۃ وغیرہ کا حکم کوئی ٹیکس نہیں کہ اسے بھاری سمجھا جائے؛ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اپنی ہی دی ہوئی ایک امانت تم سے مانگ رہا ہے؛ لہذا اسے دینے میں تمہارے دل پر کوئی تنگی اور بوجھ نہ ہونا چاہئے۔ بوجھ یا تنگی تو اس وقت ہوتی جب کہ تمہاری ذاتی کوئی چیز تم سے مانگی جاتی۔

شکر ادا کیجیے!

پہلے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کی قبولیت کی نشانی یہ تھی کہ صدقہ کا مال کسی جگہ رکھ دیا جاتا اور

آسمان سے آگ آ کر اسے جلا کر خاکستر کر دیتی، گویا کہ صدقہ کا مال کسی دوسرے بھائی کے کام نہ آ سکتا تھا؛ بلکہ اس کا آگ سے بھسم ہو جانا ہی اصل مقصود سمجھا جاتا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قصہ کے ضمن میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

إِذْ قَرَّبْنَا قُورْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ. (المائدہ ۲۷)

جب دونوں نے اللہ کے نام کی ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل میں اختلاف ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے دربار میں صدقہ پیش کرو، سو جس کا صدقہ قبول ہوگا وہی حق پر سمجھا جائے گا، چنانچہ ہابیل نے بکری کا بچہ پیش کیا جو قبول ہو گیا (یعنی آسمانی آگ نے اسے جلا دیا) اور قابیل نے غلہ پیش کیا جو قبول نہیں کیا گیا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

فَنَزَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْ قُورْبَانَ هَابِيلَ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَامَةً الْقَبُولِ وَكَانَ أَكْلُ الْقُرْبَانِ غَيْرَ جَائِزٍ فِي الشَّرْعِ الْقَدِيمِ، وَتَرَكَتْ قُورْبَانَ قَابِيلَ فَعُصِبَ. (روح المعانی ۱/۶۴۱)

پس آگ نے اتر کر ہابیل کی نیاز کو کھا لیا، اور یہ قبولیت کی نشانی تھی اور صدقہ خیرات کا کھانا پہلی شریعتوں میں جائز نہ تھا، اور آگ نے قابیل کی نیاز چھوڑ دی جس پر وہ غضب ناک ہوا۔

اور بعض احادیث سے بھی اسی مضمون کا علم ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سبب مرحومہ پر یہ کرم فرمایا کہ اس سے زکاۃ کی شکل میں وصول کیا ہوا مال اسی کے ضرورت مند افراد پر خرچ کر دیا جاتا ہے، سورہ توبہ آیت ۶۰ میں صدقات کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔ اور حدیث میں فرمایا گیا ہے:

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ إِلَىٰ فَقَرَائِهِمْ. (مشکوٰۃ شریف ۱۵۰)

”مال داروں سے لے کر فقیروں کو دیا جائے گا۔“

اس حکم کی وجہ سے زکاۃ دینا اور آسان ہو گیا کہ ہم اپنے مال کو ضائع نہیں کر رہے بلکہ اپنے ہی بھائیوں کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ اپنے محتاج بھائی کی حاجت روائی پر صرف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کو دینا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ السَّلَةَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ! قِيَامَتُكَ دُنِيَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ أَيْكَ شَخْصٍ سَأَلَ مَرَضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي، قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ كَرِهْتَ أَنْ أَعُدَّكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَّا مِيرِي مَزَاجٍ بِرِسِي نَهْ كِي؟ تَوَدُّهُ شَخْصٌ حِيرَتٌ سَ پُوتِجْھِ گَا عَلِمْتُ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرِضٌ فَلَمْ تَعُدَّهُ، أَمَّا كَرِهْتُ أَنْ أَعُدَّكَ لَوْ جَدْتَنِي عِنْدَهُ، يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطَعْتُمْكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي

میرے بیمار ہوا پھر تو نے میری مزاج پر سی نہ کی؟ تو وہ شخص حیرت سے پوچھے گا کہ اے میرے رب بھلا میں آپ کی کیسے عیادت کرتا، آپ تو سارے جہانوں کے پروردگار ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کیا تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے پھر بھی تم نے اس کی عیادت نہیں کی

قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ
أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟
قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ
عَبْدِي فَلَانَ فَلِمَ تُطْعِمُهُ أَمَا عَلِمْتَ
أَنَّكَ لَوْ أُطْعِمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ
عِنْدِي، يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتَكَ فَلِمَ
تُسْقِيَنِي قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ
وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ
اسْتَسْقَكَ عَبْدِي فَلَانَ فَلِمَ تُسْقِيهِ
أَمَا أَنَّكَ لَوْ أَسْقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ
عِنْدِي.

(مسلم شریف ۳۱۸۱۲)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کو جاتے تو
مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے
تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ عرض
کرے گا کہ پروردگار! بھلا میں تجھ کو کیسے کھانا کھلاتا تو
دونوں جہاں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ
کو یاد نہیں میرا فلاں بندہ تجھ سے کھانا مانگنے آیا تھا
تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو
اس کو میرے پاس پاتا۔ اور اے آدم کے بیٹے! میں
نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے پانی نہیں پلایا وہ عرض
کرے گا کہ میں آپ کو کیسے پانی پلاتا؟ آپ تو خود رب
العالمین ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سے میرے
فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تم نے اسے پانی نہیں
پلایا، اگر تم اسے پانی پلا دیتے تو اس کو میرے پاس
پاتے (یعنی یہ عمل خیر میرے پاس محفوظ رہتا)

زکوٰۃ وصدقہ؛ مال میں اضافہ کا سبب ہے

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور صدقہ و خیرات کرنے سے مال گھٹ جاتا ہے؛ لیکن
قرآن و حدیث کی صراحت یہ ہے کہ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں؛ بلکہ بڑھتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی اکرم علیہ
الصلوة والسلام نے فرمایا:

مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنَ الصَّدَقَةِ وَلَا ظَلَمَ
عَبْدٌ مَّظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ
عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ
اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ. (رواہ الترمذی ۵۸۱۲،

مسند احمد ۲۳۱/۴، المتجر الرابع ۱۳۹)

کسی آدمی کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا اور جب
بھی کسی انسان پر ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے تو
یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں، اور
جب بھی کوئی آدمی کسی سوال کا دروازہ کھولے تو اللہ
تعالیٰ اس پر فقر کا باب کھول دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو جب زکوٰۃ یا صدقہ نکالا جاتا ہے تو مال گھٹتا ہوا نظر آتا ہے، پھر یہ
کیوں کہا گیا کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال کم ہوتا دکھائی
دیتا ہے، مگر اس کی بنا پر من جانب خداوندی جو برکت ہوتی ہے، خواہ بعد میں کاروبار میں اضافہ کی صورت میں

ہو، یا نقصانات و بلیات سے حفاظت کی صورت میں، وہ صدقہ کی مقدار کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح روایت میں وارد ہے کہ: ”ایک آدمی جنگل میں چلا جا رہا تھا، اچانک اس نے بادلوں میں سے آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کی سیچائی کر، تو اچانک بادل کا ایک ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے ایک وادی میں پانی برسایا، وادی کا سب پانی ایک نالے میں جمع ہو کر بھر کر چل پڑا، تو وہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے چلا، آگے جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا پانی کا رخ اپنے پھاوڑے سے باغ کی طرف کر رہا ہے، تو اس شخص نے اس سے پوچھا کہ: ”تمہارا کیا نام ہے؟“ اس نے نام بتایا تو یہ وہی نام تھا جس کو اس نے بادل کی آواز میں سنا تھا، تو باغ والے نے سوال کیا کہ آخر تمہیں میرا نام پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس نے جواب دیا کہ یہ پانی جس بادل سے برسا ہے اس میں سے میں نے آواز سنی تھی کہ فلاں یعنی تمہارے باغ کی سیچائی کرے؛ لہذا اب تاؤ تم اس باغیچے کی آمدنی کا کیا کرتے ہو؟ اس باغ والے نے جواب دیا کہ میں اس کی کل آمدنی تین حصوں میں بانٹ دیتا ہوں: ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں، اور ایک تہائی حصہ میں سے میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں، اور ایک تہائی حصہ پھر باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (مسلم شریف ۴/۲۱۱، المعجم الرائج ۱۴۰) تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں کا مال بڑھتا ہی رہتا ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اہل مدارس مالی تعاون کے لئے ہر سال جن اہل خیر حضرات کے پاس جاتے ہیں تو پرانی رسید دکھاتے ہیں، اور عام طور پر کوشش کرتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ سے زیادہ چندہ وصول کریں، اور اکثر لوگ اضافہ کر بھی دیتے ہیں، حالاں کہ اگر زکوٰۃ سے مال گھٹتا ہوتا تو پچھلا والا ہی دینا مشکل ہوتا؛ چہ جائے کہ بڑھا کر دینا؛ اس لئے بہر حال حدیث کے مضمون پر یقین کرنا لازم ہے۔

نقد فائدہ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکثر عبادات کے ثواب اور نتیجہ کا وعدہ آخرت کی زندگی میں کیا گیا ہے، مثلاً نماز سے جنت میں فلاں نعمت ملے گی، روزہ داروں کو فلاں ثواب کا مستحق بنایا جائے گا وغیرہ وغیرہ، مگر زکوٰۃ اور صدقات کے لئے جہاں آخرت میں عظیم الشان اجر و ثواب کا ذکر ہے وہیں دنیوی نقد فائدہ کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، اور یہ فائدہ اتنا عظیم ہے کہ دنیا کی کسی دولت سے اس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی اور اس فائدہ کے حصول کے لئے انسان بڑی سے بڑی قربانی دینے اور مالی نقصان برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے، وہ فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ ادا کرنے سے بلائیں اور مصیبتیں ٹلا دی جاتی ہیں۔ حدیث میں ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

”صدقہ جھٹ پٹ دیا کرو اس لئے کہ مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی۔“

بَادِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا.
(رواہ رزین، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۶۷)

یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے مصیبت کو دفع فرمادیتے ہیں، اور ایک دوسری حدیث شریف میں وارد ہے۔

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئِي غَضَبَ الرَّبِّ وَ

تَدْفَعُ مِثْقَالَ شَوْءٍ. (رواه الترمذی)

(۱۴۴۱، مشکوٰۃ شریف ۱۶۸)

”بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے

اور بڑی موت سے بچاتا ہے۔“ یعنی سخت بیماری اور

سنگین حالات سے بچانے میں مفید ہے۔

نیز ایک مرسل روایت میں ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ وَذَاوُوا

[أَمْوَاضَكُمْ] بِالصَّدَقَةِ وَاسْتَقْبِلُوا

أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ.

(رواہ ابو داؤد فی مراسیلہ ۸، مستدرک المربع ۱۲۷)

زکوٰۃ ادا کر کے اپنے اموال کی مضبوط حفاظت کا انتظام

کرو اور صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو،

اور دعاء و گریہ و زاری کے ذریعہ آسمانوں کے طوفانوں

کا مقابلہ کرو۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات میں دارین کا فائدہ ہے۔

آخرت کا نفع

یہ تو دنیا کا فائدہ ہے، مگر زکوٰۃ و صدقہ کے اخروی منافع بے شمار ہیں اور اصل میں یہی منافع ہمارے پیش نظر رہنے چاہئیں، یہاں اخروی منافع کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) ایک روپیہ کے بدلہ میں سات سو گنا اجر مقرر ہے اور اخلاص وغیرہ کی وجہ سے اس میں زیادتی کا بھی وعدہ ہے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۶۱)

(۲) زکوٰۃ و صدقہ میں خرچ گویا کہ اللہ کے ساتھ تجارت کرنا ہے جس میں کسی نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ (فاطر آیت ۲۹)

(۳) صدقہ قیامت کے دن ہمارے لئے حجت بنے گا۔ (مسلم شریف ۱۱۸۱)

(۴) زکوٰۃ و صدقہ کی ایک کھجور (معمولی حصہ) کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کی اسی طرح پرورش فرماتا ہے جیسے انسان اپنی اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے تا آنکہ وہ چھوٹی سی کھجور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑے پہاڑ کے برابر تک پہنچ جاتی ہے۔ (مسلم شریف ۳۲۶۱)

(۵) جو شخص زکوٰۃ و صدقہ ادا کرنے والا ہوگا اس کو جنت کے خاص دروازہ ”باب الصدقہ“ سے داخل کیا جائے گا۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ۱۶۷۱)

(۶) سات قسم کے حضرات میدانِ محشر میں عرشِ خداوندی کے سائے میں ہوں گے۔ انہی میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو اللہ کی راہ میں خفیہ خرچ کرتا ہوگا، اس طرح کہ داہنے ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (مسلم شریف ۳۳۱۱، بخاری شریف ۹۱۱)

(۷) یہ صدقہ قیامت کے دن ہمارے لئے سائبان ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۷۰۱، مسند احمد ۴۱۱/۵)

صرف چالیسواں حصہ

پھر غور فرمائیے! کہ پورے مال کا صرف ۴۰ روایں حصہ سال بھر میں فرض کی حیثیت سے نکالنا ضروری قرار دیا گیا اور یہ بھی مطلق نہیں بلکہ وہ مال جو اپنے اندر بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ضرورت اصلیہ سے زائد ہو اور اس پر ایک سال اس حالت میں گزر گیا ہو کہ نصاب کلی یا جزئی طور پر باقی ہو۔ ان سب شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پچاس فیصدی یا اس سے زیادہ بھی زکوٰۃ فرض کر سکتا تھا اور مال آتے ہی وجوب کا حکم دیا جاسکتا تھا، مگر یہ بھی اس کا محض فضل و انعام ہے کہ اس نے تمام ممکنہ سہولتوں کے ساتھ صرف ۴۰ روپیہ میں ایک روپیہ زکوٰۃ کے طور پر فرض فرمایا ہے، اس انعام کے باوجود بھی کوئی شخص زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہی کرے تو اس سے بڑا نعمت خداوندی کا ناشکر ا کوئی نہیں ہو سکتا۔

الغرض یہ چند اشارات ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زکاۃ و صدقہ ہمارے لئے کتنی بڑی رحمت کی چیز ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے نصاب کا مالک بنا رکھا ہے اس کے ساتھ کتنے فضل عظیم کا معاملہ فرمایا ہے؟ اس کے باوجود بھی اگر ہم زکوٰۃ ادا کرتے وقت اور صدقہ دیتے وقت اپنے دل میں تنگی محسوس کریں اور اسے جبری ٹیکس تصور کریں تو اس سے بڑی کسی حماقت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری اولین کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اگر ہم زکوٰۃ ادا کرنے کے اہل ہیں تو پہلی فرصت میں اپنے فریضہ سے سبک دوش ہو جائیں اور اس فرض کی انجام دہی میں قطعاً تغافل اور ٹال مٹول سے کام نہ لیں۔

ذیل میں زکوٰۃ کے چند منتخب مسائل پیش کئے جا رہے ہیں:

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی میں درج ذیل صفات پائی جائیں:

(۱) آزاد ہو (غلام باندی پر زکوٰۃ فرض نہیں)

(۲) مسلمان ہو (کافر سے زکوٰۃ کا مطالبہ نہیں)

(۳) سمجھ دار ہو (پاگل پر زکوٰۃ فرض نہیں جب کہ پاگل پن اس پر مسلسل طاری ہو)

(۴) بالغ ہو (بچہ پر زکوٰۃ نہیں) واما شرط وجوبها فمنها الحرية حتى لا تجب

الزكاة على العبد..... ومنها الإسلام حتى لا تجب على الكافر كذا في البدائع.....

ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبي ومجنون إذا وجد منه الجنون في

السنة كلها. (عالمگیری ۱۷۲/۱، البحر الرائق ۲۰۲/۲، تاتارخانیہ ۱۳۳/۳، بدائع الصنائع ۷۸/۲)

(۵) اسے زکوٰۃ کی فرضیت کا علم ہو (خواہ حکماً جیسے اسلامی ماحول میں رہنے والا شخص)

والعلم به ولو حکماً ککونه فی دارنا. قال الشامی: قوله والعلم به، أى

وبالافتراض. (در مختار ر کربا ۱۷۴/۳، بدائع الصنائع ر کربا ۱۷۹/۲، الموسوعة الفقهية ۲۳/۲۳۴)

بے ہوش صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ

اگر کوئی شخص بے ہوش ہو مگر اس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو، تو اگرچہ وہ

سال بھر بے ہوش رہے پھر بھی اس کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ وتجب علی المغمی

علیه وإن استوعب الإغماء حولاً كاملاً. (عالمگیری ۱۷۲/۱، شامی ز کربا ۱۷۴/۳)

والمغمی علیہ كالصحيح. (تاتارخانیة ز کربا ۲۳۶/۳، البحر الرائق ز کربا ۳۵۵/۲)

شرائط وجوب زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا لازم ہے:

(۱) مال بقدر نصاب ہو (مثلاً سونے کا نصاب ۲۰ مثقال، اور چاندی کا نصاب دوسو

درہم وغیرہ)

(۲) ملکیت تام ہو (لہذا جو مال اپنے قبضہ میں نہ ہو سر دست اس کی زکوٰۃ کا مطالبہ نہیں ہے)

(۳) نصاب ضرورت اصلی سے زائد ہو (استعمالی ساز و سامان پر زکوٰۃ نہیں ہے)

(۴) نصاب قرض سے خالی ہو (یعنی قرض کی رقم منہا کر کے نصاب مکمل مانا جائے)

(۵) مال نامی ہو (یعنی ایسا مال جس میں بڑھنے کی صلاحیت ہو خواہ وہ اپنی خلقت کے

اعتبار سے ہو جیسے سونا چاندی یا فعلی اعتبار سے ہو جیسے مال تجارت مویشی وغیرہ) منہا کون المال

نصاباً.....، ومنہا المملک التام ومنہا فراغ المال عن حاجتہ الأصلیة فلیس فی

دور السکنی وثیاب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبید الخدمة

وسلاح الاستعمال زکاة.....، ومنہا الفراغ عن الدین.....، ومنہا کون النصاب نامياً.

(عالمگیری ۱۷۲/۱-۱۷۴، بدائع الصنائع ۸۸/۲، شامی ز کربا ۱۷۴/۳، الموسوعة الفقهية ۲۳/۲۳۶)

زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے؟

اگر نصاب پر ایک سال پورا گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔

و شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو في ملكه. (درمختار زکریا ۱۸۶/۳، ہندیہ

۱۷۵/۱، الموسوعة الفقهية ۲۴۲/۳۳، حنایہ ۲۰۲/۱)

سال کے درمیان میں نصاب گھٹ جائے؟

اگر شروع اور اخیر سال میں نصاب پورا تھا مگر درمیان سال میں اس کی مقدار کم رہی تب

بھی پورے نصاب کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ولكن هذا الشرط يعتبر في أول الحول

و آخره لا في خلاله حتى لو انتقص النصاب في أثناء الحول ثم كمل في آخره

تجب الزكاة. (بدائع الصنائع ۹۹/۲، ہندیہ ۱۷۵/۱، تاتاریخانیہ: زکریا ۱۸۱/۳)

اضافہ شدہ رقم نصاب میں شامل ہوگی

دوران سال نصاب میں جس قدر اضافہ ہوا اس سب پر اخیر سال میں زکوٰۃ واجب ہوگی

(یعنی جس دن سال پورا ہوا اس دن کا بیلنس دیکھا جائے گا اور کل پر زکوٰۃ واجب ہوگی) وأما

المستفاد في أثناء الحول فيضم إلى مجانسه ويزكى بتمام الحول الأصلي.

(مراقی انفلاح ۳۸۹، ہندیہ ۱۷۵/۱)

زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے

اداء زکوٰۃ کے وجوب کے لئے قمری سال کا اعتبار ہوگا نہ کہ شمسی سال کا۔ وسببه ملك

نصاب حولی نسبة للحول، وقال الشامي: أي الحول القمري لا الشمسي. (شامی

کراچی ۲۰۵۹/۲، شامی زکریا ۱۷۵/۳، الدر المنقی ۱۹۳/۱) العبرة في الزكاة للحول

القمري كما في القنية. (ہندیہ ۱۷۵/۱)

تنبیہ: اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھنے اور اس کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لئے کہ اکثر سرمایہ دار حضرات سہولت کے لئے سرکاری سال کی ابتداء و انتہاء (مارچ-اپریل) کے اعتبار سے زکوٰۃ کا حساب لگاتے ہیں، اور قمری سال کا اعتبار نہیں کرتے جس کی وجہ سے شرعی حساب مکمل نہیں ہو پاتا، اس لئے زکوٰۃ نکالنے والوں پر لازم ہے کہ وہ چاند کے مہینہ کی جس تاریخ سے صاحب نصاب ہوئے ہیں، اسی تاریخ کو ہر سال اپنی زکوٰۃ کا حساب لگایا کریں۔ (مرتب)

زکوٰۃ جلد از جلد ادا کرنی چاہئے

زکوٰۃ جیسے ہی واجب ہو فوراً ادا کرنا ضروری ہے بلا عذر تاخیر کرنے سے گنہ گار ہوگا، بہت سے سرمایہ دار حضرات کے پاس بڑی مقدار میں زکوٰۃ کا روپیہ پڑا رہتا ہے، انہیں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہو جانا لازم ہے۔ وہی واجبة علی الفور و علیہ الفتویٰ فیائم بتاخیرھا بلا عذر۔ (طحطاوی ۳۸۸، عالمگیری ۱۷۰/۱، شامی زکریا ۱۹۱/۳، تاتاریخانیہ ۱۳۴/۳)

زکوٰۃ میں کتنا مال دیا جائے گا؟

زکوٰۃ کل مال کا چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصدی) دینا ضروری ہوتا ہے۔ وہو ربع

عشر النصاب۔ (طحطاوی ۳۸۹، الدر المختار علی الشامی زکریا ۱۷۲/۳، البحر لرائق زکریا ۳۹۳/۲)

سونے کا نصاب

سونے کا نصاب عربی اوزان کے اعتبار سے ۲۰ مثقال ہے، جس کا وزن تولہ کے حساب سے ساڑھے سات تولہ اور گراموں کے اعتبار سے ۸۷ گرام ۲۸۰ ملی گرام ہوتا ہے۔ عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: فاذا كانت لك مائة درهم و حال علیہا الحول ففيہا خمسة دراهم و ليس علیك شيء یعنی فی الذهب حتی تكون لك عشرون ديناراً فاذا كانت لك عشرون ديناراً و حال علیہا الحول ففيہا نصف دينار فما زاد فبحساب ذلك الخ۔ (ابوداؤد شریف ۲۲۱/۱)

نصاب الذهب عشرون مثقالاً. (تویر الابصار مع الدر المختار ۲۲۴/۳، ہدایہ ۲۱۱/۱) وفي كل عشرين مثقالاً نصف مثقال. (تاتارخانیہ زکریا ۱۵۵/۳، ایضاح المسائل ۱۰۲)

چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب عربی اوزان کے اعتبار سے دوسو درہم ہے، جس کا وزن تولہ کے حساب سے ساڑھے باون تولہ اور گراموں کے اعتبار سے ۶۱۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام ہوتا ہے۔ نصاب فضة مأتا درہم بالاجماع. (الموسوعة الفقهية ۲۶۴/۲۳) والفضة مأتا درہم كل عشرة درہم وزن سبعة مثاقيل. (تویر الابصار مع الدر المختار ۲۳۴/۳، تاتارخانیہ زکریا ۱۵۵/۳، ایضاح المسائل ۱۰۲)

سونا چاندی دونوں نصاب سے کم ہوں؟

اگر سونا اور چاندی دونوں کے زیورات یا اشیاء ملکیت میں ہوں؛ لیکن کسی ایک کا نصاب بھی پورا نہ ہو تو دونوں کو ملا کر قیمت لگائی جائے گی، اگر دونوں کی قیمت مل کر سونے یا چاندی کے کسی نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (مثلاً آج کل سونے اور چاندی کی قیمتوں میں بڑا فرق ہو گیا ہے، اب اگر کسی کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا ہے اور چند تولہ چاندی ہے تو دونوں کی جب قیمت لگائی جائے گی تو چاندی کے اعتبار سے نصاب تک پہنچ جائے گی؛ لہذا زکوٰۃ واجب ہوگی) ويضم الذهب الى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة (در مختار) ای من جهة القيمة فمن له مائة درہم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة عليه زكوتها. (شامی زکریا

۲۳۴/۳، ہدایہ ۲۱۳/۱، تاتارخانیہ ۱۵۸/۳)

اگر زیور کے ساتھ روپیہ بھی ہو؟

زیور کے ساتھ اگر روپیہ یا سامان تجارت موجود ہو تو اگرچہ زیور کا وزن نصاب تک نہ پہنچتا ہو؛ لیکن سب ملا کر قیمت چاندی کے نصاب تک پہنچ گئی تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی (مثلاً ۲-۳ تولہ سونا ہے اور ساتھ میں پانچ ہزار روپیہ ہے یا مالی تجارت ہے تو کل کی قیمت اگر چاندی کے نصاب تک

پہنچ رہی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی) وتضم قيمة العروض الى الثمنين. (ہندیہ ۱۷۹/۱)
ویضم الذهب الى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة. (درمختار ۲۳۴/۳)

وفائدته تظهر فيمن له حنطة للتجارة قيمتها مائة درهم وله خمسة دنائير
قيمته مائة تحب الزکوٰۃ عنده خلافاً لهما. (شامی زکریا ۲۳۴/۳، ایضاح المسائل ۱۰۳)

دانتوں میں بندھے ہوئے سونے یا چاندی کے تاروں پر زکوٰۃ نہیں

سونا چاندی اگر بدن کے کسی حصہ میں اس طرح پیوست ہو کہ اسے آسانی نکالنا نہ جاسکتا ہو
جیسے دانتوں میں لگے ہوئے سونے چاندی کے تار، یا وہ مسالہ جو دانتوں کے خول میں بھر دیا جاتا
ہے تو اس پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (کیوں کہ اب یہ مال نامی کا مصداق نہیں بن سکتا، جو
وجوب زکوٰۃ کے لئے شرط ہے) (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴۹۲/۲، ایضاح المسائل ۱۰۹، مرغوب الفتاویٰ ۳۳۹/۲)

مالِ نامی کی تعریف

مالِ نامی (بڑھنے والا مال) کی دو صورتیں ہیں: (۱) پیدائشی مالِ نامی: یعنی سونا چاندی ان
دونوں دھاتوں کو شریعت نے مطلقاً مالِ نامی تسلیم کیا ہے خواہ ان کی تجارت کی جائے یا نہ کی جائے۔
(۲) فعلی مالِ نامی: یعنی سونے چاندی کے علاوہ وہ مال جسے تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو۔ وینقسم
کل واحد منهما الى قسمين: خلقی وفعلی، هنکذا فی التبيين. فالخلقى الذهب والفضة
..... والفعلى ما سواهما ويكون الاستئناء فيه بنية التجارة الخ. (عالمگیری ۱۷۴/۱)

شامی زکریا ۱۷۹/۳، البحر الرائق زکریا ۳۶۲/۲، بدائع الصنائع زکریا ۹۲/۲، طحطاوی علی المرقی ۳۸۷

تجارت کی نیت سے خرید کر ذاتی استعمال میں لے آنا

اگر کوئی مال؛ تجارت کی نیت سے خریدا تھا پھر ارادہ بدل گیا اور اس کو ذاتی استعمال میں لے
آیا تو اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ ومن اشترى تجارية للتجارة ونواها للخدمة
بطلت عنها الزكاة. (عالمگیری ۱۷۴/۱، شامی زکریا ۱۹۲/۳) لو نوى بمال التجارة

الخدمة كان للخدمة بالنية. (الاشباه والنظائر ۲۰۶، طبع مکتبہ فقیہ الامۃ دیوبند)

تجارت کی نیت سے خریدے گئے فلیٹ کو کرایہ پر اٹھانا

اگر کسی شخص نے کوئی فلیٹ وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدا تھا، پھر اس کو کرایہ پر اٹھا دیا تو اب وہ مال تجارت میں داخل نہ رہے گا، یعنی سال گزرنے پر اس کی قیمت لگا کر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ کرایہ کی آمدنی اگر نصاب کے بقدر ہو تو حسب شرائط اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ و فی الکبریٰ: إذا اشترى داراً أو عبداً للتجارة فأجره خروج من أن يكون للتجارة؛ لأنه لما أجره فقد قصد الغلة فخرج عن حكم التجارة. (تاتارخانیہ زکریا ۱۶۷/۳)

خریدتے وقت تجارت کا پختہ ارادہ نہ تھا

کوئی چیز استعمال کے لئے خریدی، ساتھ میں یہ نیت تھی کہ نفع ملے گا تو بیچ دوں گا ورنہ رکھے رہوں گا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ أو اشترى شيئاً للقيمة ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لازكاة عليه. (طحطاوی ۳۹۱، الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۹۵/۳، فتح القدیر ۲۱۸/۲، الولوالجی۱۸۳/۱، المحيط البرہانی ۳۹۳/۲)

بنیت تجارت خریدے ہوئے مال پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ

کوئی سامان تجارت کی نیت سے خریدا ہے مگر ابھی قبضہ نہیں کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ وخرج به أيضا كما في البحر المشتري للتجارة قبل القبض. (شامی کراچی ۲۶۰/۲) ولا فيما اشتراه لتجارة قبل قبضه. (درمختار مع شامی زکریا ۱۸۰/۳، تاتارخانیہ زکریا ۲۴۹/۳)

پرلین میں چھپائی کے لئے رکھی ہوئی روشنائی پر زکوٰۃ

عموماً بڑے پرلین والے چھپائی کے لئے روشنائی کا بڑا اشاک پہلے سے خرید کر رکھے رہتے ہیں، تو اس روشنائی کی قیمت پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ الاما يبقى اثر عينه كالعصفر لدبغ الجلد ففيه الزكاة. (درمختار مع الشامی زکریا ۱۸۳/۳، تاتارخانیہ زکریا ۱۶۸/۳، المحيط البرہانی ۳۹۲/۲) واما اذا كان يبقى اثرها في المعمول كما لو اشترى

الصباغ عصفراً او زعفراناً لیصبع ثياب الناس باجر وحال عليه الحول كان عليه الزکوة اذا بلغ نصاباً. (عالمگیری ۱۷۲/۱، خانیه ۲۵۰/۱)

حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ

اگر کسی صاحب نصاب شخص نے حج کی نیت سے روپے جمع کر رکھے تھے اسی دوران سالانہ زکوٰۃ نکالنے کا وقت آ گیا تو اس پر حج کے لئے رکھی ہوئی پوری رقم کی زکوٰۃ نکالنا بھی لازم ہوگا۔ أما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال عليه الحول وقد بقي معه منه نصاب فانه يزكى ذلك الباقي وان كان قصده الانفاق منه أيضاً في المستقبل.

(شامی رکریا ۱۷۹/۳، انوار مناسک ۱۶۰)

حج کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ میں تفصیل

اگر کسی شخص نے حج کے ارادہ سے حج کمیٹی میں مکمل روپیہ جمع کرا دیا تھا اسی دوران اس کی زکوٰۃ کے حساب کا وقت آ گیا تو جمع شدہ رقم میں سے ہوائی جہاز کا کرایہ، معلم فیس اور دیگر اخراجات نکال کر سعودی ریال کی شکل میں اس عازم حج کو جو رقم واپس ملنے والی ہے اس پر زکوٰۃ نکالنی ضروری ہوگی۔ (مستفاد: مسائل بہشتی زیور ۳۲۲، از: مولانا مشتقی عبدالواحد صاحب لاہور)

ٹینیٹ ہاؤس کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم

ٹینیٹ ہاؤس وغیرہ میں جو برتن اور سامان کرائے پر چلائے جاتے ہیں، ان کی مالیت اور قیمت پر زکوٰۃ نہیں؛ بلکہ ان کے ذریعہ ہونے والی کرایہ کی آمدنی پر حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزکوة کمالا تجب فی بیوت الغلة. (عالمگیری ۱۸۰/۱، تاتارخانیہ زکریا ۱۶۹/۳، ومثله فی الولوالجیہ ۱۸۲/۱)

تجارتی پلاٹوں اور فلیٹوں پر زکوٰۃ

جو پلاٹ یا زمین فروخت کی نیت سے خریدے گئے ہیں تو ان کی موجودہ قیمت پر زکوٰۃ

واجب ہوگی۔ الزکوۃ واجبة فی عروض التجارة کائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الذهب والورق۔ (ہدایہ ۲۱۲/۱ عالمگیری ۱۷۹/۱، تاتارخانیہ زکریا ۱۶۴/۳، ومثلہ

فی البحر الرائق ۳۹۸/۲، تبیین الحقائق ۷۷/۲، ایضاح المسائل ۱۰۶)

خریدے ہوئے شیئرز پر زکوۃ

کسی کمپنی کے شیئرز اگر خرید کر رکھے ہوئے ہیں تو ان کی موجودہ قیمت پر زکوۃ فرض ہوگی، یعنی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ انہیں کس قیمت پر خریدا تھا؛ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ آج ان کی کیا قیمت ہے، اور اسی حساب سے زکوۃ نکالی جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ۲۱۲/۲، ایضاح المسائل ۱۰۶، مسائل ہشتی زیور ۳۱۹) وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب۔ (عالمگیری ۱۸۰/۱) ولو ازاداد قيمتها قبل الحول تعتبر قيمتها وقت الوجوب بالاجماع۔ (تاتارخانیہ زکریا ۱۷۰/۳، بدائع الصنائع ۱۱۵/۲)

انشورنس میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ

کار، دوکان اور کاروبار کے انشورنس میں جو رقم جمع کی جاتی ہے اس کی واپسی حتمی اور یقینی نہیں ہوتی، اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ لائف انشورنس (زندگی کا بیمہ) کی رقم بہر حال واپس ملتی ہے؛ اس لئے اس میں جمع شدہ اصل رقم پر ملنے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی، یہ دین قوی کے درجہ میں ہے، اور اصل رقم سے بڑھ کر جو رقم ملنے والی ہے وہ چوں کہ سود اور حرام ہے؛ اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ فتجب زکوۃها اذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهماً من الدين القوی كقرض۔

(درمختار زکریا ۲۳۶/۳، ومثلہ فی الخانیۃ ۲۵۳/۱، ہندیۃ ۱۷۵/۱، بدائع الصنائع ۹۰/۲)

فکس ڈپازٹ رقم پر زکوۃ

بعض لوگ اپنی رقومات بنکوں میں کئی سالوں کے لئے فکس ڈپازٹ کر دیتے ہیں، تو چونکہ یہ دین قوی کے درجہ میں ہے جس کا بعد میں مقررہ وقت پر ملنا یقینی ہے؛ اس لئے اس اصل جمع شدہ

رقم پر ہر سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ لیکن جو رقم بڑھ کر ملے گی وہ قطعاً حرام ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں (بلکہ اس اضافی رقم کو سودی مصارف میں ہی خرچ کرنا لازم ہے) فتجب زکوٰۃ تھا اذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهماً من الدين القوي كقرض النخ. (درمختار زکریا ۲۳۶/۳، ومثله فی الخانیة ۲۵۳/۱، ہندیة ۱۷۵/۱، بدائع الصنائع ۹۰/۲)

گیس سلنڈروں کا ڈیلر کیسے حساب لگائے؟

جو شخص گیس سپلائی کا ڈیلر ہے یعنی گیس کمپنی سے گیس خرید کر صارفین کو گیس سپلائی کرتا ہے وہ اپنی زکوٰۃ کا حساب سلنڈروں کی مالیت سے نہیں لگائے گا؛ بلکہ سلنڈروں میں موجود گیس کی قیمت کے اعتبار سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ جو سلنڈر بذاتہ مع گیس فروختگی کے لئے رکھے گئے ہوں تو ان میں سلنڈر اور گیس دونوں کی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ پہلی صورت میں سلنڈروں کی حیثیت محض برتنوں کی ہے اور دوسری صورت میں سلنڈر خود مال تجارت میں داخل ہے۔ قال فی الشامی: وقواریر العطارین النخ، ان کان من غرض المشتري بیعها بها ففيها الزکوٰۃ والا فلا. (شامی زکریا ۱۸۳/۳، محقق ومطلل جلید مسائل ۱۴۶، مرغوب الفتاویٰ ۳۳۹/۳)

ٹرانسپورٹ کمپنی کی گاڑیوں پر زکوٰۃ کا مسئلہ

اگر کوئی شخص ٹرانسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے اور اس کی کاریں، بسیں یا ٹرک وغیرہ کرایہ پر چلتے ہیں تو ان بسوں یا ٹرکوں کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ ان سے حاصل ہونے والے منافع پر حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ولو اشتری قدوراً من صفر یمسکها ویواجرها لا تجب فیها الزکوٰۃ کما لا تجب فی بیوت الغلة. (فتاویٰ خانیة ۲۵۱/۱، تائیلر خانیة زکریا

۱۶۹/۳، محقق ومطلل جدید مسائل ۱۴۷)

مچھلی پالن پر زکوٰۃ

مچھلی پالن کے لئے تالاب اور اس کی زمین کی قیمت پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں؛ البتہ جو

مچھلیوں کا بیج خرید کر کے ڈالا گیا ہے اس پر سال پورا ہونے پر موجودہ قیمت کے اندازہ سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ولو للتجارة ففيها زكوة التجارة. (درمختار زکریا ۱۹۸/۳، احسن الفتاویٰ ۳۰۰/۳، فتاویٰ الکوثر زکوٰۃ ۶۲، نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے ۷۹)

مرغی فارم کی زکوٰۃ

مرغی فارم کی زمین اور عمارت وغیرہ کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں، اور ان میں جو مرغیاں پالی جاتی ہیں ان کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر مرغی فارم سے انڈے مقصود ہیں اور انہیں کے ذریعہ آمدنی حاصل کی جاتی ہے مرغیاں فروخت کے لئے نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں مرغیوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ لازم ہوگی، گویا مرغیاں آلات کے درجے میں ہیں۔ (۲) اور اگر مرغی فارم سے محض انڈے مقصود نہیں؛ بلکہ خود مرغیوں اور چوزوں کو بیچنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں سال پورا ہونے پر ان مرغیوں اور چوزوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ یہ خود مال تجارت ہیں۔ وكذلك آلات المحترفين، أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الانتفاع..... او تستهلك. (شامی زکریا ۱۸۳/۳) والاصل ان ماعدا الحجرين والسوائيم انما يزكى بنية التجارة. (درمختار زکریا ۱۹۴/۳) ولو للتجارة ففيها زكوة التجارة. (درمختار زکریا ۱۹۸/۳، احسن الفتاویٰ ۳۰۰/۴، کتاب الفتاویٰ ۳۴۶/۳، محقق و مدلل جدید مسائل ۱۵۱)

کپڑوں میں لگے ہوئے سونے چاندی کے پھول بوٹوں پر زکوٰۃ

اگر کسی کپڑے میں سونے یا چاندی کے تار یا پھول بوٹے لگے ہوں تو اس سونے چاندی کی قیمت پر حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی، یعنی ان کے وزن کا اندازہ لگا کر قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ الزكوة واجبة في الذهب، الفضة مضروبة كانت او غير مضروبة..... حلياً كان للرجال او للنساء. (تاتارخانیہ زکریا ۱۵۴/۳، محقق و مدلل جدید مسائل ۱۵۶، کتاب الفتاویٰ ۲۶۳/۳)

شادی کے لئے رکھے گئے زیورات پر زکوٰۃ

اگر باپ یا ماں نے بچی یا بچے کی شادی کے لئے زیورات بنا کر رکھے ہیں اور وہ ابھی بچوں کو حوالے نہیں کئے گئے؛ بلکہ اپنی ہی ملکیت میں ہیں تو ان کی مالیت پر حسب ضابطہ زکوٰۃ ماں یا باپ پر واجب رہے گی، اور اگر بچوں کی ملکیت میں دے دیئے ہیں تو جب تک وہ نابالغ ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور بالغ ہونے کے بعد اگر نصاب وغیرہ کی شرائط پوری ہوتی ہوں تو سال گزرنے پر ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ وسببہ ای سبب افتراضھا ملک نصاب حولی تام۔

(درمختار زکریا ۱۷۴/۳) و شرط وجوبھا العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك

نصاب۔ (البحر الرائق کراچی ۲۰۲/۲، فتاویٰ محمودیہ ذابھیل ۳۷۶/۹، محمود الفتاویٰ ۸۵/۲)

مکان بنانے کے لئے جمع کردہ رقم پر زکوٰۃ

کسی شخص نے مکان بنانے کے لئے رقم جمع کر رکھی تھی، اس درمیان زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آ گیا تو اس پر مذکورہ جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہے۔ ان الزکوٰۃ تجب فی النقد کیف امسکھ للنفقة او للنماء۔ (حاشیۃ الطحطاوی دیوبند ۷۱۵، شامی زکریا ۱۷۹/۳)

فتاویٰ محمودیہ ذابھیل ۳۳۹/۹

مرغی یا مچھلی فارم میں استعمال ہونے والی خوراک پر زکوٰۃ کا مسئلہ

مرغی یا مچھلی فارموں میں مرغیوں یا مچھلیوں کو کھلانے کے لئے جو خوراک استعمال کی جاتی ہے اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ یہ تجارت کی غرض سے نہیں خریدی جاتی؛ بلکہ اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کپڑا دھونے والوں کے لئے صابن اور صرف وغیرہ، کہ ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ و كذلك آلات المحترفين أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الانتفاع او تستهلك، لكن هذا منه ما لا يبقى اثر عينه، كصابون و حرض الغسال۔ (شامی زکریا ۱۸۳/۳، فتاویٰ مندیہ ۱۷۲/۱) و اصل هذا أنه ليس على التاجر زکوٰۃ

مسكنه وخدمه و مركبه و كسوة اهله و طعامهم..... العمال الذين يعملون للناس
بأجر اذا اشتروا اعياناً للعمل بها فحال الحول عليها عندهم فكل عين يبقى له أثر
فى العين بحيث يرى كالعصفرو الزعفران وما أشبه ذلك ففيه الزكاة وما لا يبقى له
أثر فى العين بحيث لا يرى كالصابون والأشنان فلا زكاة فيه. (تاتارخانية زكريا ۱۶۸/۳)

دوکان یا مکان وغیرہ کے کرایہ میں ڈپازٹ کی رقم پر زکوٰۃ کا مسئلہ

آج کل بڑے شہروں میں دوکان یا مکان کی کرایہ داری میں مالک مکان یا دوکان ڈپازٹ
کے نام سے بڑی رقمیں لیتا ہے، جنہیں دوکان یا مکان کے خالی کرنے کے وقت واپس کر دیا جاتا
ہے، تو یہاں بحث یہ ہے کہ اس ڈپازٹ کی رقم کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟ کرایہ دار یا مالک؟ تو بظاہر
اس کی حیثیت رہن کی معلوم ہوتی ہے اس بناء پر اس کی زکوٰۃ شئ مرہون کے ضابطہ کے اعتبار سے
نہ تو مالک پر واجب ہونی چاہئے اور نہ کرایہ دار پر۔ (مستفاد: محمود الفتاویٰ ۲۶۲/۲، ۴۶۱/۲، نئے مسائل اور علماء
بند کے فیصلے ۵۳، کتاب الفتاویٰ ۲۷۸/۳)

نوٹ: ڈپازٹ کی رقم کو رہن ماننے کی صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہوگا کہ یہ ڈپازٹ کی رقم مالک
اپنے تصرف میں بالکل نہ لائے؛ بلکہ بطور امانت محفوظ رکھے؛ لیکن عمل اس کے برخلاف ہے، کیوں کہ
کوئی بھی مالک مکان، کرایہ دار سے اس رقم کو لے کر محفوظ نہیں رکھتا؛ بلکہ بلا تکلف اپنے ذاتی استعمال
میں لاتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شئ مرہون میں تصرف کر لینے کی بنا پر
اسے رہن کے بجائے دین مضمون کے درجہ میں رکھا جائے، یعنی یہ رقم گویا کہ مالک پر کرایہ دار کی
طرف سے دین ہے؛ لہذا اس کی زکوٰۃ مالک دوکان یا مکان پر واجب نہیں ہوگی؛ بلکہ کرایہ دار پر
واجب ہوگی جو اس رقم کا اصل مالک ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ نے بیع الوفاء کی ثمن کے متعلق بحث
کرتے ہوئے جو رائے ظاہر فرمائی ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، موصوف فرماتے ہیں:
قلت: ينبغي لزومها على المشتري فقط على القول الذى عليه العمل الآن من ان
بيع الوفاء منزل منزلة الرهن وعليه فيكون الثمن ديناً على البائع. (شامی بیروت ۱۶۶/۳)

تاہم اس بارے میں یہ تفصیل مناسب ہے کہ اگر کرایہ داری معاہدہ میں مکان یا دوکان خالی کرنے کا کوئی قریبی وقت مقرر ہے تو یہ ڈپازٹ کی رقم ”دین قوی“ کے درجہ میں ہوگی، اور جب مقررہ وقت پر کرایہ دار دوکان یا مکان خالی کر کے اپنی رقم واپس وصول کر لے گا تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی واجب ہوگی، اور اگر کرایہ کے معاہدہ میں مکان یا دوکان خالی کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے تو یہ دین متوسط یا دین ضعیف کے درجہ میں ہے، یعنی کرایہ دار رقم وصول کرنے کے بعد سابقہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا مامور نہ ہوگا؛ بلکہ جب رقم اس کے قبضہ میں آ جائے گی اسی وقت سے زکوٰۃ کا حساب شروع ہوگا، واللہ اعلم۔ (مرتب)

زکوٰۃ کے روپے سے منی آرڈر فیس یا چیک یا ڈرافٹ کی اجرت دینا

زکوٰۃ کی رقم سے منی آرڈر کی فیس یا چیک یا ڈرافٹ کی اجرت ادا کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں مستحق فقیر کی تملیک نہیں پائی جاتی؛ بلکہ یہ بینک یا محکمہ ڈاک کے عمل کی اجرت ہے (لہذا جو لوگ زکوٰۃ کی رقم بذریعہ چیک ادا کرتے ہیں اور چیک بھناتے وقت بینک اپنی واجب رقم کاٹ کر مستحق کو ادا کرتا ہے تو منی آرڈر یا بینک نے کاٹ لی ہے اس کے بقدر مالک کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، بلکہ اتنی رقم اسے مزید ادا کرنی ہوگی) کذا يستفاد من هذه العبارة: ولو اراد ان يعطى الجزار او الذابح اجرتہ من لحمها لا يجوز. (تاتارخانیۃ زکریا ۱/۲۷۸، ۴۴۲) لا يخرج بعزل ما وجب عن العہدة بل لا بد من الاداء الى الفقير. (البحر الرائق زکریا ۲/۳۶۹، درمستحار زکریا ۱۸۹/۳، فتاویٰ محمودیہ قابیل ۴۸۴/۹، فتاویٰ دارالعلوم ۲۳۵/۶، مرغوب الفتاویٰ ۳/۳۵۰)

دودھ فروخت کرنے کی نیت سے پالی ہوئی بھینسوں کا حکم

بعض شہروں میں لوگ طویلے یعنی دودھ کے لئے بھینسوں کو پالنے کا کام کرتے ہیں، تو ان بھینسوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ ان سے حاصل شدہ دودھ کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مستفاد: والات الصناع الذين يعملون بها وظروف الامتعة لا تجب فيها الزکوٰۃ

(تتار حایہ زکریا ۱۶۹۳) ولو اشتري قدورا من صفر یمسکها ویواجرها لا تجب فیها الزکوۃ کما لا تجب فی بیوت الغلة. (احسن الفتاویٰ ۲۷۷/۴، فتاویٰ محمودیہ ذابیل ۴۲۸/۹)

اینٹ کے بھٹے کی زکوٰۃ کا کیسے حساب لگائیں؟

اینٹ کے بھٹے میں زکوٰۃ کا حساب اس طرح لگایا جائے گا کہ ادائیگی کے دن جتنی اینٹیں کچی یا پکی موجود ہوں ان کی قیمت لگائی جائے، اور اینٹ بنانے کے لئے جو مٹی خرید کر لائی گئی ہو اس کی بھی قیمت جوڑ لی جائے، اس کے بعد ڈھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں؛ البتہ کوئلہ یا لکڑی وغیرہ جو بھٹے میں جلانے کے لئے جمع کر کے رکھی جاتی ہیں ان کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ اشیاء جل کر ختم ہو جاتی ہیں باقی نہیں رہتی ہیں۔ مستفاد: وكذلك آلات المحترفين ای سواء كانت مما لا تستهلك عينه فی الانتفاع كالقدوم والمبرد او تستهلك لكن هذا منه ما لا يبقى اثر عينه كصابون وحرص الغسال ومنه ما يبقى كعصفر وزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلا زکوۃ فی الاولین لان ما يأخذه من الاجرة بمقابلة العمل، وفي الاخير الزکوۃ اذا حال عليه الحول لان الماخوذ بمقابلة العين. (شامی بیروت ۱۷۱/۳)

نوٹ:- اور اگر بھٹے کا مالک اپنی مملوکہ زمین کی مٹی سے اینٹیں بناتا ہو اس کے لئے مٹی نہ خریدتا ہو، تو یہ کچی یا پکی اینٹیں ابھی مال تجارت میں داخل نہ ہوں گی؛ بلکہ فروختگی کے بعد ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مرتب)

کس طرح کے اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؟

درج ذیل اموال اور اثاثہ جات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، خواہ ان کی قیمت کتنی ہی ہو:

(۱) رہنے کے گھر۔

(۲) کرائے پر اٹھائے گئے مکانات (البتہ ان کی آمدنی پر زکوٰۃ حسب ضابطہ واجب ہوگی)

(۳) استعمالی کپڑے، چادریں، فرش وغیرہ۔

(۴) گھر کا ساز و سامان (فرج، کولر، واشنگ مشین وغیرہ)

(۵) سواریاں (گاڑی، موٹر سائیکل وغیرہ)

(۶) غلام باندیاں جو خدمت پر مامور ہوں۔

(۷) اپنی حفاظت کے لئے رکھے گئے ہتھیار۔

(۸) گھر میں رکھا ہوا کھانے پینے کا ذخیرہ۔

(۹) سجاوٹ کے برتن۔

(۱۰) ہیرے جواہرات۔ (جب کہ تجارت کے لئے نہ ہو)

(۱۱) مطالعہ کی کتابیں۔

(۱۲) صنعت کاروں کے اوزار اور مشین، کارخانے، فیکٹریاں، کرایہ پر چلنے والی بسیں اور

ٹرک اور کاشت کار حضرات کے ٹریکٹر، اور آلات زراعت وغیرہ۔ (نیز ہر ایسا سامان جو تجارت کی

نیت سے نہ خریدا گیا ہو) فلیس فی دور السکنی و ثياب البدن و أثاث المنازل

و دواب الركوب و عبيد الخدمة و سلاح الاستعمال زكاة و كذا طعام أهله و ما

يتجمل به من الأواني إذا لم يكن من الذهب والفضة و كذا الجوهر واللؤلؤ

و الياقوت و البلخش و الزمرد و نحوها إذا لم يكن للتجارة..... و كذا كتب العلم

ان كان من أهله و آلات المحترفين. (عالمگیری ۱۷۲/۱) قید الأهل لہنا غیر مفید

لأنه لو لم يكن من أهلها وليست هي للتجارة لا تجب فيها الزكاة وإن كثرت

لعدم النماء. (تاتارخانیہ زکریا ۱۷۳/۳، درمختار زکریا ۱۸۲/۳، ہمایہ ۲۰۲/۱)

مانع زکوٰۃ مطالبات

درج ذیل مطالبات کو اصل سرمایہ سے منہا کیا جائے گا:

(۱) مالک کے ذمہ قرض کی رقم (خواہ قرض روپیہ ہو یا سامان، یا خلع کا بدلہ ہو یا زکوٰۃ کی

وہ رقم جس کا حکومت اسلامی کی طرف سے صراحتہ یا دلالتہ مطالبہ ہو)

(۲) بیع کی ثمن جو ذمہ میں واجب ہو۔

(۳) کسی کے تلف کردہ سامان کا تاوان۔

(۴) کسی کو زخمی کرنے کا ضمان۔ کل دین له مطالب من جهة العباد يمنع

وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقروض وثمن البيع وضمن المتلفات

وارش الجراحة، وسواء كان الدين من النقود أو المكيل أو الموزون أو الثياب

أو الحيوان وجب بخلع أو صلح عن دم عمد وهو حال أو مؤجل أو لله تعالى كدين

الزكاة. (عالمگیری ۱۷۲/۱، تبیین الحقائق ۲۵/۲، شامی زکریا ۱۷۴/۳، ومثله فی البدائع لصنائع ۸۳/۲)

طویل المیعاد قرضے مانع زکوٰۃ ہیں یا نہیں؟

آج کل کاروباری لوگ بینکوں سے بڑی بڑی رقمات بطور قرض لے لیتے ہیں، یہ رقمات

بسا اوقات اتنی کثیر ہوتی ہیں کہ ان کو اگر مانع زکوٰۃ قرار دیا جائے، تو بڑے بڑے سرمایہ داروں پر

زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو، اس لئے ان کاروباری قرضوں کے بارے میں محتاط رائے یہی ہے کہ ہر سال

جتنی قسط کی رقم واجب الاداء ہوتی ہے، بس اسی قدر روپیہ اصل سرمایہ سے منہا کیا جائے، اور بقیہ

کل مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شوہر پر بیوی کا دین مہر

مؤجل اس کے لئے مانع زکوٰۃ نہیں ہوتا، پس اسی طرح یہ طویل المیعاد قرضہ بھی مانع نہ ہوگا۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۶۶، فتاویٰ حقانیہ ۵۱۰/۳، آئینہ رمضان ۲۲۳)

گذشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم منہا کر کے حساب لگایا جائے

اگر کسی شخص نے ایک سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تا آں کہ دوسرا سال آگیا تو پہلے سال جو

زکوٰۃ کی رقم واجب ہوئی تھی وہ چوں کہ اس کے ذمہ دین ہے اس لئے اس رقم کو الگ کر کے زکوٰۃ کا

حساب لگایا جائے گا، اور سابقہ واجب شدہ رقم بہر حال الگ سے ادا کرنی ہوگی۔ سواء كان لله

كزكاة. (درمستخار مع الشامی زکریا ۱۷۶/۳ طحطاوی علی المرافی دارالکتاب دیوبند ۷۱۴) أو لله

تعالیٰ كدين الزكاة. (عالمگیری ۱۷۲/۱، تبیین الحقائق ۲۴/۲، مجمع الانهر ۲۸۵/۲)

حقوق اللہ سے متعلق کون سے مطالبات مانع زکوٰۃ نہیں؟

ہر ایسا دین جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور کسی انسان کی طرف سے اس کا مطالبہ نہ ہو، مثلاً نذر، کفارات، صدقۃ الفطر اور حج کا وجوب تو ان کی رقومات کو اصل سرمایہ سے منہا نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اگر ان امور کے لئے رقم رکھی ہو اور سال پورا ہونے کا وقت آجائے تو اس پوری رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مثلاً کسی شخص نے حج کا ارادہ کیا ہے اور رمضان میں اس کا زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے، اور اس نے حج کے لئے جو رقم جمع کر رکھی ہے وہ سال پورا ہونے کے وقت اس کے پاس موجود رہے تو کل رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی حج کی رقم کو منہا نہیں کیا جائے گا) وکل دین لا مطالب له من جهة العباد كديون الله تعالى من النذور والكفارات وصدقۃ الفطر ووجوب الحج لا يمنع. (عالمگیری ۱۷۳/۱، شامی زکریا ۱۷۷/۳، ومثله فی البدائع ۸۵/۲، ہدایہ ۲۰۲/۱، تبیین الحقائق ۲۴۱/۲، البحر الرائق ۳۵۷/۲)

کیا عورت پر اپنے دین مہر کی زکوٰۃ واجب ہے؟

جب تک عورت اپنے مہر پر قبضہ نہ کرے اس وقت تک اس کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے؛ بلکہ جب مہر کی رقم عورت کے قبضہ میں آئے گی اسی وقت زکوٰۃ کا حساب شروع ہوگا، یہ دین ضعیف کے درجہ میں ہے۔ والضعیف وهو بدل ما ليس بمال كالْمَهْر والوصية وبدل الخلع..... لا تجب فيه الزکوۃ ما لم يقبض نصاباً ويحول عليه الحول بعد القبض. (سراقی علی الطحطاوی دیوبند ۷۱۶، خانہ ۲۵۳/۱، البحر الرائق ۳۶۳/۲) أما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض..... لا تجب فيه الزكاة. (عالمگیری ۱۷۲/۱)

جس قرض کے وصول کی امید نہ ہو اس کی زکوٰۃ واجب نہیں

اگر قرض لینے والا قرض سے انکاری ہو اور مالک کے پاس شرعی ثبوت نہ ہو، تو ایسے قرض پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ البتہ اگر وہ دین بعد میں کسی طرح مل جائے تو اب حوالان حول کے بعد یا دیگر

نصاب کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ فلا زکاة علی مکاتب.....، ودين جحدہ المديون سنين ولا بينة له عليه. (شامی زکریا

۱۸۴/۳، عالمگیری ۱۷۴/۱، ومثله فی الهدایة ۲۰۲/۱، تاتارخانیة زکریا ۲۵۲/۳، البحر الرائق ۳۶۲/۲)

پرائیویڈٹ فنڈ پر زکوٰۃ

ملازمین کی تنخواہوں میں جو جزو جبراً کاٹ کر جمع کر لیا جاتا ہے جسے پرائیویڈٹ فنڈ کہتے ہیں، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ اس فنڈ میں سے دوران ملازمت بطور قرض اگر رقم نکال لی جائے پھر بھی اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ ملازمت ختم ہونے پر جب یہ رقم ملازم کو ملے گی تو اس کے مقبوضہ مال میں شامل ہوگی اور آئندہ حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مستفاد: ویشترط ان يتمكن من الاستثناء بكون المال في يده او يد نائبه فان لم يتمكن من الاستثناء فلا زکوٰۃ عليه وذلك مثل مال الضمار. (عالمگیری ۱۷۴/۱، ومثله فی البحر الرائق ۳۶۲/۲، تبیین الحقائق ۲۷/۲، النہر الفائق ۱۶/۱، بدائع الصنائع ۸۸/۲)

نوٹ: پرائیویڈٹ فنڈ بعض صورتوں میں اختیاری ہوتا ہے، یعنی کمپنی کی طرف سے رقم جمع کرنا لازم نہیں ہوتا؛ بلکہ ملازم کے اختیار میں رہتا ہے، اور وہ جب چاہے اس اختیاری جمع شدہ رقم کو نکال کر اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس اختیاری جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مرتب)

گم شدہ مال مل گیا

اگر کسی کا کوئی سامان گم ہو گیا تھا یا کسی نے چھین لیا تھا، بعد میں وہ کئی سال بعد اسے مل گیا تو اس پر سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ ولنا قول علی: لا زکوٰۃ فی مال الضمار موقوفاً ومرفوعاً. (تبیین الحقائق ۲۸/۲) والاصل فیہ حدیث علی: لا زکوٰۃ فی مال الضمار وهو مالا يمكن الانتفاع به مع بقاء المالك. (درمختار ۱۸۴/۳، ومثله فی

الطحطاوی علی المراقی ۷۱۶)

استعمالی ہیرے موتی پر زکوٰۃ واجب نہیں

ہیرے اور موتی اور جواہرات جن کو بغرض استعمال خریدا ہے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، خواہ وہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں، البتہ اگر ہیروں کی تجارت کرتا ہے تو مال تجارت کے اعتبار سے ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ولا زكاة في الجواهر واللآلئ إلا أن يملكها بنية التجارة. (مراقی الفلاح ۳۹۱، تبیین الحقائق ۲۳/۲، طحطاوی ۷۱۸، المبسوط السرخسی ۳۷/۲)

پورا نصاب صدقہ کر دیا تو ضمنًا زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی

اگر کوئی شخص کسی نصاب کا مالک ہوا، پھر اس نے وہ نصاب بلا نیت زکوٰۃ مکمل صدقہ کر دیا تو اس کے ذمہ سے اس نصاب کا فریضہ زکوٰۃ ساقط ہو گیا۔ ومن تصدق بجميع نصابه ولا ينوي الزكاة سقط فرضها وهذا استحسان. (عالمگیری ۱۷۱/۱، ہدایہ ۲۰۳/۱، الاشباہ والنظائر جدید ۸۶، البحر الرائق ۳۶۸/۲، تبیین الحقائق ۳۰/۲، طحطاوی ۷۱۵)

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا

اگر کسی شخص نے بقدر نصاب مال ملکیت میں آنے کے بعد حساب لگا کر چند سال کی پیشگی زکوٰۃ ادا کر دی تو بھی اس کی ادائیگی درست ہو جائے گی۔ (تاہم اگلے سالوں میں اگر مال بڑھ جائے تو اسی حساب سے مزید زکوٰۃ نکالنی ہوگی) ولو عجل ذو نصاب لسنين صح.

(طحطاوی ۳۸۹، شامی زکریا ۲۲۰/۳، الولوالجیہ ۱۹۳/۱، ہدایہ ۲۱۰/۱، تاتارخانیہ زکریا ۱۸۴/۳)

مسائل بہشتی زیور ۳۱۵)

گروی رکھی ہوئی چیز پر زکوٰۃ کا حکم

اگر کوئی چیز (زیور ہو یا کوئی اور سامان) قرض کے بدلہ میں گروی رکھی ہوئی ہے تو جب تک وہ مرتہن کے قبضہ میں رہے گی اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، نہ راہن پر (قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے) اور نہ مرتہن پر (ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے) اور راہن اگر قرض ادا کر کے اس کو چھڑا لے تب بھی

اس کی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہ ہوگی۔ ولا علی الراهن إذا كان الرهن فی ید الممرتهن. (عالمگیری ۱۷۲/۱) ولا فی مرهون بعد قبضه (درمختار) ای لا علی الممرتهن لعدم ملک الرقبة ولا علی الراهن لعدم الید وإذا استرده الراهن لا یزکی عن السنین الماضية. وهو معنی قول الشارح "بعد قبضه" ویدل علیہ قول البحر: ومن موانع الوجوب الرهن، وظاهره ولو كان الرهن ازید من الدین.

(شامی زکریا ۳، ۱۸۰، ومثله فی البحر الرائق ۲/۳۵۵، تبیین الحقائق ۲/۲۷۱)

نوٹ: یہاں بعض حضرات نے یہ رائے اپنائی ہے کہ اگر شیء مرہون کی قیمت قرض کی رقم سے زائد ہو تو مثلاً قرض ایک لاکھ ہو اور رہن والا زور دو لاکھ کا ہو تو راہن پر ایک لاکھ کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ وہ حصہ امانت ہے؛ لہذا رہن واپسی کے بعد سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی اسے ادا کرنی ہوگی؛ لیکن علامہ شامیؒ اور البحر الرائق کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرض کی رقم خواہ شیء مرہون کی قیمت سے کم ہو یا زیادہ ہو، بہر حال راہن یا مرتهن پر سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ قال الشامی بحثاً: ظاهره أنه لا فرق فی الرهن بین السائمة والدراهم فلیتأمل. (شامی زکریا ۳-۲۸) وقال الرافعی: قوله وظاهره أنه لا فرق.....، فان ما ذكره من العلة دال علی أن الدراهم الرهن لا تجب زكوتها بعد الاسترداد. (تقریرات الرافعی ۳/۱۲۷)

مال تجارت میں فروختگی کی قیمت کا اعتبار

تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں یہ دیکھا جائے گا کہ وجوب زکوٰۃ کے وقت اس کی بازاری قیمت کیا ہے؟ اسی قیمت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، تاجر کی خرید کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا (مثلاً کسی تاجر نے سو روپیہ میں سامان خریدا اور دوکان پر لا کر وہ نفع کے ساتھ دو سو روپیہ میں فروخت کرتا ہے تو وہ فروختگی کی قیمت کے اعتبار سے ہی زکوٰۃ نکالے گا) اما اذا اختلفا قُوم بالانفع. (شامی زکریا ۳/۲۲۹) واعتبار الانفع مذهب ابی حنیفہ ومعناه یقوم بما یبلغ انصافاً ان كان

یبلغ باحدهما ولا یبلغ بالآخر احتیاطاً. (تبیین الحقائق ۲/۷۸، مجمع الانهر ۱/۳۰۶)

سونے چاندی میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سونے چاندی میں زکوٰۃ اصلاً وزن کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے (مثلاً ۴۰ گرام سونے میں ایک گرام سونا واجب ہوگا) اب اگر اس کی ادائیگی روپیہ کے ذریعہ کرنے کا ارادہ ہے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ واجب شدہ وزن کا سونا بازار میں جتنے کا ملتا ہو اسی اعتبار سے زکوٰۃ نکالیں کہ اس میں فقراء کا نفع زیادہ ہے؛ لیکن اگر اپنے پاس موجود سونا بازار میں جتنے کا فروخت ہو اس کا اعتبار کر کے زکوٰۃ نکالیں گے تو بھی فرض ادا ہو جائے گا؛ کیوں کہ شریعت کی طرف سے اصل مطالبہ اسی سونے چاندی کا ہے جو ملکیت میں فی الوقت موجود ہے؛ لہذا اسی کی فروختگی کی قیمت معتبر ہوگی۔ [مثلاً بازار میں سونے کی قیمت خرید ۲۵ ہزار روپیہ فی دس گرام ہے جب کہ ہم اگر اپنا سونا بیچنا چاہیں تو سنار ۲۳ ہزار فی دس گرام کے حساب سے قیمت لگاتا ہے، تو ہمارے اوپر اصل زکوٰۃ کا وجوب ۲۳ ہزار فی دس گرام کے حساب ہی سے ہوگا؛ کیوں کہ یہی اس کی اصل قیمت ہے] (مرتب) والمعتبر وزنہما اداءً ووجوباً۔ (درمختار ۲۲۷/۳، البحر لرائق ۳۹۵/۲) یعنی يعتبر ان يكون المؤدی قدر الواجب وزناً عند الامام والثانی۔ (شامی زکریا ۲۲۷/۳، ومثله فی تبیین الحقائق ۷۴/۲، طحطاوی ۷۱۷)

امیٹیشن جویلری پر زکوٰۃ کا حکم

سونے چاندی کے علاوہ زیورات (امیٹیشن جویلری) اگر ذاتی استعمال کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص ان زیورات کی تجارت کرتا ہے، تو ان میں مال تجارت ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مسائل بہشتی زیور ۳۱۲) لا زکوٰۃ فی اللالی والجواہر وان ساوت الفاً اتفاقاً الا ان تكون للتجارة۔ (درمختار ۱۹۴/۳، ومثله فی تبیین الحقائق ۲۳/۲، اعلاء السنن ۶۲/۹، ہندیہ ۱۷۲/۱)

مال حرام میں زکوٰۃ کا مسئلہ

جو مال حرام طریقہ (مثلاً سود، رشوت یا غصب وغیرہ کے ذریعہ) حاصل کیا گیا ہو وہ سب کا

سب اصل مالک پر لوٹانا یا غریبوں پر تقسیم کرنا ضروری ہوتا ہے؛ لہذا ایسے خالص حرام مال پر زکوٰۃ کا حکم نہیں ہے؛ البتہ اگر حلال اور حرام مال مخلوط ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ فی القنیۃ: لو کان الخبیث نصاباً لا یلزمہ الزکوٰۃ لان کل واجب التصدق علیہ فلا یقید ایجاب التصدق ببعضہ. (شامی زکریا ۲۱۸/۳، ومثلہ فی البحر الرائق ۳۶۹/۲)

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکہ فتجب الزکوٰۃ فیہ. (تنویر الابصار مع الدر المختار زکریا ۲۱۷/۳، البحر الرائق ۳۵۹/۲، تاتارخانیہ زکریا ۲۳۳/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۲/۱۴-۳۳)

نفع رسائی سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہوگی

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مال شخص ضروری ہے؛ لہذا کسی شے کے نفع کو زکوٰۃ میں شمار نہیں کیا جاسکتا، مثلاً کسی شخص نے اپنی گاڑی کسی فقیر کو دے دی اور اس کا بننے والا کرایہ زکوٰۃ میں جوڑ لیا، یا مکان رہنے کو دے دیا اور اس کے کرایہ میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ وخروج بالمال المنفعة فلو أسکن فقيراً داره سنةً ناویاً للزکوٰۃ لایجزیہ. (طحطاوی ۳۸۹، الدر المختار علی لشامی زکریا ۱۷۲/۳، ومثلہ فی البحر الرائق زکریا ۳۵۳/۲، مجمع الانهر ۲۸۴/۱، ہندیہ ۱۹۰/۱)

مسافر غنی کا مال راستہ میں ضائع ہو گیا

اگر کوئی مسافر اپنی جگہ صاحب حیثیت ہو؛ لیکن سفر کے دوران اس کا مال ضائع ہو جائے (مثلاً جیب وغیرہ کٹ جائے) تو اس کے لئے اپنے وطن پہنچنے کے بقدر مال بدم زکوٰۃ لینا جائز ہے؛ لیکن اس بہانے سے زیادہ مال سمیٹنا درست نہ ہوگا) وكذلك المسافر اذا کان له مال فی وطنه واحتاج فله ان يأخذ من الزکوٰۃ قدر ما یبلغه الی وطنه. (تاتارخانیہ زکریا ۲۱۸/۳) ولا یحل له ای لابن السبیل ان يأخذ اکثر من حاجته. (شامی زکریا ۲۹۰/۳، ہندیہ ۱۸۸/۱)

مسافر غنی کے پاس زکوٰۃ کی رقم بچ گئی

جس مسافر غنی نے ضرورت کے وقت دوران سفر زکوٰۃ وصول کی تھی، اگر وطن لوٹنے پر اس رقم کا کچھ حصہ بچ جائے تو وہ اسے اپنی ضروریات میں بلا تکلف استعمال کر سکتا ہے، اس زائد رقم کا صدقہ کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ ولا يلزمه التصرف بما فضل في يده عند قدرته على ماله. (شامی زکریا ۳/۲۹۰، ہندیہ ۱/۱۸۸، طحطاوی جدید ۷۲۰)

مالک کا زکوٰۃ کے نوٹ اول بدل کرنا

اگر مالک نے زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے رکھی تھی اور ابھی فقیر کے قبضہ میں نہیں دی تھی تو وہ اس رقم کو اول بدل کرنے کا اختیار رکھتا ہے، حتیٰ کہ اگر چاہے تو یہ رقم دوسری ضروریات میں خرچ کر کے اس کی جگہ دوسری رقم رکھ دے، یا دوسری رقم سے زکوٰۃ ادا کر کے اس رقم سے وصول کر لے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مستفاد: لا يشترط الدفع من عين مال الزکوٰۃ ولذا لو امر غيره بالدفع عنه جاز. (شامی زکریا ۳/۱۸۹)

وکیل کا زکوٰۃ کے روپے تبدیل کرنا

مدرسہ کا سفیر، یا مالک کا وکیل امین ہوتا ہے، اس لئے اصلی بات یہ ہے کہ زکوٰۃ میں حاصل کردہ اصل رقم بلا کسی تبدیلی کے مدرسہ یا مستحق تک پہنچائے؛ لیکن اگر ضرورت ہو تو نوٹ بدلنے اور تڑانے کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ میں روپے متعین نہیں ہوتے؛ بلکہ اصل میں بالیت متعین ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔ مستفاد: لا يشترط الدفع من عين مال الزکوٰۃ ولذا لو امر غيره بالدفع عنه جاز. (شامی زکریا ۳/۱۸۹)

مال زکوٰۃ میں اس مقام کی قیمت کا اعتبار ہے جہاں مال ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی میں مال زکوٰۃ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جہاں مال ہے۔ ويقوم في البلد

الذى المال فيه ولو فى مفازة ففى أقرب الأمصار إليه. (درمختار) وفى الشامى: فلو بعث عبداً للتجارة فى بلد آخر يقوم فى البلد الذى فيه العبد. (شامى بیروت ۱۹۶/۳)

سال مکمل ہونے کے بعد پورا مال چوری یا ضائع ہو جائے؟

کسی شخص کے مال پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے وہ پورا مال چوری ہو گیا یا کسی طریقہ سے ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی۔ إذا هلك مال الزكاة بعد حولان الحول من غير تعدى منه بالاستهلاك سقطت عنه الزكاة سواء هلك بعد التمكن من الأداء أو قبل التمكن منه. (تاتارخانیہ زکریا ۲۳۷/۳، شامی بیروت ۲۸۳/۳)

سال گزرنے کے بعد مال کو ضائع کر دیا

کسی شخص کے مال پر سال گزر گیا، اس کے بعد اس نے جان بوجھ کر اس کو ہلاک کر دیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی؛ بلکہ بدستور واجب رہے گی، بعد میں جب بھی مال آئے تو زکوٰۃ ادا کرے۔ وقيد بالهلاك لأنها لا تسقط بالاستهلاك وإن انتفت القدرة الميسرة لبقاءها تقديرًا زجرًا له عن التغدى ونظرًا للفقراء. (شامی بیروت ۲۸۳/۳)



جانوروں کی زکوٰۃ کے مسائل

جانوروں میں زکوٰۃ کے وجوب کی شرائط

جانوروں میں زکوٰۃ کا حکم اسی وقت ہے جب کہ:

الف: جانور درج ذیل جنسوں میں سے ہوں: (۱) اونٹ (۲) گائے بھینس (۳) بھیر بکری (جنگلی جانوروں مثلاً ہرن وغیرہ یا پرندوں یا گدھے اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں ہے، الا یہ کہ یہ جانور تجارت کے ہوں تو ان پر مال تجارت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی) والسائمة التي تجب فيها الزکوٰۃ ثلاثة اقسام: الابل والبقر والغنم. (تاتارخانیہ زکریا ۱۳۶/۳، بدائع الصنائع ۱۲۶/۲) ولا زکوٰۃ فی الحمیر والبغال وان كانت سائمة. (المحیط البرہانی ۱۷۵/۳، تاتارخانیہ زکریا ۱۴۷/۳) والحمیر والبغال والفهد والکلب المعلم انما یجب فیہا الزکوٰۃ اذا كانت للتجارة. (تاتارخانیہ زکریا ۱۴۷/۳)

ب: وہ جانور سال کے اکثر حصہ میں جنگل بیابان میں چر کر گزارا کرتے ہوں، اگر آدھے سال یا اس سے کم چر کر گزارا کرتے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسی طرح جن جانوروں کو گھر میں رکھ کر چارا کھلایا جاتا ہے، جیسا کہ ڈیری والے لوگ بھینس وغیرہ باڑے میں پالتے ہیں، ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ ہی الراعیة وشرعاً المکتفیة بالرعی النباح فی اکثر العام. (درمختار بیروت ۱۸۲/۳، زکریا ۱۹۶/۳، البحر الرائق کراچی ۲۱۲/۲، بدائع الصنائع ۱۲۶/۲) وان کان یعلفها احياناً ویرعاها احياناً یعتبر فیہا الغالب. (المحیط البرہانی ۱۷۱/۳، بدائع الصنائع ۱۲۶/۲) حتی لو علفها نصف الحول لا تكون سائمة ولا تجب فیہا الزکوٰۃ. (عالمگیری ۱۷۶/۱، تبیین الحقائق ۳۳/۲)

ج: ان جانوروں کو چرانے کا مقصد ان سے دودھ حاصل کرنا یا ان کی نسل چلانا ہو؛ لہذا ان کا گوشت کھانے کھلانے کے لئے یا سواری کے لئے یا کھیت جوتنے وغیرہ کے لئے اگر پالا جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (اور اگر جانوروں کو خریدتے وقت تجارت کی نیت کی گئی ہو، محض دودھ یا نسل پروری مقصد نہ ہو تو پھر ان میں جانوروں کی قیمت لگا کر سال بسال زکوٰۃ دی جائے گی، اور ان میں جانوروں کی زکوٰۃ کا متعینہ نصاب جاری نہ ہوگا) (آسان فقہی مسائل ۳۵۴) قال رسول اللہ ﷺ: ليس في الابل الحوامل ولا في البقر المثيرة صدقة. (نصب الراية ۲/۳۶۰) منها ان يكون معداً لاسامة وهو أن يسيماها للذر والنسل..... فان اسيما للحمل او الركوب او اللحم فلا زكوة فيها. (بدائع الصنائع ۲/۲۶۱، شامی زکریا ۳/۱۹۷، البحر الرائق ۲/۲۱۳، خانية ۱/۲۴۶)

د: جانوروں کا اتنا صحت مند ہونا شرط ہے کہ بڑھوتری ممکن ہو، اگر ایسے لوگے لنگڑے اور مرے جانور ہوں کہ ان میں اضافہ کا امکان نہ ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ ليس في الابل والبقر والغنم العمى شيء لانها ليست بسائمة وكذلك مقطوع القوائم. (خانية ۱/۲۴۸، تاتارخانية زکریا ۳/۱۴۵) قال الشامي بحثاً: والذي يظهر ان تحقق فيها السوم وجبت والا فلا، بدليل التعليل. (شامی زکریا ۳/۱۹۹)

ه: وہ جانور نصاب کے عدد کو پہنچ جائیں (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) اور ان پر سال گزر جائے۔ والشرط تمام النصاب في طرفي الحول. (شامی زکریا ۳/۱۸۶) يشترط في الماشية لوجوب الزكوة فيها تمام الحول وكونها نصاباً فاكثراً. (الموسوعة الفقهية ۲۳/۲۵۰، هداية ۱/۲۰۱)

و: وہ جانور سب کے سب بچے نہ ہوں؛ بلکہ ان میں کوئی نہ کوئی بڑا جانور بھی ہو (اگر سب بچے ہی بچے ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں) وليس في الحملان والفصلان والعجاجيل زكوة. (المحيط البرهاني ۳/۱۷۵، تبیین الحقائق ۲/۴۹، الفتاویٰ والنجیة ۱/۱۸۸، هداية ۱/۲۰۷)

عمر کے اعتبار سے جانوروں کی پہچان

حدیث وفقہ میں مویشیوں کی عمر کے اعتبار سے پہچان کے لئے الگ الگ نام دیئے گئے

ہیں جن کو جان لینا مناسب ہے:

بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) حَقَّة (تین سالہ اونٹنی)
جَذَعَة (چار سالہ اونٹنی) تَبِيع (ایک سالہ گائے یا بھینس زریامادہ) مُسِنَّ (دو سالہ گائے یا بھینس
زریامادہ) حَمَل (بکری کا ایک سال سے کم عمر کا بچہ) فَصِيل (اونٹ کا بچہ جو ایک سال سے کم عمر
کا ہو) عَجُول (بچھڑا)

زکوٰۃ میں نر جانور دے یا مادہ؟

اونٹوں کی زکوٰۃ میں چوبیس تک بکری یا بکرا دونوں دینے کی گنجائش ہے؛ البتہ پچیس کے بعد
سے مادہ اونٹنی ہی دینا ضروری ہے؛ لیکن اگر مادہ کی قیمت لگائے اور اس قیمت سے نر جانور زکوٰۃ
میں دے تو اس کی گنجائش ہے، اور گائے بھینس اور بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں زریامادہ کی کوئی تحدید نہیں؛
بلکہ مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے یا مادہ۔ ان الذی يؤخذ فی زکوٰۃ الابل الاناث دون
الذكور. (لموسوعة الفقهية ۲۳/۲۵۵) منها الانوثة فی الواجب فی الابل من جنسها.....
لان الواجب فيها انما عرف بالنص والنص ورد فيها بالاناث، فلا يجوز الذكور
الا بالتقويم؛ لان رفع القيم فی باب الزكاة جائز عندنا، وأما فی البقر فيجوز فيها
الذكر والأنثى لورود النص بذلك..... وكذا فی الابل فيما دون خمس
وعشرين لأن النص ورد باسم الشاة وانها تقع علی الذكر والأنثى، وكذا فی
الغنم عندنا يجوز فی زكوتها الذكر والأنثى. (بدائع الصنائع ۲/۱۳۱) ولا تجزئ
ذكور الابل الا بالقيمة للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالك مخير. (د. مختار

بیروت ۱۸۸۱/۳، زکریا ۲۰۲/۳، البحر الرائق کراچی ۲/۱۴۱)

مخلوط النسل جانوروں میں مادہ کا اعتبار ہے

جو جانور دیسی اور جنگلی جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو اس میں مادہ کا اعتبار ہوگا، یعنی
اگر مادہ جنگلی ہے تو جانور جنگلی شمار ہوگا اور اگر مادہ دیسی ہے تو جانور دیسی شمار ہوگا۔ مثلاً نہرن اور

مادہ بکری کے ملاپ سے پیدا ہونے والا جانور دیسی کہلائے گا، اور بجا اور نیل گائے کے ملاپ سے پیدا ہونے والا جانور جنگلی کہلائے گا۔ لان ولد البہیمۃ یتبع امہ فی احکامہ. (الموسوعة الفقهية ۲۵۲/۳) وسواء كان متولداً من الاهلی او من اهلی ووحشی بعد أن كان الام اهلیاً كالمتولد من الشاة والظبی اذا كان امہ شاة الخ. (بدائع الصنائع ۱۲۶/۲، البحر الرائق ۲۱۴/۲، خانية ۱۴۷/۱، تاتارخانية زکریا ۱۴۴/۳)

اونٹ کی زکوٰۃ

ایک اونٹ سے چار اونٹ تک کچھ واجب نہیں، اس کے بعد کا حساب درج ذیل ہے:

ایک سالہ بکری یا بکرا	۹	۳	۵
دو بکریاں یا دو بکرے	۱۲	۳	۱۰
تین بکریاں یا بکرے	۱۹	۳	۱۵
چار بکریاں یا بکرے	۲۲	۳	۲۰
ایک سالہ اونٹنی (بنت مخاض)	۳۵	۳	۲۵
دو سالہ اونٹنی (بنت لبون)	۴۵	۳	۳۶
تین سالہ اونٹنی (حقہ)	۶۰	۳	۴۶
چار سالہ اونٹنی (جدعہ)	۷۵	۳	۶۱
دو سالہ دواونٹنیاں	۹۰	۳	۷۶
تین سالہ دواونٹنیاں	۱۲۲	۳	۹۱
تین سالہ دواونٹنیاں، ایک بکری	۱۲۹	۳	۱۲۵
تین سالہ دواونٹنیاں، دو بکری	۱۳۲	۳	۱۳۰
تین سالہ دواونٹنیاں، تین بکری	۱۳۹	۳	۱۳۵

تین سالہ دواونٹیاں، چار بکریاں	۱۴۴	تا	۱۴۰
تین سالہ دواونٹیاں، ایک سالہ ایک اونٹنی	۱۴۹	تا	۱۴۵
تین سالہ تین اونٹیاں	۱۵۴	تا	۱۵۰

○ ۱۵۰ کے بعد یہ ضابطہ کلیہ ہے کہ ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری، پھر ۲۵ سے ۳۵ تک ایک سالہ اونٹنی یعنی بنت مخاض، پھر ۳۶ سے ۴۵ تک دو سالہ اونٹنی یعنی بنت لبون، پھر ۴۶ سے ۵۰ تک تین سالہ اونٹنی یعنی حقہ، مثلاً ۱۵۵ اونٹ میں ۳ حقے اور ایک بکری، اور ۱۶۰ میں ۳ حقے اور ۲ بکری، اور ۱۶۵ میں ۳ حقے اور ۳ بکری، اور ۱۷۰ میں ۳ حقے اور ۴ بکری، اور جب نصاب ۱۷۵ کو پہنچ جائے تو ۳ حقے اور ایک بنت مخاض، اور جب ۱۸۶ کو پہنچ جائے تو ۳ حقے اور ایک بنت لبون، اور جب ۱۹۶ کو پہنچے تو ۴ حقے ۲۰۴ تک واجب رہیں گے، پھر ہر پچاس سے از سر نو یہی حساب لگایا جاتا رہے گا۔

قال محمد [فی "الأصل"] : وليس فيما دون الخمس من الابل [السائمة] زكاة، وفي الخمس شاة، وفي العشر شاتان، وفي خمسة عشر ثلاث شياه، وفي عشرين اربع شياه، وفي خمس وعشرين بنت مخاض، وهي التي طعت في السنة الثانية، وفي ست وثلاثين بنت لبون، وهي التي طعت في السنة الثالثة، وفي ست وأربعين حقّة، وهي التي طعت في السنة الرابعة، وفي احدى وستين جذعة، وهي التي طعت في السنة الخامسة ثم بعد ذلك يزداد عدد الواجب بزيادة ابل النصاب، فيجب في ستة وسبعين بنتا لبون، وفي احدى وتسعين حقتان الى مائة وعشرين، على هذا اتفق العلماء رحمهم الله تعالى.

فاذا زادت الابل على مائة وعشرين تستأنف الفريضة عند علمائنا رحمهم الله تعالى، فيكون في الخمس شاة مع الحقتين، وفي العشر شاتان، وفي خمسة عشر ثلاث شياه، وفي عشرين اربع شياه، وفي خمس وعشرين بنت مخاض، فاذا بلغت خمسا وعشرين يجب بنت مخاض مع الحقتين الى مائة وعشرين، فيكون عدد ابل النصاب مائة وخمسة واربعين، ويكون عدد الواجب

حققتان و بنت مخاض، فاذا بلغت الابل مائة وخمسين يجب فيهما ثلاث حقاقي.
فاذا زادت الابل على مائة وخمسين تستأنف الفريضة على الترتيب الذي
ذكرنا في اصل النصاب الى خمس وعشرين، فاذا بلغت خمسا وعشرين، وصارت
جملة ابل النصاب مائة وخمسة وسبعين يجب فيها بنت مخاض مع ما سبق من الحقاقي
الى ست وثلاثين، فاذا بلغت ستا وثلاثين يجب فيها بنت لبون مع ما تقدم من الحقاقي
الى ست واربعين، فاذا بلغت ستا واربعين يجب فيها اربع حقاقي الى خمسين.

فاذا صارت خمسين، وصارت جملة ابل النصاب مائتين، وزادت عليها بعد
ذلك استأنف الفريضة، وبعد ذلك كلما بلغت الابل خمسين تستأنف الفريضة
ابداً على نحو ما فسرنا. (المحيط لبرهاني ۱۷۲/۳-۱۷۳، هداية ۲۰۲/۱، مسائل بشتی زیور ۳۳۵ وغیره)
○ **نوٹ:** جو بھی بکری/بکر از کوۃ میں دیا جائے گا وہ کم از کم ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ لا
يجوز في الزكوة الا الشئ من الغنم فصاعداً وهو ما اتى عليه حول ولا يؤخذ الجذع
وهو الذي اتى عليه ستة أشهر. (شامی زکریا ۲۰۰/۳، عالمگیری ۱۷۷/۱، هداية ۲۰۶/۱)

○ عیب دار جانور عدد میں تو شمار ہوں گے؛ لیکن انہیں زکوۃ میں نہیں دیا جائے گا۔
ويحسب الصغير والاعمى في العدد ولا يؤخذان في الزكوة. (عالمگیری ۱۷۷/۱)
وشمل الاعمى والمريض والاعرج لكن لا يؤخذ في الصدقة. (شامی زکریا ۱۹۹/۳)
○ اونٹ کی سب اقسام خواہ بختی (دو کوہان والے اونٹ) ہوں یا عربی (ایک کوہان والے
اونٹ) سب سے یکساں طور پر نصاب کا حساب لگے گا؛ لیکن ملکیت میں جو قسم زیادہ ہوگی زکوۃ میں
جانور اسی قسم سے وصول کیا جائے گا۔ ويكتمل به نصاب البقر وتؤخذ الزكوة من اغلبها
وعند الاستواء يؤخذ اعلى الادنى وادنى الاعلى، وعلى هذا الحكم البخت والعراة
والضأن والمعز. (شامی زکریا ۲۰۳/۳، هداية ۲۰۵/۱، البحر الرائق ۲۱۵/۲، تبیین الحقائق ۳۸/۲)

گائے بھینس کی زکوۃ

ایک سے ۲۹ عدد تک گائے بھینس میں زکوۃ واجب نہیں ہے، اس سے زائد ہوں تو درج

ذیل تفصیل ہے:

۳۰	تا	۳۹	ایک سالہ گائے یا بیل: بھینس/بھینسا (تبیع)
۴۰	تا	۵۹	دو سالہ گائے یا بیل: بھینس/بھینسا (مسنہ)
۶۰	تا	۶۹	دو ایک سالہ گائے یا بیل: بھینس/بھینسا
۷۰	تا	۷۹	ایک دو سالہ گائے/بیل، اور ایک ایک سالہ گائے/بیل
۸۰	تا	۸۹	دو عدد دو سالہ گائے یا بیل
۹۰	تا	۹۹	تین ایک سالہ گائے یا بیل
۱۰۰	تا	۱۰۹	ایک دو سالہ گائے اور دو ایک سالہ گائے

○ گائے بھینس میں ۶۰ کے بعد ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ ہر تیس عدد پر ایک سال کا بچہ اور ہر چالیس عدد پر دو سالہ بچہ واجب ہوگا، اور یہی حساب آگے تک چلتا رہے گا۔ اور جو عدد ۳۰ اور ۴۰ دونوں سے تقسیم ہو سکتا ہو تو اس میں مالک کو اختیار ہوگا، چاہے تو ۳۰ کا حساب لگا کر اتنے ہی تبیع ادا کرے یا ۴۰ کا حساب لگا کر اتنے مسن ادا کرے، مثلاً ۱۲۰ کو ۳۰ سے تقسیم کریں تو چار تبیع واجب ہوں گے اور ۴۰ سے تقسیم کریں تو ۳ مسن واجب ہوں گے۔

ولیس فی اقل من ثلاثین من البقر صدقة، فاذا كانت ثلاثین سائمة ففيها تبیع او تبیعة، وهو الحولی الذی تمت له سنة وطعن فی الثانية، وفي اربعین مسنة، وهی التي طعنت فی الثالثة وروی اسد بن عمرو عنه انه لا شیء فی الزیادة حتی تبلغ عشرين، فاذا بلغت عشرين وصارت جملة نصاب البقر ستین یجب فیها تبیعان او تبیعتان، وهو قول ابی یوسف ومحمد والشافعی رحمهم الله تعالى، واذا زادت علی الستین یتغیر الفرض لعشرة عشرة ابدأ بلا خلاف یتغیر من التبیع الی المسنة ومن المسنة الی التبیع، ویدار الحساب الی الاربعینات والثلاثینات، فیجب فی السبعین مسنة وتبیع، مسنة فی الاربعین وتبیع فی الثلاثین، وفي

الثمانین مستثنان فی کل اربعین مسنة، وفي التسعين ثلاثة اتبعة فی کل ثلاثین تبیع،
وفي المائة تبیعان ومسنة، فی اربعین مسنة وفي کل ثلاثین تبیع، هكذا ابداً.

(المحیط البرهانی ۱۷۳/۳-۱۷۴، ہدایہ ۲۰۵/۱، الفتاویٰ الولوالجیہ ۱۸۹/۱، البحر الرائق ۲۱۵/۲)

وان احتمل تقدير المسنة والتبعية فهو مخیر كمائة وعشرين مثلاً ان شاء

ادی ثلاث مسنات وان شاء ادى اربعة اتبعة. (عالمگیری ۱۷۸/۱)

○ گائے اور بھینس دونوں کی جنس ایک ہے؛ لہذا جس شخص کی ملکیت میں گائے اور بھینس
دونوں ہوں تو ان سب کو ملا کر نصاب بنے گا۔ اور اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ گائے سے وصول کی
جائے گی اور بھینس زیادہ ہوں تو انہی سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ والجاموس کالبقر وعند
الاختلاط يجب ضم بعضها إلى بعض لتكميل النصاب ثم تؤخذ الزكاة من
اغلبها إن كان بعضها أكثر من بعض. (ہندیہ ۱۷۸/۱) لان اسم البقر يتناولهما اذ هو
نوع منه فيكمل نصاب البقر به وتجب فيه زكاتها وعند الاختلاط تؤخذ الزكاة
من اغلبها. (البحر الرائق ۲۱۵/۲) والجواميس ايضاً من البقر لانه انواع من البقر
فدخل تحت اسم الجنس. (الفتاویٰ الولوالجیہ ۱۹۰/۱، ہدایہ ۲۰۶/۱، تبیین الحقائق ۴۲/۲)

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ

ایک سے ۳۹ عدد تک بھیڑ بکری میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس کے بعد یہ تفصیل ہے:

ایک بکری یا بکرا	۱۲۰	تا	۴۰
دو بکریاں	۲۰۰	تا	۱۲۱
تین بکریاں	۳۹۹	تا	۲۰۱
چار بکریاں	۴۹۹	تا	۳۰۰

○ بعد ازاں ہر سو پر ایک بکری واجب ہوتی رہے گی۔

ولیس فی اقل من اربعین من الغنم صدقة، فاذا كان اربعین ففيها شاة الى

مائة وعشرين، فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين، فاذا زادت واحدة ففيها ثلاث شياه الى اربع مائة فيكون فيها اربع شياه ثم في كل مائة شاة. (المحيط

البرهانی ۱۷۴/۳، ہدایہ ۲۰۶/۱، الولوالجیہ ۱۹۰/۱، البحر الرائق ۲۱۶/۲)

○ بھیڑ بکری کی تمام اقسام ایک ہی جنس سے ہیں، سب کا نصاب یکجا ہوگا اور ادائیگی غالب نوع سے ہوگی اور دونوں برابر ہوں تو جس سے چاہے ادا کر دے۔ نصاب الغنم ضانا او معز فانہما سواء فی تکمیل النصاب. وفي الشامي: لأن النصاب إذا كان ضانا يؤخذ الواجب من الضأن ولو معزاً فمن المعز ولو منهما فمن الغالب ولو سواء فمن إليها شاء. (شامی زکریا ۲۰۴/۳)

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ

اگر گھوڑے تجارت کے لئے ہوں تو ان میں بالاتفاق مال تجارت کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی، اور اگر تجارت کے لئے نہ ہوں اور انہیں جنگل میں چرایا جاتا ہو تو صاحبین کے نزدیک ان میں زکوٰۃ نہیں ہے (اسی پر اکثر مشائخ احناف کا فتویٰ ہے) جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر گھوڑے گھوڑیاں دونوں مخلوط ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے (اسی کو بعض مشائخ نے ترجیح دی ہے) اور اگر صرف گھوڑے یا صرف گھوڑیاں ہوں تو امام صاحبؒ سے وجوب اور عدم وجوب کی دو روایتیں ہیں۔ پھر امام صاحبؒ کے قول پر گھوڑوں کی زکوٰۃ کا حساب یہ ہے کہ ہر گھوڑے کی قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کرے۔ (النفیصل فی الشامی بیروت ۱۹۱/۳، شامی زکریا ۲۰۵/۳، ہدایہ ۲۰۷/۱،

البحر الرائق ۲۱۶/۲، الولوالجیہ ۱۹۱/۱)



پیداوار کی زکوٰۃ

عشر کی فرضیت

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان اپنی زمینی پیداوار کی زکوٰۃ (عشر یا نصف عشر) دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ
طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ
مِنَ الْأَرْضِ. (البقرة: ۲۶۷)

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور
اس (پیداوار) میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین
سے نکالی ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الانعام: ۱۴۱)

اور اس (کھیتی) کا حق ادا کرو اس کی کٹائی کے دن۔

اکثر مفسرین نے اس آیت سے عشر مراد لیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ فِي مَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَوْ
كَانَ عَشْرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سَقَى بِالنَّضْحِ
نِصْفُ الْعُشْرِ. (اخرجه البخاری ۲۰۱۸،
برقم: ۱۴۸۳، المحيط البرهانی ۲۷۱/۳)

جو زمین بارش سے یا چشموں سے یا قدرتی نہروں
سے سیراب ہو اس میں عشر (دسواں حصہ) واجب
ہے، اور جو (مصنوعی ذرائع سے) سیرابی جائے اس
میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہے۔

مذکورہ آیات واحادیث سے پیداوار میں عشر کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے، یہی پیداوار کا حق ہے۔

اتفاق الامۃ علی وجوب الحق فی کثیر من الحبوب والثمار وهو العشر ونصف العشر.
(احکام القرآن للحصص ۱۰/۳)

عشری اور خراجی زمینیں

پھر شریعت میں تمام دنیا کی زمین دو قسموں پر منقسم ہیں:

(۱) **عشری زمینیں:** ان کا اطلاق ایسی زمینوں پر ہوتا ہے جو مسلمانوں نے کافروں سے فتح کر کے
حاصل کی ہوں، یا اسلامی حکومت میں کسی مسلمان کو بطور جاگیر عطا ہوئی ہو، یا مسلم ملک میں دور افتادہ پڑی ہوئی

ہو، پھر حکومت کی اجازت سے کوئی مسلمان اسے قابل کاشت بنالے وغیرہ، اور وہ زمین اس وقت سے ابھی تک مسلمانوں ہی کے قبضے میں چلی آ رہی ہوں، اسی طرح جزیرۃ العرب کی تمام زمین علی الاطلاق عشری ہیں، ان میں عشر واجب ہوتا ہے۔ الارض نوعان عشریۃ وخراجیۃ: فارض العرب کلہا عشریۃ..... وکل بلدة فتحت عنوة وقسمها الامام بین الغانمین فہی عشریۃ الخ. (الفتاویٰ الخانیۃ

۲۷۰/۱، ہدایۃ ۵۷۳/۲، شامی زکریا ۲۸۹/۶، تبیین الحقائق ۱۴۵/۴، البحر الرائق ۱۷۶/۵)

(۲) **خراجی زمینیں:** ان کا اطلاق ایسی زمینوں پر ہوتا ہے جو غیر مسلموں کے قبضے میں چھوڑ دی گئی ہوں یا مسلمان کی زمین کو کسی کافر نے خرید لیا ہو، یا مسلم حکومت کی طرف سے کسی غیر مسلم کو بطور جاگیر دی گئی ہو، یا غیر مسلم حکومت نے اس زمین کو بحق سرکار ضبط کر لیا ہو وغیرہ، تو یہ زمینیں خراجی کہلاتی ہیں، ان زمینوں کو اگر کوئی مسلمان خرید لے پھر بھی وہ خراجی ہی رہتی ہیں، ان میں عشر واجب نہیں ہوتا۔ کل بلدة فتحت عنوة ولم یسلم اهلها ومن علیہم فہی خراجیۃ ان کان یصل الیہا ماء الخراج وماء الخراج ماء الأنہار التی حفرتها الأعاجم..... خراجیۃ فی قول ابی یوسف وکل بلدة فتحت صلحاً وقلوا الجزیۃ فہی ارض خراج. (الفتاویٰ الخانیۃ ۲۷۰/۱، ہدایۃ ۵۷۴/۲،

تاتارخانیۃ ۲۳۵/۷) لو باع هذا الذمی ارضہ من مسلم فہی خراجیۃ. (تاتارخانیۃ ۱۳۲/۷)

خراجی زمینوں میں عمومی حالات میں خراج یعنی ٹیکس واجب ہوتا ہے، جو دو طرح کا ہوتا ہے:

(۱) **خراج مؤظف:** یعنی بلا لحاظ پیداوار زمین کے رقبہ کے اعتبار سے کوئی رقم متعین کر دی جائے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فی جریب ایک درہم اور ایک قفیز کیسوں مقرر کیا تھا۔

(۲) **خراج مقاسمہ:** یعنی پیداوار کے لحاظ سے فیصدی حصہ مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ مقرر کر دیا جائے) وخراج الارض نوعان: خراج مقاسمۃ: وهو ان یکون الواجب شیئاً من الخارج نحو الخمس والسدس وما اشبه ذلک، وخراج وظیفۃ: وهو ان یکون الواجب شیئاً فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض فی کل جریب یصلح للزراعة فی کل سنة قفیز من الحنطۃ او الشعیر الخ. (فتاویٰ خانیۃ ۲۷۱/۱، تاتارخانیۃ ۲۳۲/۲، شامی زکریا ۲۶۵/۳)

ہندوستانی زمینوں کی صورت حال

ہمارے ملک ہندوستان میں عرصہ سے آراضی کا ایسا الجھا ہوا نظام رہا کہ مفتیان کرام کو زمین کے احکام متعین کرنے میں فقہی اعتبار سے بڑی الجھنیں پیش آتی رہیں، اور اس سلسلہ میں متعدد کتابیں اور رسالے بھی لکھے گئے، آزادی ہند سے پہلے تک جب زمین دارانہ نظام باقی تھا تو صورت حال یہ تھی کہ ایک ایک زمین دار کے پاس کئی کئی گاؤں ہوا کرتے تھے، اور وہ زمین دار خود کھیتی کم کرتا تھا زیادہ تر کاشت کاروں سے سالانہ یا فصلیہ حصہ لیا

کرتا تھا، ملک آزاد ہونے کے بعد یہ صورت حال بہت سے صوبوں میں ختم ہو گئی اور خاتمہ زمین داری قانون لاکر زمین داروں کے بجائے قابض کاشت کاروں کو کچھ متعینہ رقم کے عوض ان زمینوں کا مالک (بھومی دار) بنادیا گیا۔ اب جو زمین حکومت نے زمین داروں سے جبریہ لے کر زمین دار کے علاوہ دیگر کاشت کاروں کو دے دی ہے، تو چوں کہ حکومت غیر مسلم ہے؛ اس لئے اس کا قبضہ بیچ میں حائل ہونے کی وجہ سے یہ زمینیں عشری کی تعریف سے نکل گئیں؛ لیکن جو زمین حکومت نے سابقہ زمین دار کے قبضہ میں باقی رکھی ہے اور اس کی ملکیت قانونی طور پر تسلیم کی ہے، یا جہاں ابھی تک خاتمہ زمین داری قانون نافذ نہیں ہوا ہے، اور مسلمان نسلاً بعد نسل اپنی زمینوں پر قابض ہیں اور کاشت کر رہے ہیں تو اس طرح کی زمینوں کے بارے میں دو نقطہ نظر ہیں:

(۱) فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہاں زمین دار کے قبضہ میں جو زمین چھوڑی گئی ہے، وہ گویا حکومت نے اپنے قبضہ میں لے کر از سر نو اسے بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ دی ہے؛ لہذا اس کی حیثیت غیر مسلم کی عطا کردہ جاگیر جیسی ہو گئی؛ اس لئے یہ زمینیں بھی عشری نہیں رہیں۔ (دیکھئے: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۴۲/۹-۲۵۳) نیز بعض فقہی جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دار الحرب کی زمینوں اور سرکاری ملکیت والی زمینوں میں عشر و خراج کچھ واجب نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۵۵/۹-۲۵۷) ویسے جمل ان یکنون احترازاً عما وجد فی دار الحرب فان ارضها لیست ارض خراج او عشر. (شامی زکریا ۲۵۷/۳) وھذا نوع ثالث یعنی لا عشریۃ ولا خراجیۃ من الاراضی تسمى ارض المملکۃ وارضی الحوز. (شامی زکریا ۲۹۴/۶، بیروت ۲۲۰/۶)

(۲) اس کے برخلاف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ اس خاص صورت میں حکومت کا تصرف اصل زمین داروں کی زمین میں مالکانہ نہیں؛ بلکہ منتظرانہ ہے؛ لہذا اس تصرف سے ان کے عشری ہونے کی حیثیت ختم نہیں ہوگی، اور ان کی پیداوار میں بدستور عشر واجب رہے گا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمہما اللہ کے بعض سابقہ فتاویٰ سے بھی اسی نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ (تفصیل دیکھیں: جواہر لفظ جلد دوم: عشر و خراج کے احکام ۲۴۳، فتاویٰ رحمیہ ۱۶۳/۷، جدید فقہی مسائل، مؤلفہ: مولانا خاند سیف اللہ رحمانی، عشر و خراج کے کچھ مسائل ۹، ۷، اینسار النوار ۲/۱۵-۱۷)

اس دور کے بہت سے علماء و مفتیان نے دوسرے نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے ایسی زمینوں میں جو عرصہ دراز سے ابر مسلمانوں کی ملکیت میں چلی آ رہی ہیں، عشر کے وجوب کی رائے اپنائی ہے؛ چنانچہ اسلامک فیڈریشن کے چیسے فقہی سیمینار منسبہ عمر آباد ہارن منہ اتامہ ۲۰۱۲ھ میں ایسی زمینوں پر عشر کے وجوب کی تجویز منظور کی گئی ہے؛ البتہ خراج کے وجوب کے سلسلہ میں آراء مختلف ہیں، بعض نے غیر مسلم حکومت

ہونے کی بنا پر خراج کو بالکل ساقط مانا ہے، جب کہ بعض حضرات نے ذاتی طور پر خود مالکان کو خراج ادا کرنے کی تلقین کی ہے کہ وہ اپنی پیداوار کا کم از کم پانچ فیصد حصہ مسلمانوں کے رفاہی اور تعلیمی مصارف میں خرچ کریں۔ (تفصیل دیکھئے: جواہر الفقہ: عشر و خراج کے احکام، اور جدید فقہی مسائل کی دوسری جلد اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے)

خلاصہ یہ کہ یہ اختلافی موضوع بن گیا ہے، اور ہر طرف دلائل ہیں، اس لئے اس میں شدت روا نہیں، ہندوستان جیسے ممالک میں کوئی شخص خوش دلی سے عشر و خراج ادا کرے تو بہت ثواب کی بات ہے؛ لیکن جو ادا نہ کرے اس پر جبر یا لعن طعن کی اجازت نہیں ہے، جو لوگ ادا کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے چند اہم مسائل ذیل میں ذکر کئے جا رہے ہیں؛ تاکہ ان کے لئے عمل کرنا آسان ہو:

کس زمین میں عشر (دسواں حصہ) ہے اور کس میں

نصف عشر (بیسواں حصہ)؟

اگر عشری زمین سال کے اکثر حصہ میں قدرتی آبی وسائل (بارش، ندی، چشمہ وغیرہ) سے سیراب کی جائے تو اس میں عشر یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہوتا ہے، اور اگر وہ زمین مصنوعی آب رسانی کے آلات و وسائل مثلاً ٹیوب ویل یا خریدے ہوئے پانی (جس میں راج بہائے کا پانی بھی شامل ہے) سے سیراب کی جائے تو اس میں نصف عشر (یعنی کل پیداوار کا بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے، اور فقہی عبارات میں ”عشر“ کا لفظ تغلیباً عشر اور نصف عشر دونوں صورتوں میں بولا جاتا ہے۔ (اس لئے آگے آنے والے مسائل میں اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے) (مرتب)

(جواہر الفقہ ۲/۲۷۴، السحیط البرہانی ۲/۴۸۵) و تعجب فی مسقی سماء ای مطر و سیح کنہر۔ (درمختار زکریا ۳/۲۶۵) و یسحب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر.....
وفی مکتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ و قواعدا لا تاباہ ولو سقی سیحاً و بالۃ
اعتبر الغالب۔ (درمختار بیروت ۳/۲۴۴، درمختار زکریا ۳/۲۶۸)

عشر و خراج کا مصرف

عشر (خواہ دسواں حصہ ہو یا بیسواں حصہ) میں عبادت کی جہت پائی جاتی ہے اسی لئے وہ

صرف مسلمان پر واجب ہوتا ہے، اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے، اسے رفاہی مصارف وغیرہ میں نہیں لگایا جاسکتا، جب کہ خراج کا مصرف عام ہے، اسے مسلمانوں کی تمام انفرادی و اجتماعی ضروریات اور مصالح میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ ومصروف الجزية والخراج..... مصالحنا..... کسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء والمتعلمين. وفي الشامية: قيد بالخراج لأن العشر مصرفه مصرف الزكاة كما مر. (درمختار مع الشامی زکریا ۳۴۸/۶، بیروت ۲۶۴/۶، ومثله فی فتح القدیر ۳۸۴/۴، ملایة ۵۸۳/۲)

نابالغ اور مجنون کی زمین میں عشر

نابالغ بچے اور مجنون کی زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے۔ واما العقل والبلوغ فليس من شرائط اهلية وجوب العشر حتى يجب العشر في ارض الصبي والمجنون. (بدائع الصنائع ۱۷۳/۲، منہدیہ ۱۸۵/۱) ويؤخذ العشر من الاراضى العشرية اذا كان المالك مسلماً صغيراً كان او كبيراً عاقلاً كان او مجنوناً. (المحيط البرهانی ۲۷۹/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۸۱/۳، شامی زکریا ۲۹۳/۶، کراچی ۱۷۸/۴)

موقوفہ زمین کی پیداوار میں عشر

وقف کی زمین میں اگر پیداوار ہو تو اس میں بھی عشر واجب ہے۔ ويؤخذ العشر من الاراضى العشرية..... وفي ارض الوقف لان هذا حق مالي يجب بسبب ارض نامی. (المحيط البرهانی ۲۷۹/۳) وكذا ملك الارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملك الخارج فيجب في الاراضى التى لا مالک لها وهى الاراضى الموقوفة. (بدائع الصنائع زکریا ۱۷۳/۲) وصرحوا فى الاصول بان العشر يجب فى مال الوقف. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۱۰۶/۵، شامی بیروت ۲۴۲/۳)

کرایہ کی زمین پر عشر کون ادا کرے؟

اگر کسی شخص نے اپنی زمین کرایہ پر اٹھا رکھی ہے اور اس میں کرایہ دار کاشت کرتا ہے، تو ایسی

صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالک زمین کرایہ سے حاصل کردہ رقم میں سے عشر نکالے گا، کرایہ دار پر عشر نہ ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک عشر کا ذمہ دار کرایہ دار ہے، اور موجودہ زمانہ میں چوں کہ کرایہ کا تناسب پیداوار سے عموماً بہت کم ہوتا ہے اس لئے فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، شامی کی بحث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ (بہشتی زیور اختری ۳۰۶/۳، امداد الفتاویٰ ۵۸/۲، جواہر الفقہ ۲۷۲/۲)

والعشر علی المؤجر (درمختار) ای لو اجر الارض العشریۃ فالعشر علیہ من الاجرة کما فی التاترخانیۃ، وعندہما علی المستاجر۔ (شامی زکریا ۲۷۶/۳، شامی بیروت ۲۵۰/۳) قال الشامی ببحثاً: فان امکن اخذ الاجرة کاملۃ یفتی بقول الامام والا فبقولہما لما یلزم علیہ من الضرر الواضح الذی لا یقول بہ احد، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شامی زکریا ۲۷۷/۳، شامی بیروت ۲۵۱/۳)

عاریت کی زمین کی پیداوار کا عشر کس پر؟

اگر کسی شخص نے اپنی زمین بطور عاریت کسی مسلمان کاشت کار کو دے رکھی ہے تو پیداوار کا عشر کاشت کار پر ہوگا، اور اگر کسی کافر کو دے رکھی ہے تو عشر مالک زمین پر واجب ہوگا۔ (کل پیداوار کی قیمت لگا کر دسواں حصہ صدقہ کرے) ولو اعارها من مسلم فزرعها فالعشر علی المستعیر عند اصحابنا الثلاثة۔ (بدائع الصنائع ۱۷۴/۲، الولوالجیہ ۳۰۲/۱) ولو اعارها من مسلم فزرعها فالعشر علی المستعیر ولو اعارها من کافر فالعشر علی المعیر عند ابی حنیفہؒ۔ (ہندیہ ۱۸۷/۱) اما المستعیر اذا زرع فعلیہ العشر دون صاحب الارض فی ظاہر روایۃ اصحابنا۔ (المحیط البرہانی رشیدیہ ۴۹۲/۲) کمستعیر مسلم وقید بالمسلم لانہ لو استعارها ذمی فالعشر علی المعیر اتفاقاً لتفویتہ حق الفقراء بالاعارة من الکافر۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۲۷۷/۳)

بٹائی کی زمین پر عشر

جو زمین بٹائی پر دے رکھی ہے اس کی پیداوار میں ہر شریک پر اس کے حصہ میں سے عشر واجب

ہوگا۔ (ہشتی زیور ۳۰۳) لما فی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب فی الخراج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما. (شامی زکریا ۲۷۸/۳، بدائع لصنائع ۱۷۴/۲)

کھیتی کے اخراجات کو پیداوار سے منہا نہیں کیا جائے گا

کھیتی کی تیاری میں جو اخراجات ہوتے ہیں (مثلاً آب رسانی، مزدوری، کھاد وغیرہ) انہیں آمدنی سے منہا نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ مجموعی پیداوار میں عشر نکالنا ضروری ہوگا۔ وکل شیء اخرجته الأرض مما فيه العشر لا يحتسب فيه اجرة العمال ونفقة البقر، وفي السنايع: ولا يحتسب لصاحب الأرض ما أنفق على الغلة من سقى، او عمارة او اجرة حافظ؛ بل يجب العشر في جميع الخارج. (تاتارخانیہ زکریا ۲۷۷/۳، المحيط البرہانی ۲۹۰/۳، ومثله فی البدائع ۱۸۵/۲) بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج. (درمختار زکریا ۲۶۹/۳-۲۷۰)

عشر نکالنے سے قبل غلہ استعمال نہ کیا جائے

پیداوار میں سب سے پہلے عشر نکال کر الگ کرنا چاہئے اس کے بعد ہی پیداوار کو استعمال کرنا چاہئے، اور جو پیداوار فروخت کر دی گئی ہو اس کی قیمت سے اولاً دس فیصدی حصہ عشر کا الگ کر کے استعمال ہونا چاہئے اور جو غلہ پہلے استعمال کر لیا گیا تو حساب لگا کر اس کی قیمت کا دسواں حصہ صدقہ کیا جائے گا۔ وليس لصاحب الطعام ان يأكل الطعام قبل ان يؤدى عشره لان قدر العشر ملك الفقراء. (المحيط البرہانی ۲۸۹/۳) قال ابو حنیفۃ: ما اكل من الثمرة او اطعم ضمن عشره. (المحیط البرہانی ۲۸۴/۳، تاتارخانیہ زکریا ۲۸۵/۳، ومثله فی البدائع زکریا ۱۹۰/۳، درمختار زکریا ۲۷۴/۳، ہندیہ ۱۸۷/۱) وفي الواقعات عن البزازية: لا يحل الاكل من الغلة قبل اداء الخراج وكذا قبل اداء العشر الا اذا كان المالك عازماً على اداء العشر وهو تقييد حسن. (شامی زکریا ۲۷۴/۳)

عشر کل پیداوار پر واجب ہے

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشر کل پیداوار اور ہر طرح کی پیداوار پر واجب ہوتا ہے، خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، یعنی عشر کے وجوب کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ قال ابوحنیفہؒ: لا يعتبر النصاب بل يوجب العشر في كل قليل وكثير اخرجته الارض مما تستمى به الارض.

(المحيط البرهانی ۲۷۵/۳، تاتارخانیہ زکریا ۲۷۸/۳، عالمگیری ۱۸۶/۱، بدائع الصنائع زکریا ۱۸۰/۲)

نوٹ: شامی زکریا ۲۶۵/۳ کی ایک عبارت سے کم از کم ایک صاع یا نصف صاع پیداوار کی شرط معلوم ہوتی ہے، لیکن عام فقہی کتابوں میں احقر کو یہ قید امام ابوحنیفہؒ کے قول میں نہیں ملی۔ (مرتب)

سال میں متعدد پیداواروں کا حکم

اگر کسی زمین میں سال میں کئی فصلیں ہوتی ہوں تو ہر فصل سے عشر لیا جائے گا۔ والحوول لیس بشرط لوجوب العشر حتی لو اخرجت الارض فی السنة مراراً یجب العشر فی کل مرة؛ لأن نصوص العشر مطلقة عن شرط الحول ولان العشر فی الخارج حقيقة فیتکرر الوجوب بتکرر الخارج. (بدائع الصنائع زکریا ۱۸۴/۲) حتی لو اخرجت الارض مراراً وجب فی کل مرة لا طلاق النصوص عن قید الحول ولان العشر فی الخارج حقيقة فیتکرر بتکرره. (شامی زکریا ۲۶۶/۳)

سبزیوں میں عشر

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سبزیوں اور ترکاریوں پر بھی عشر واجب ہے؛ لہذا جب جتنی سبزی یا کھیت سے کاٹی جائیں ان کا دسواں حصہ راہ خدا میں خرچ کے لئے الگ نکالا جائے۔ عند ابی حنیفہؒ یجب العشر فی الخضراوات ویخرج حقها يوم الحصاد ای القطع. (شامی بیروت ۲۴۱/۳، زکریا ۲۶۴/۳، ومثله فی التاتارخانیہ زکریا ۲۷۴/۳)

لپٹس وغیرہ کے درختوں میں عشر

اگر کسی شخص نے اپنی زمین میں لپٹس یا پاپلر وغیرہ کے درخت لگا رکھے ہیں؛ تاکہ تیار ہونے

پر نہیں بیچ کر نفع حاصل کرے تو جب بھی انہیں کاٹا جائے گا ان میں عشر واجب ہوگا۔ حتی لو اشغل ارضه بها يجب العشر. (درمختار) فلو استتمی ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه أو بالقصب أو الحشیش و كان یقطع ذلک ویبعه کان فیہ العشر. (شامی بیروت

۲۴۴/۳، زکریا ۲۶۸/۳، ومثله فی لتاتارخانیة زکریا ۲۷۵/۳، لمحیط البرہانی ۲۷۲/۳، ہندیہ ۱۸۶/۱)

بائس میں عشر کا حکم

اگر بائس خود رو ہے تو اس میں عشر واجب نہیں ہے اور اگر باقاعدہ اس کے لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے تو عشر واجب ہے۔ حتی لو اشغل ارضه بها يجب العشر (درمختار) فلو استتمی ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه أو بالقصب أو الحشیش و كان یقطع ذلک ویبعه کان فیہ العشر. (درمختار زکریا ۲۶۸/۳)

گنے کی پیداوار میں عشر

جس کھیت میں گنے کی باقاعدہ کھیتی کی جائے تو کل پیداوار میں عشر واجب ہوگا۔ ویجب العشر عند ابی حنیفۃ فی کل ما تخرجه الارض من الحنطة..... ومن قصب السكر والذریرة..... واشباه ذلک مما له ثمرة باقیة او غیر باقیة قل او کثر. (ہندیہ ۱۸۶/۱) واما قصب السكر وقصب الذریرة ففيهما العشر لان الاراضی تستتمی بهما عادة. (المحیط البرہانی ۲۷۲/۳، شامی بیروت ۲۴۳/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۷۵/۳)

عشری زمین میں پائے جانے والے شہد کا حکم

جو شہد کے چھتے عشری زمین میں دست یاب ہوں ان میں عشر واجب ہے، خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ والعشر واجب فی العسل ان کان فی الارض العشریة. (ہندیہ ۱۸۶/۱، بدائع الصنائع ۱۸۴/۲، تبیین الحقائق ۱۰۴/۲، المحیط البرہانی ۲۷۳/۳) یجب العشر فی عسل وان قل. (درمختار بیروت ۲۴۰/۳-۲۴۱، زکریا ۲۶۴/۳)

بھس میں عشر واجب نہیں

کھیتی کاٹنے کے بعد نکلنے والے بھس یا پرال میں عشر واجب نہیں ہے۔ قال ابو حنیفہ:
کل شیء اخر جتہ الارض مما تستسمی بہ الارض ففیہ العشر الا الحطب
والقصب والحشیش والتبن والسعف. (المحیط البرہانی رشیدیہ ۴۸۵/۲، الدر المختار
بیروت ۲۴۳/۳، زکریا ۲۶۷/۳)

گھر میں لگے ہوئے درختوں کے پھل پر عشر نہیں

اگر کسی شخص نے اپنے وسیع گھر کے صحن میں پھل دار درخت یا سبزیاں وغیرہ بور کھی ہیں تو
ان کی پیداوار پر عشر نہیں ہے۔ ولو کان فی دار رجل شجرة لا یجب فی ذلک عشر.
(المحیط البرہانی ۲۷۳/۳، تاتارخانیہ زکریا ۲۷۷/۳) وخرج ثمرة شجرة فی دار رجل ولو
بستاناً فی داره لانه تبع للدار. (شامی زکریا ۲۶۵/۳، ومثله فی الہندیہ ۱۸۶/۱)

سبزیوں کے بیج میں عشر نہیں

خربوزہ، گکڑی اور تربوز وغیرہ کے بیج میں عشر واجب نہیں؛ بلکہ صرف ان کے پھل میں عشر
ہے۔ والبساتین لا تصالح الا للزراعة کبذر البطیخ وما اشبه ذلک فلا عشر
فیہ لانہا غیر مقصودۃ فی نفسہا ولانہ لا ینتفع بہا انتفاعاً عاماً. (المحیط البرہانی
۲۷۳/۳، ہندیہ ۱۸۶/۱)



زکوٰۃ کی ادائیگی اور مصارف

زکوٰۃ کے مصارف

اسلام کی مجملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صدقہ و خیرات کی رقم خود اپنے ہی ہم جنسوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں زکوٰۃ و صدقات کے مصارف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ
وَالْعَجِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَّةِ قُلُوبُهُمْ
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ، فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ،
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.

(التوبة: ۶۰)

زکوٰۃ وہ حق ہے (۱) مفلسوں کا (۲) محتاجوں کا (۳)
اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں (سرکاری سفیروں)
کا (۴) اور جس کا دل لبھانا مقصود ہو (۵) اور
(غلاموں) کی گردنیں چھڑانے میں (۶) اور جو
تاوان بھریں (مقروض ہوں) (۷) اور اللہ کے
راستہ میں (۸) اور راستہ کے مسافر کو، یہ اللہ کا مقرر
کردہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مذکورہ آٹھ مصارف میں سے تالیفِ قلب اسلام کے لئے دل لبھانے کا مصرف اب باقی نہیں رہا؛
اس لئے کہ اسلام کے غلبہ اور اس کی تعلیمات عام ہو جانے کے بعد اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، بقیہ
مصارف میں ”عالمین“ سے مراد اسلامی حکومت کے وہ کارندے ہیں جو عوام سے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور
ہیں، تو ان کی تنخواہ زکوٰۃ کی رقم سے دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ تنخواہ کی مقدار حاصل شدہ زکوٰۃ کی رقم کے نصف
سے زائد نہ ہو، اور غلام باندی اس دور میں نہیں ہیں؛ لیکن اگر کسی دور میں کسی جگہ پائے جائیں تو ان کو آزاد
کرانے میں زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے۔

تاہم ان میں سے اکثر مصارف کی بنیاد محتاجی اور ضرورت مندی پر ہے، اور یہ بات متعین ہے کہ
زکوٰۃ پر اصلاً ضرورت مندوں کا حق ہے، جو ضرورت مند نہ ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینا قطعاً جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ
بعض احادیث میں ہے کہ: ”جو شخص ضرورت بھر مال ہونے کے باوجود بھیک مانگے گا وہ دراصل جہنم کے
انگارے اکٹھا کرنے والا ہوگا“۔ من سال وعنده ما يغنيه فانما يستكثر من جمر جهنم الخ.
(ابوداؤد شریف ۲۳۰/۱) اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ جس کے پاس ایک دن کی روزی روٹی کا نظم ہو اس
کے لئے روٹی کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ ولا يسأل من له قوت يومه من الغداء والعشاء. (البحر

الرائق ۲۵۰/۲، مجمع الانهر ۲۲۶/۱، ومثله فی البدائع ۱۶۱/۲)

زکوٰۃ خوش دلی سے دی جائے

اہل ثروت حضرات کو ہمیشہ خوش دلی اور بشارت کے ساتھ زکوٰۃ نکالنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اس عبادت کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، اور کبھی بھی زکوٰۃ دیتے ہوئے دل تنگ نہ ہوں، اور نہ اسے اپنے اوپر بوجھ سمجھیں، زکوٰۃ کو بوجھ سمجھنا یہ قیامت کی علامات میں سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب امت میں پندرہ خصلتیں عام ہو جائیں گی تو ان پر پے درپے مصائب اور بلاؤں کا نزول ہوگا۔ ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھنے لگیں گے۔ والذکوٰۃ مغرمًا۔ (ترمذی شریف ۴۵۱۲) اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص جتنی خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے کاروباری برکت سے نوازتے ہیں اور نقصانات سے حفاظت رہتا ہے۔

احسان نہ جتائیں

زکوٰۃ دے کر کسی غریب پر احسان نہ جتانا چاہئے؛ بلکہ غریب کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے ہمارا صدقہ قبول کر کے ہمارا فرض ادا کرنے میں تعاون کیا؛ کیوں کہ اگر غرباء نہ ہوں تو مال دار لوگ اپنے فریضے سے ہرگز سبک دوش نہیں ہو سکتے؛ لہذا لازم ہے کہ مال دار ہمیشہ غرباء کے احسان مند رہیں اور انہیں زکوٰۃ دے کر اٹے احسان نہ جتائیں اور نہ ان سے کسی دنیوی صلہ کے متمنی رہیں اور نہ انہیں ذلیل سمجھیں۔ قرآن کریم میں اس بارے میں صاف ہدایت دی گئی:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا
أَذَى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. قَوْلٌ
مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
يَتَّبِعَهَا أَذَى، وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ. يَأَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ
بِالْمَنِّ وَالْأَذَى، كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ
رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ، فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا، لَا
يُقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا،
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ.

(البقرة: ۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذا پہنچاتے ہیں، ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نرم جواب دینا اور درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے ساتھ اذیت ہو، اور اللہ بے پروا ہے اور نہایت تحمل والا ہے۔ اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کو، اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر، پس اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی کچھ مٹی، پھر اس پر زور کی بارش برسی تو کرڈالا اس کو بالکل صاف، کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو۔

احادیث شریفہ میں بھی احسان جتانے کے عمل کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَكْلَمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:
الْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطَى شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ،
وَالْمُسْفِكُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ
وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ.

(مسلم شریف: ۷۱/۱)

و مثله فی سنن ابی داؤد ۵۶۵/۲

انفس ہے کہ آج کل بہت سے اہل خیر قطعاً اس کا لحاظ نہیں رکھتے اور چندہ دے کر بے دھڑک احسان جتاتے ہیں اور ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس سے لینے والے کو اذیت ہوتی ہے، اس طرز عمل کو بدلنے کی ضرورت ہے، ورنہ نیکی برباد گناہ لازم آ جائے گا۔

تندرستی میں صدقہ افضل ہے

نیز یہ بھی خیال رہے کہ ایسے وقت کے صدقہ میں زیادہ ثواب ہے جب کہ مال کی زیادہ ضرورت ہو اور اس کی طرف دل لگا رہے، ورنہ زندگی سے مایوسی کے وقت اور دلی انقباض کے وقت کے صدقہ کا وہ ثواب نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر سوال کیا کہ: ”سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ:

أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَجِيحٌ
تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمَلُ الْغِنَى وَلَا
تُمَهِّلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْخُلُقُومَ قُلْتَ
لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا أَلَا وَقَدْ
كَانَ لِفُلَانٍ.

(بخاری شریف ۱۹۱/۱)

مسلم شریف ۳۳۲/۱

یعنی انتقال کے وقت تو دراشت کی رو سے جس کا جو حق ہے وہ مل ہی جائے گا اور خود آدمی کا اپنے مال پر اختیار ختم ہو جائے گا، بہر حال مصارف کی رعایت کرتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اسی سلسلہ میں بعض ضروری مسائل ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت ضروری ہے

فقیر کو زکوٰۃ دیتے وقت، یا وکیل کو سپرد کرتے وقت، یا کل مال سے الگ کرتے وقت زکوٰۃ

کی نیت ضروری ہے۔ و شرط صحة أدائها نية مقارنة لأدائها للفقير أو و كيله أو لعزل ما وجب . (مراقی الفلاح ۳۸۹، شامی زکریا ۱۸۷/۳، بیروت ۱۷۴/۳، ہندیہ ۱۷۰/۱، البحر الرائق ۳۶۸/۲، مجمع الانهر ۱۹۶/۱، الاشباہ والنظائر جدید ۱۷۸)

اگر ادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی

اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی اور بعد میں نیت کی اور زکوٰۃ کا مال بعینہ فقیر کے قبضہ میں ہے ابھی اس نے خرچ نہیں کیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور اگر فقیر کے پاس مال خرچ ہو جانے یا ضائع ہو جانے کے بعد زکوٰۃ کی نیت کی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اذا دفع المزكی المال الى الفقير ولم ينو شيئاً ثم حضرته النية عن الزكوة ينظر ان كان المال قائماً في يد الفقير صار عن الزكوة وان تلف لا . (تاتارخانیہ ۱۹۷/۳) ولو مقارنة حكمية كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم بيد الفقير . (مراقی الفلاح ۳۹۰، شامی زکریا ۱۸۷/۳، ومثله فی الہندیہ ۱۷۱/۱، البحر الرائق ۳۶۸/۲، الاشباہ جدید ۱۷۸، تبیین الحقائق ۳۲/۲)

مال دیئے بغیر زکوٰۃ کا وکیل بنانا

اگر کسی کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور ابھی مال نہیں دیا؛ بلکہ کہا کہ آپ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دیں تو اس کے ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ولذا لو أمر غیره بالدفع عنه جاز . (شامی زکریا ۱۸۹/۳، تاتارخانیہ زکریا ۲۲۷/۳، المحيط البرہانی ۲۴۰/۳، البحر الرائق ۳۷۱/۲)

وکیل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے

اگر ایک شخص کو مالک نے اداء زکوٰۃ کا وکیل بنایا اس نے مالک کی اجازت کے بغیر دوسرے کو وکیل بنا دیا تو بھی جائز ہے۔ لئوکیل بدفع الزكاة أن يوكل غيره بلا إذن . (شامی زکریا ۱۸۹/۳، البحر الرائق ۳۷۱/۲)

زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں؟

زکوٰۃ درج ذیل لوگوں کو دی جاسکتی ہے:

- (۱) فقراء (جن کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ ہو)
- (۲) مساکین (جو کسی بھی مال کے مالک نہ ہوں)
- (۳) اسلامی حکومت کے وہ کارندے جو زکوٰۃ و عشر کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں۔
- (۴) ایسے غلام جو اپنی آزادی کے لئے مدد کے طالب ہوں۔
- (۵) ایسے قرض دار جن کو قرض سے سبک دوشی کے لئے زکوٰۃ دی جائے، جب کہ ان کے پاس اپنی ذاتی مالیت قرض کی ادائیگی کے لئے باقی نہ ہو۔
- (۶) وہ غازیان اسلام اور مجاہدین جو اپنی مالی بے سروسامانی کی وجہ سے اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے ہوں۔ (گویا جہاد کرنے کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے مجاہدین کی مدد کی جاسکتی ہے)
- (۷) وہ مسافر جو سفر کے دوران ضرورت مند ہو جائیں۔ (اگرچہ اپنے وطن میں مال و ثروت والے ہوں اور گھر سے فوری طور پر مال منگانا مشکل ہو)

هو الفقير: وهو من يملك ما لا يبلغ نصاباً ولا قيمته من اى مال كان ولو صحيحاً مكتسباً. والمسكين: وهو من لا شئ له. والمكاتب والمديون: الذى لا يملك نصاباً ولا قيمته فاضلاً عن دينه. وفى سبيل الله: وهو منقطع الغزاة او الحاج وابن السبيل: وهو من له مال فى وطنه وليس معه مال. والعامل عليها يعطى قدر ما يسعه وأعوانه. (مراقى الفلاح مع لطحطاوى ۳۹۲، درمختار مع لشامى زکریا ۲۸۳/۳ تا ۲۹۰) (قوله: ومنقطع الغزاة) اى الذين عجزوا عن اللحق بجيش الاسلام لفقرهم بهلاك النفقة او الدابة او غيرهما فتحل لهم الصدقة وان كانوا كاسبين إذ الكسب يقعدهم عن الجهاد. (شامى زکریا ۲۸۹/۳، بیروت ۲۶۱/۳، ومثله فى البحر الرئق ۴۲۲/۲، هندية ۱۸۹/۱)

نوٹ: دور نبوت میں ایک مصرف یہ بھی تھا کہ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے یا نو مسلموں کو اسلام پر جمانے کے لئے بطور تالیف قلب زکوٰۃ خرچ کی جاتی تھی؛ لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے؛ لہذا محض نو مسلم ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ صرف نہ ہوگی؛ البتہ اگر وہ فقیر یا مسکین ہوں تو اس اعتبار سے انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ وسکت عن المؤلفة قلوبہم لسقوطہم (درمختار) اى فى

خلافة الصديق لما منعهم عمر رضى الله عنهما وانعقد عليه اجماع الصحابة الخ
(شامی زکریا ۲۸۷/۳-۲۸۸، ومثله فی الهدایة ۲۰۴/۱، والتفصیل فی البدائع الصنائع ۱۵۳/۲)

زکوٰۃ میں ایک فقیر کو بیک وقت کم از کم کتنا مال دیا جائے؟

بیک وقت ایک فقیر کو اتنی مقدار دینا مستحب ہے کہ وہ دن بھر کسی سے سوال کرنے کا محتاج نہ رہے، اور وہ مقدار اس کے لئے اور اس کے اہل و عیال کے لئے کافی ہو۔ عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: اغنوهم فی هذا الیوم. (دارقطنی ۱۳۳/۲) وندب الاغناء عن السؤال فی ذلک الیوم. (منہدیة ۱۸۸/۱، تبیین الحقائق ۱۳۰/۲) یندب دفع ما ینغیه یومہ عن السؤال، واعتبار حالہ من حاجة و عیال (درمختار) وفی الشامی: والا وجه أن ینظر إلی ما یقتضیه الحال فی کل فقیر من عیال وحاجة أخرى کدھن وثوب وکراء منزل وغیر ذلک کما فی الفتح. (شامی بیروت ۲۷۶/۳)

ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا مکروہ ہے

ایک فقیر کو یک مشت اتنا مال دینا کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے بہتر نہیں ہے؛ البتہ اگر وہ مقرض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لئے بڑی رقم دی تو حرج نہیں۔ اذا عطی من زکاتہ مأتی درھم او ألف درھم الی فقیر واحد فان کان علیہ دین مقدار ما دفع الیہ.....، او کان صاحب عیال یحتاج الی الانفاق علیہم فانه یجوز ولا یکرہ وان لم یکن علیہ دین ولا صاحب عیال فانه یجوز عند اصحابنا الثلاثة ویکرہ. (تاتارخانیہ زکریا ۲۲۱/۳، ومثله فی الدرالمختار ۳۰۳/۳)

ضروری تنبیہ: بعض سرمایہ دار اس مسئلہ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں کہ بسا اوقات ان پر کاروباری یا حکومت کا قرض اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ ان کے اصل سرمایہ سے بڑھ جاتا ہے تو وہ لوگوں کے پاس جا کر یہ کہتے ہیں کہ ہم مقرض ہونے کی وجہ سے مستحق زکوٰۃ ہو گئے، اس لئے زکوٰۃ

کے مال سے ہمیں قرض کی ادائیگی میں تعاون دیا جائے اس طرح وہ لاکھوں روپیہ کا مطالبہ رکھتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ پہلے اپنی ذاتی مالیت (جائیداد گاڑیاں وغیرہ) فروخت کر کے اپنا قرض ادا کریں، اور اس کے بعد بھی قرض ادا نہ ہو تو اب تعاون کا مطالبہ کریں، اس سے پہلے ان کا اپنے کوز کوۃ کا مستحق کہنا غریبوں کی سخت حق تلفی ہے۔

قریبی رشتہ داروں کا حق

قریبی رشتہ دار (جن میں ولادت اور زوجیت کا رشتہ نہ ہو) زکوۃ کے اہم مستحقین میں سے ہیں، ان کو زکوۃ دینے میں دو گنا ثواب ملتا ہے، ایک زکوۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت کا۔ (واضح رہے کہ باپ، دادا، اولاد اور شوہر بیوی کے علاوہ بقیہ سب ضرورت مند رشتہ داروں، مثلاً بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں اور بھانجے وغیرہ کو زکوۃ دینا شرعاً درست ہے؛ بلکہ افضل ہے)۔ عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة وإنها على ذي الرحم اثنتان صدقة وصله. (ترمذی شریف ۱۴۲۱، شعب الایمان للبیہقی ۲۳۹/۳ حدیث: ۳۴۲۶، ومثله فی مصنف ابن ابی شیبہ ۵۴۵/۶) عن ام کلثوم بنت عقبة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "افضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح. (شعب الایمان ۲۳۹/۳) ولا يصح دفعها لكافر..... وأصل المزكى وفرعه وزوجته الخ. (مرآتی الفلاح) قال الطحطاوى: ومن سوى ما ذكر يجوز الدفع إليهم كالأخوة والأخوات والأعمام والعلمات والأخوال والخالات الفقراء؛ بل هم أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة. (طحطاوى ۳۹۳، حنكذافى الهندية ۱۹۰/۱)

غریب بھائی بہن کو زکوۃ دینا

غریب بھائی بہن کو زکوۃ دینا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ اس میں دوہرا ثواب ہے، ایک زکوۃ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔ قالوا: الافضل صرف الصدقة الى اخواته ذكوراً واناثاً. (مجمع الانهر ۲۲۶/۱، تانارخانیہ زکریا ۲۰۶/۳، طحطاوى جدید ۷۲۲)

سوتیلی ماں، بہو یا داماد کو زکوٰۃ دینا

آدمی اپنی سوتیلی ماں، بہو (بیٹے کی بیوی) یا داماد (بیٹی کے شوہر) کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، جب کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں۔ ویسجوز دفعہا لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته. (شامی زکریا)

۲۹۳/۳، تاتارخانیۃ زکریا ۲۱۱/۳، فتاویٰ محمودیہ ذابہیل ۵۳۹/۹-۵۴۰

گھر کے خادموں کو زکوٰۃ دینا

گھر میں کام کرنے والے غریب ملازمین کو ان کی تنخواہوں کے علاوہ انعام کے طور پر کسی خوشی کے موقع پر جو کچھ دیا جاتا ہے، اس میں زکوٰۃ کی رقم کو صرف کرنا درست ہے۔ وکذا (ای یجوز) ما یدفعه الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرہا بنیۃ الزکوٰۃ کذا فی معراج الدراية. (عالمگیری ۱۹۰/۱)

عیدی کے عنوان سے زکوٰۃ

عیدی کے عنوان سے مستحق زکوٰۃ حضرات کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ مستفاد: دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید او الی مبشر او مہدی الباکورة جاز. (درمختار ۳۰۷/۳، طحطاوی علی المرقی ۷۱۵، تاتارخانیۃ ۲۱۸/۳، ہندیۃ ۱۹۰/۱)

زکوٰۃ کو ہبہ یا قرض کہہ کر دینا

زکوٰۃ کی نیت سے ہبہ یا قرض کے نام سے روپے دیئے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (یعنی فقیر کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے) ولا یشرط علم الفقیر أنها زکاة علی الأصح حتی لو أعطاه شیئاً وسماه ہبۃً أو قرضاً ونوی بہ الزکاة صحت. (مراقی لفلاح ۳۹۰، ہندیۃ ۱۷۱/۱، مجمع الانہر ۱۹۶/۱، البحر الرائق زکریا ۳۷۰/۲، تبیین لحقائق ۳۲/۲) وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أى للأداء (درمختار) وفي الشامی: قوله (نية) أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية، فلو سماها هبة أو قرضاً تجزیه فی الأصح. (شامی زکریا ۱۸۷/۳، بیروت ۱۷۴/۳)

سمجھ دار بچے کو زکوٰۃ دینا

اگر فقیر سمجھ دار بچہ کو زکوٰۃ دی یا کپڑے پہنائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ وکذا لو کان

الصبی يأخذ القبض بان کان لا یرمی بہ ولا یخذع عنہ۔ (تاتارخانیۃ زکریا ۲۱۱/۳،

ہندیۃ ۱۹۰/۱) کما لو کسبہ بشرط أن یعقل القبض۔ (شامی زکریا ۱۷۱/۳)

مال دار شوہر کی غریب بیوی کو زکوٰۃ دینا

اگر کسی عورت کا شوہر مال دار ہو؛ لیکن وہ خود غریب اور تنگ دست ہو تو ایسی عورت کو زکوٰۃ

دینا درست ہے۔ ویجوز الدفع لنزوجة غنی الفقیرة۔ (طحطاوی ۳۹۳، ہندیۃ ۱۸۹/۱)

تبیین الحقائق ۱۲۶/۲)

مال دار اولاد کے تنگ دست باپ کو زکوٰۃ دینا

اگر کوئی باپ فقیر اور محتاج ہو اور اس کی اولاد مال دار اور صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ کی مدد سے اس

شخص کی امداد جائز ہے؛ کیوں کہ اولاد کی مال داری کی وجہ سے باپ کو مال دار نہیں سمجھا جائے گا۔ ویجوز

صرفها الی الاب المعسر وان کان ابنہ موسراً۔ (ہندیۃ ۱۸۹/۱، تاتارخانیۃ زکریا ۲۱۰/۳)

بخلاف الکبیر فإنه لا یعد غنیاً بغنی أبیہ ولا الأب بغنی ابنہ۔ (شامی بیروت ۲۷۰/۳)

غریب کی شادی میں زکوٰۃ خرچ کرنا

اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ جو شخص غریب اور فقیر ہو اسے زکوٰۃ دینا درست ہے؛ لیکن آج کل

غریب بچیوں کی شادی کے نام پر جو باقاعدہ چندہ کیا جاتا ہے اس میں یہ شرعی خرابی پیش آتی ہے کہ

اولاً دو ایک اصحابِ خیر کے تعاون سے نصاب کے بقدر رقم جمع ہو جاتی ہے؛ لیکن وہی تباہی

رسومات اور لمبی چوڑی دعوتوں کے انتظام کے لئے مزید رقم کا سوال جاری رہتا ہے، تو اچھی طرح

سمجھ لینا چاہئے کہ بقدر نصاب مال حاصل ہونے کے بعد مزید زکوٰۃ کی رقم لینا ہرگز جائز نہیں ہے، اور

دینے والے کو اگر اصل صورتِ حال معلوم ہو تو اس کے لئے دینا بھی درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ

ذیل (۵۲۹/۹) اس لئے ایسی جگہوں پر اگر خرچ ناگزیر ہو تو امدادی رقم سے تعاون کیا جائے، زکوٰۃ نہ دی جائے، احوط یہی ہے۔ لا یحل ان یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومہ بالفعل او بالقوة کالصحيح المكتسب ویأثم معطیه ان علم بحالہ لإعانتہ علی المحرم۔ (درمختار زکریا ۳۰۶/۳، ومثله فی الہندیۃ ۱۸۸/۱) وفي الشامي: لکنہ یجعل ہبۃ وبالہبۃ للغنی او لمن لا یكون محتاجاً الیہ لا یكون اثمًا الخ۔ (شامی زکریا ۳۰۶/۳)

فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی بعد میں پتہ چلا کہ وہ مال دار ہے

اگر کسی شخص نے اپنی زکوٰۃ کسی شخص کو فقیر سمجھ کر دی (مثلاً وہ شخص فقراء کی لائن میں کھڑا تھا یا فقیروں جیسا حلیہ اس نے اختیار کر رکھا تھا) بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ لینے والا شخص مستحق زکوٰۃ نہ تھا تو دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ دفع بتحر لمن یظنہ مصرفاً - إلی قولہ - وإن بان غناہ أو کونہ ذمیاً أو أنه أبوہ أو ابنہ أو امرأۃ أو ہاشمی لا یعید۔ (درمختار زکریا ۳۰۲/۳-۳۰۳، علمگیری ۱۹۰/۱، تبیین لحقائق ۱۲۷/۲، بدائع ۱۸۳/۲، فتح لقدير ۲۷۵/۲، مراقی الفلاح ۳۹۳) واعلم ان المدفوع الیہ لو کان جالساً فی صف الفقراء یصنع صنعہم او کان علیہ زیہم او سألہ فاعطاه کانت ہذہ الاسباب بمنزلة التحری۔ (شامی زکریا ۳۰۲/۳)

زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں تقسیم کرنا

زکوٰۃ کی رقم سے طلبہ کو کتابیں تقسیم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ طلبہ باشند اور مستحق زکوٰۃ ہوں (لہذا بہت نا سمجھ بچوں یا مال دار بچوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی) جیسا کہ ذیل کی عبارت سے مستفاد ہے۔ و جاز دفع القیمۃ فی زکوٰۃ وعشر الخ۔ (درمختار بیروت ۱۹۵/۳) وفي سبیل اللہ وهو منقطع الغزاة، وقیل الحاج، وقیل طلبۃ العلم۔ (درمختار بیروت ۲۶۱/۳) یصرف المزکی إلی کلہم أو إلی بعضہم..... تمليکاً لا اباحۃ۔ (درمختار بیروت ۲۶۳/۳) ویصرف إلی مراهق یعقل الأخذ۔ (شامی زکریا ۲۹۱/۳) الا اذا دفع له الطعام کالکسوة اذا کان یعقل القبض والا فلا۔ (البحر الرائق زکریا ۴۲۴/۲، الولوالجیۃ ۱۷۹/۱)

زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کے کپڑے بنانا

زکوٰۃ کی رقم سے غریب مستحقین کو کپڑے وغیرہ بنا کر دینا جائز ہے۔ مستفاد: إلا إذا

دفع له الطعام كالکسوة إذا كان یعقل القبض والا فلا. (البحر الرائق ۴/۲۴۲) کما لو
کساه بشرط أن یعقل القبض. (شامی زکریا ۳/۱۷۱)

زکوٰۃ کی رقم سے بنے ہوئے فلیٹ غریبوں کو الاٹ کرنا

زکوٰۃ کی رقم سے فلیٹ اور مکانات تعمیر کر کے انہیں غریبوں میں بطور ملکیت تقسیم کرنا اور

انہیں رجسٹری کر کے خود مختار مالک بنانا درست ہے، اس سے مالکان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

مستفاد: وجاز دفع القیمة فی زکوٰۃ وعشر الخ. (درمختار بیروت ۳/۱۹۵)

والا وجه أن ينظر إلى ما یقتضیه الحال فی کل فقیر من عیال وحاجة أخرى

الخ. (شامی بیروت ۳/۲۷۶)

مسافر ضرورت سے زائد مال نہ لے

مسافر جو اپنے وطن میں مال دار ہو اور راستہ میں کسی وجہ سے ضرورت مند ہو جائے تو اس

کے لئے زکوٰۃ لینے کے بجائے مناسب یہ ہے کہ کسی سے قرض لے لے، اور وطن پہنچ کر ادا کر دے،

اور اگر زکوٰۃ لینا ہی ناگزیر ہو تو صرف ضرورت کے بقدر ہی لے لے، اس سے زائد لینا اس کے لئے

درست نہیں؛ لیکن اگر اندازہ لگا کر بقدر ضرورت لیا، پھر وطن واپسی تک خرچ سے کچھ روپے بچ گئے

تو یہ باقی ماندہ رقم صدقہ کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ وقال فی الفتح ایضاً: لا یحل له ای

لابسن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجته والأولی له ان یستقرض ان قدر ولا یلزمه

ذلک لجواز عجزه عن الاداء ولا یلزمه التصدق بما فضل فی یدہ عند قدرته

علی ماله. (شامی زکریا ۳/۲۹۰، المحیط البرہانی ۳/۲۱۱، ومثله فی تبیین الحقائق ۲/۱۱۶-۱۱۷،

فتاویٰ خانہ زکریا ۳/۲۱۸، عالمگیری ۱/۱۸۸، البحر الرائق ۲/۲۴۲)

فقیر شخص کا زکوٰۃ لے کر مال دار پر خرچ کرنا

اگر کسی فقیر مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی رقم ملی پھر اس نے وہ رقم اپنی خوشی سے کسی مال دار یا غیر مستحق زکوٰۃ شخص پر خرچ کر دی یا کار خیر میں صرف کر دی، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ فی قصۃ بریرۃ رضی اللہ عنہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ہو لها صدقة ولنا هدية“۔ (بخاری شریف ۲۰۲۱، مسلم شریف ۳۴۵۱) مستفاد: وحيلة التكفين بها التصديق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد۔ (درمختار بیروت ۱۷۷/۳، تاتارخانیۃ زکریا ۲۰۸/۳)

رایف میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا

سیلاب یا آفاتِ سماویہ سے دوچار بے کس اور غریب لوگوں پر زکوٰۃ کی رقم تملیکاً صرف کرنا جائز ہے (لیکن جو لوگ مستحق زکوٰۃ نہ ہوں ان پر زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جائے گی) مصرف الزکوٰۃ: هو فقير وهو من له ادنى شيء اى دون نصاب۔ (درمختار ۳۸۳/۳، کتاب الفتاویٰ ۳۰۴/۳)

زکوٰۃ کی رقم سے فساد زدگان کی امداد

اگر کسی علاقہ میں فساد پھیل جائے تو جو لوگ فساد سے متاثر ہو کر بے گھر اور بے بس ہو گئے ہوں ان کی امداد میں زکوٰۃ کی رقومات صرف کرنا جائز ہے؛ بلکہ ایسے مصیبت زدہ لوگ زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ ۳۰۴/۳)

قیدیوں کی رہائی کے لئے زکوٰۃ کی رقم کا استعمال

بے قصور نادار مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لئے ان کی طرف سے اصالۃ یا وکالتہ قبضہ کرنے کے بعد ان کی اجازت سے زکوٰۃ کی رقومات کا استعمال جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۳۰/۱-۲۳۴)

مقروض کو زکوٰۃ دینا

جو شخص فقیر اور مقروض ہو اس کو زکوٰۃ دینا افضل ہے؛ کیوں کہ وہ نسبت زیادہ محتاج ہے۔

الدفع للمدینوں اولیٰ منه للفقیر، ای اولیٰ من الدفع للفقیر الغیر المدینوں لزیادة احتیاجه. (درمختار مع الشامی زکریا ۲۸۹/۳، بیروت ۲۶۱/۳، ومثله فی الہندیة ۱۸۸/۱، طحطاوی علی المراقی ۳۹۲، تبیین الحقائق ۱۲۴/۲) والدفع إلی من علیہ الدین اولیٰ من الدفع إلی الفقیر کذا فی المضمبرات. (ہندیة ۱۸۸/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳۹۹/۳)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں؟

درج ذیل لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے:

(۱) باپ، دادا، پردادا، نانا، پرانا۔ اسی طرح دادی، نانی، وغیرہ الخ۔

(۲) لڑکے، لڑکیاں، پوتے، نواسے، پوتیاں، نواسیاں الخ۔

(۳) بیوی اور شوہر۔

(۴) غلام باندی۔

(۵) کافر۔

(۶) صاحب نصاب مال دار۔

(۷) صاحب نصاب مال دار کے غلام باندی۔

(۸) مال دار کا چھوٹا بچہ۔

(۹) سادات (بنو ہاشم آل علی، آل عباس وغیرہ)

(۱۰) بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام باندی۔

ولا یصح دفعها لکافر وغنی یملک نصاباً أو ما یساوی قیمته من ای مال

کان فاضل عن حوائجہ الأصلیة و طفل غنی و بنی ہاشم و موالیہم.....، وأصل

المزکی و فرعه و زوجته و مملوکه. (مراقی الفلاح ۳۹۳، درمختار مع الشامی زکریا ۲۹۴/۳ تا

۲۹۹، تبیین الحقائق ۱۲۲/۲-۱۲۶، عالمگیری ۱۸۸/۱-۱۸۹، البحر الزائق ۲۴۴/۲، ہدایہ

۲۰۶/۱) ولا إلی مملوکه ای الغنی ولو مدبراً. (درمختار بیروت ۲۶۹/۳)

زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی جماعت میں جانا

کوئی شخص اپنی ذاتی زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی جماعت یا کسی بھی دینی سفر میں نہیں جاسکتا (البتہ کسی غریب مستحق شخص کو زکوٰۃ کی رقم ملی اور وہ اس کے ذریعہ جماعت میں چلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے) أما تفسیرہا فہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى. (ہندیہ ۱۷۰/۱) وكذا لا یبنی بها الحج والجهاد. (تبیین الحقائق ۱۲۰/۲، ہندیہ ۱۸۸/۱) وقد قال فی البدائع: فی سبیل اللہ جمیع القرب، فیدخل فیہ كل من سعی فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات إذا كان محتاجاً. (شامی بیروت ۲۶۱/۳)

اصول وفروع کو زکوٰۃ دینا

اپنے باپ، دادا، لڑکوں اور پوتوں کو زکوٰۃ دینے سے فرض ادا نہ ہوگا۔ من قطع المنفعة عن الملك من كل وجه فلا يدفع لأصله وفرعه. (لبر المختار زکریا ۱۷۳/۲، ومثله فی لتاتارخانیة زکریا ۲۰۶/۳، ہندیہ ۱۸۸/۱) لان المنفعة لم تنقطع من كل وجه. (البحر الرائق ۲۴۳/۲)

بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا

بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ ولا يعطى زوجته بلا خلاف بین اصحابنا، وكذا لا تعطى المرأة زوجها عند أبي حنيفة. (تاتارخانیة زکریا ۲۰۷/۳، ہندیہ ۱۸۹/۱، شامی کراچی ۲۵۸/۲، زکریا ۱۷۳/۳، البحر الرائق ۲۴۴/۲)

سادات بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو زکوٰۃ (صدقات واجبہ) کے استعمال سے منع فرمایا ہے؛ لہذا خانوادہ ہاشمی (سادات، خانوادہ رسول) اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کو زکوٰۃ دینا کسی حال میں درست نہ ہوگا۔ (قوله وبنی ہاشم ومواليہم) ای لا يجوز الدفع

لهم لحديث البخارى: "نحن اهل بيت لا تحل لنا الصدقة" ولحديث ابى داؤد: مولى القوم من انفسهم. (البحر الرائق ۲/۲۴۶، بدائع الصنائع ۲/۱۶۲) من مسلم فقير غير هاشمى ولا مولاہ اى معتقہ. (الدر المختار على الشامى كراچى ۲/۲۵۸، ہندیہ ۱/۱۸۹، تاتارخانیہ زکریا ۳/۲۱۳، طحطاوى ۷۲۰ دار الكتاب دیوبند)

نوٹ: اس مسئلہ کے بارے میں ابو عصمہؓ کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ جہاں حکومت اسلامی کی طرف سے بنو ہاشم کے وظائف مقرر نہ ہوں، وہاں انہیں زکوٰۃ دینا درست ہے۔ مگر یہ قول فقہاء کے نزدیک مرجوح اور ناقابل اعتبار ہے۔ صحیح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ سادات بنو ہاشم کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں ہے؛ البتہ زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے علاوہ نفلی صدقات سے ان کی مدد کی جاسکتی ہے؛ بلکہ پیغمبر علیہ السلام سے نسبى نسبت کی بنا پر ان کی مالی خدمت بڑا کارِ ثواب ہے۔ و اطلق الحكم فى بنى هاشم ولم يقيد بزمان ولا بشخص لاشارة الى رد رواية ابى عصمة عن الامام انه يجوز الدفع الى بنى هاشم.....، اما التطوع والوقف فيجوز الصرف اليهم الخ. (لبحر الرائق ۲/۲۴۶)

بنو ہاشم سے کون لوگ مراد ہیں؟

بنو ہاشم سے درج ذیل ۵ خاندان کے افراد مراد ہیں: (۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد (۳) حضرت جعفر کی اولاد (۴) حضرت عقیل کی اولاد (۵) حضرت حارث بن عبد المطلب کی اولاد (ابولہب بھی اگر چہ بنو ہاشم میں ہے؛ لیکن اس کو اور اس کی اولاد کو یہ شرف حاصل نہیں ہے) وقيدہ المصنف فى الكافى تبعاً لما فى الهداية وشروحها بال على وعباس وجعفر وعقیل وحارث بن عبد المطلب ومشى عليه الشارح الزيلعى والمحقق فى فتح القدير وصرحها باخراج ابى لهب واولاده من هذا الحكم؛ لان حرمة الصدقة لبني هاشم كرامة من الله تعالى لهم ولذريتهم حيث نصروا النبي عليه الصلاة والسلام فى جاهليتهم واسلامهم،

وابولہب کان حریصاً علی اذی النبی ﷺ فلم يستحقها بنوہ. (البحر الرائق ۲/۲۴۶، شامی زکریا ۳/۲۹۹، بیروت ۳/۲۷۰، بدائع الصنائع ۲/۱۶۲، تاتارخانیہ زکریا ۳/۲۱۳، ہندیہ ۱/۱۸۹)

کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے

زکوٰۃ کا روپیہ کسی کافر پر صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ولا يجوز صرف الزکوٰۃ الی الکافر بلا خلاف، لحديث معاذ: خذها من أغنيائهم وردھا الی فقرائهم. (بدائع الصنائع ۲/۱۶۱، ہندیہ ۱/۲۰۵، البحر الرائق ۲/۲۴۲، تاتارخانیہ زکریا ۳/۲۱۱، درمختار زکریا ۳/۳۰۱) واما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزکوٰۃ إلیهم بالاتفاق. (عالمگیری ۱/۱۸۸)

پاگل اور نا سمجھ بچہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں

پاگل اور نا سمجھ بچہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ البتہ اگر ان کا ولی ان کی طرف سے قبضہ کر لے تو زکوٰۃ درست ہو جائے گی۔ سئل عبد الکرم عن دفع زکوٰۃ مالہ الی صبی قال ان کان مرأقاً یعقل الاخذ جاز والا فلا يجوز، ولو دفع الی المعتوہ فهو علی هذا التفصیل ولو دفع الی المجنون لا يجوز. (المحیط البرہانی ۳/۲۱۴) دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید..... جاز. (درمختار) وفي الشامی: قوله الی صبیان اقاربہ ای العقلاء والا فلا یصح الا بالدفع الی ولی الصغیر. (شامی زکریا ۳/۳۰۷، بیروت ۳/۲۷۷)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک ضروری ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے فقیر کو باقاعدہ مالک و قابض بنانا شرط ہے، تملیک کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لا يجوز الزکوٰۃ الا اذا قبضها الفقیر او قبضها من یجوز القبض له لو لایته علیہ. (المحیط البرہانی ۳/۲۱۴) ویشرط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ. (الدر المختار مع الشامی بیروت ۳/۲۶۳) الزکوٰۃ یجب فیہا تملیک المال لان الایتاء فی قوله تعالیٰ: ﴿وَاتُوا الزکوٰۃ﴾ یقتضی التملیک. (تبیین الحقائق ۲/۱۱۸، البحر الرائق ۲/۲۰۱)

زکوٰۃ کی رقم مسجد وغیرہ میں نہیں لگ سکتی

زکوٰۃ کی رقم براہ راست مسجد وغیرہ کی تعمیر اور اس کی ضروریات میں صرف کرنا درست نہیں

ہے۔ ولا یبنی بها مسجداً لانعدام التملیک وهو الرکن. (ہدایہ ۲۰۵/۱، درمختار زکریا

۲۹۱/۳، المخیط البرہانی ۲۱۲/۳، ہندیہ ۱۸۸/۱، تاتاریخانیہ ۲۰۸/۳، الفتاویٰ الولوالجیہ ۱۸۰/۱)

رفاہی اور مفاد عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ لگانا جائز نہیں

رفاہی ضروریات مثلاً راستوں، پلوں اور پانی کی ٹنکیوں شفا خانوں وغیرہ کی تعمیر میں زکوٰۃ

کا روپیہ لگانا درست نہیں ہے، ان جگہوں پر صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لا تصرف فی

بناء مسجد وقنطرة..... ورباط. (تاتاریخانیہ زکریا ۲۰۸/۳، ہندیہ ۱۸۸/۱، تبیین الحقائق

۱۲۰/۲) ولا یصرف إلی بناء مسجد (درمختار) وفي الشامی: قوله: (نحو

مسجد) کبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج

والجهاد وکل ما لا تملیک فیہ. (شامی بیروت ۳۶۳/۳، ہندیہ ۱۸۸/۱)

زکوٰۃ کے مال سے میت کی تجہیز و تکفین

میت کی تجہیز و تکفین میں براہ راست زکوٰۃ کا روپیہ لگانا جائز نہیں ہے (البتہ اگر سخت

ضرورت ہو تو کسی غریب مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دے دی جائے پھر وہ اپنی طرف سے تجہیز و تکفین میں

لگا دے تو ایسا کرنا درست ہوگا) ولا یجوز ان یکفن بہامیت الخ. (ہندیہ ۱۸۸/۱)

والحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ہذہ الاشیاء (درمختار) وفي

الشامی: ویكون له ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب ہذہ القرب. (شامی زکریا ۲۹۳/۳،

طحطاوی ۳۹۳، البحر الرائق زکریا ۴۲۳/۲، تبیین الحقائق ۱۲۱/۲) وحیلة التکفین بہا

التصدق علی الفقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لهما. (درمختار) وفي الشامی:

أی ثواب الزکوٰۃ للمزکی و ثواب التکفین للفقیر. (شامی بیروت ۱۷۷/۳)

زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کرنا

میت مقروض کا قرض زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ (البتہ مذکورہ حیلہ یہاں بھی اختیار کیا جاسکتا ہے) (مرتب) ولا یقضی بہا دین المیت۔ (ہندیہ ۱/۱۸۸، البحر الرائق ۲/۲، تبیین الحقائق ۲/۱۲۱)

زکوٰۃ کے مال سے فقراء کی دعوت

اگر مستحق فقراء کو ایک جگہ بٹھا کر کھانا کھلا دیا تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ان کو کھانے کا مالک بنانا ضروری ہے۔ (بعض مدارس میں یکجا بٹھا کر طلبہ کو کھانا کھلانے کا رواج ہے، تو منتظمین کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم تملیک کر کے کھانے میں خرچ کیا کریں، ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی) واما الاطعام ان دفع الطعام الیہ بیدہ یجوز ایضاً، وان کان لم یدفع الیہ ویأکل الیتیم لم یجز لانعدام الرکن وهو التملیک۔ (البحر الرائق کوئٹہ ۲/۲۰۱، ومثلہ فی البدائع ۱/۴۳) وأخرج بالتملیک الإباحة فلا تکفی فیہا فلو أطعم یتیمًا ناویاً بہ الزکاة لا تجزیہ إلا إذا دفع الیہ المطعوم۔ (طحطاوی ۳۸۹، الدر المختار علی رد المحتار ۳/۱۷۱، مجمع الانہر ۱/۹۲، الولو الجیۃ ۱/۱۷۸، تاتارخانیۃ زکریا ۳/۲۱۴)

زکوٰۃ میں فقیر کو عارضی طور پر مکان دینا

فقیر کو مکان ایک مدت تک رہنے کے لئے دیا اور اس کے کرایہ میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ وخرج بالمال المنفعة فلو أسکن فقیراً دارہ سنۃ ناویاً للزکاة لا یجزیہ۔ (طحطاوی ۳۸۹، الدر المختار علی لشامی ۳/۱۷۲، مجمع الانہر ۱/۹۲، البحر الرائق ۲/۲۰۱)

رفاہی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا

ہسپتال کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم لگانا جائز نہیں ہے؛ البتہ زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں خرید کر غرباء

اور مستحق لوگوں کو دینا شرعاً درست ہے؛ لیکن غیر مستحق لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم سے خریدی گئی دوائیں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ویشرط أن يكون الصرف تملیکاً لا إباحةً. (درمختار مع

الشامی بیروت ۲۶۳/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۴۶/۱۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴۰۵/۳)

مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ کے لئے زکوٰۃ خرچ کرنا

زکوٰۃ کا روپیہ مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں براہ راست خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اس مقصد کے لئے امدادی رقومات حاصل کرنی چاہئیں، اگر بہت سخت ضرورت ہو تو زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب شخص کو دے دیا جائے پھر وہ اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں لگا دے۔ لا یصرف إلی بناء نحو المسجد.....، وقدّمنا أن الحيلة لن يتصدق علی الفقیر، ثم یأمره

بفعل هذه الاشیاء. (شامی زکریا ۲۹۳/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۴۱/۱۴)

مدارس میں زکوٰۃ دینے میں دوہرا ثواب

مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں دوہرا ثواب ملے گا ایک زکوٰۃ کی ادائیگی کا دوسرے علم کی اشاعت اور دین کے تحفظ کا۔ مستفاد: التصدق علی الفقیر العالم أفضل من التصدق علی الجاهل. (عالمگیری ۱۸۷/۱، درمختار زکریا ۳۰۴/۳، بیروت ۲۷۵/۳، البحر الرائق ۴۳۶/۲،

تبیین الحقائق ۱۲۴/۲، احکام زکوٰۃ از: مفتی رفیع صاحب عثمانی ۴۴، فتاویٰ دارالعلوم ۲۱۸/۶)

تملیک اور حیلہ تملیک

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے غریب مستحق کو مالک بنانا شرط ہے، اور جہاں تملیک نہ پائی جائے (مثلاً تعمیرات یا رفاہی امور) وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی درست نہ ہوگی، اصل مسئلہ یہی ہے؛ لیکن فقہاء نے ضرورت کے موقع پر حیلہ تملیک کی گنجائش دی ہے۔ من علیہ الزکوٰۃ إذا أراد أن یکفن میتاً عن زکوٰۃ ماله لا یجوز، فالحيلة أن يتصدق بها علی فقیر من أهل الميت ثم هو یکفن به الميت فیکون له ثواب الصدقة ولأهل الميت ثواب

التكفين، وكذلك في جميع أبواب البر الذي لا يقع به التملك كعمارة المساجد وبناء القناطر والرباطات لا يجوز صرف الزكاة إلى هذه الوجوه. والحيلة أن يتصدق بمقدار زكاة على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة. (تأثر خانية زكريا ۳۱۸/۱۰)

قنبیہ: یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیلہ اصل قانون کا درجہ نہیں رکھتا؛ بلکہ واقعی ضرورت کی تکمیل اور قانون کے حدود کی حفاظت کے لئے حیلہ اختیار کرنے کی اجازت مجبوراً دی جاتی ہے، اور حیلہ کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر منشأ شریعت کی تکمیل کے لئے حیلہ کیا جائے تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہوتی ہے، اور اگر مقاصد شریعت کو نظر انداز کر کے حیلہ کیا جائے تو ایسا حیلہ سخت مکروہ ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص اپنے اوپر زکوٰۃ کے وجوب کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرے تو اس کی اجازت نہ ہوگی؛ البتہ اگر دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے حیلہ کیا جائے جب کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو تو یہ بلا کراہت درست ہوگا۔ مثلاً کسی جگہ دینی پسماندگی کی وجہ سے مسلم آبادی کا دین و ایمان خطرہ میں ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ امدادی رقوم سے وہاں دینی تعلیم کا نظام قائم کرنا مشکل ہے، تو اس طرح کی سخت ضرورتوں کے مواقع پر حیلہ تملیک کی گنجائش ہوتی ہے، اور جہاں حیلہ کے بغیر ضرورت پوری ہو سکتی ہو تو وہاں حیلہ تملیک جائز نہ ہوگا۔ فذهب علماءنا رحمہم اللہ تعالیٰ أن کل حيلة یحتال بها الرجل لأبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فہی مکروہۃ، وفي العیون وفي جامع الفتاوی لا یسعه ذلک. وکل حيلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام أو لیتوصل بها إلى حلال فہی حسنة. (تأثر خانية زكريا ۳۱۳/۱۰، کفایت المفتی ۲۸۵/۴)

آج کل حیلہ تملیک اپنانے میں بہت لا پرواہی برتی جاتی ہے، اور عام طور پر حیلہ ہی کو قانون کا درجہ دے دیا گیا ہے، چنانچہ زکوٰۃ کی رقومات بے تکلف حیلہ تملیک کے بعد غیر مصارف میں صرف کی جاتی ہیں، اور اس بے احتیاطی کا کوئی احساس تک نہیں ہوتا، حالاں کہ یہ معاملہ بہت

نازک ہے، مبتلا بہ شخص کو فی مابینہ و بین اللہ دیاۓ فیصلہ کرنا چاہئے کہ آیا واقعۃً حیلہ تملیک کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ضمیر مطمئن ہو تو اس کا اقدام کیا جائے ورنہ اس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاویٰ ۳۸۷۳-۵۶ مفتی احمد خانپوری مدظلہ)

حیلہ تملیک کی کئی صورتیں

(۱) فقیر کو زکوٰۃ کے مال کا بالکل مالک بنا دیا جائے، پھر اس سے کہا جائے کہ فلاں جگہ پر خرچ کی ضرورت ہے، تم اپنی طرف سے وہاں خرچ کر دو، تو اگر وہ برضا و رغبت اس جگہ خرچ کر دے گا تو اس عمل کا اسے ثواب ملے گا، اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی۔
والسحیلۃ لمن اراد ذالک ان يتصدق ينوی الزکوۃ علی فقیر ثم یأمر بعد ذلک بالصرف إلی هذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب الصدقة وذلک الفقیر ثواب هذا الصرف۔ (تاتارخانیہ زکریا ۲۰۸/۳، فتاویٰ محمودیہ ذابھیل ۵۰۵/۹)

(۲) فقیر سے کہا جائے کہ تم اپنے طور پر قرض لے کر فلاں ضرورت میں خرچ کر دو، اور خرچ کے بعد فقیر کے قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم سے کر دی جائے، تو ایسی صورت میں بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ والدفع إلی من علیہ الدین أولى من الدفع إلی الفقیر۔ (ہندیہ ۱۸۸/۱)

(۳) مدرسہ کا جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ، تعلیم و تنخواہ مدرسین آتا ہو اس کو طلبہ کی تعداد پر تقسیم کر کے جو حاصل آئے اتنی رقم ہر طالب علم پر بطور فیس مقرر کر دی جائے، اور ہر مہینے فیس کے بقدر رقم بطور وظیفہ طالب علم کو دے کر اس سے بطور فیس واپس لے لی جائے، تو فیس کی شکل میں جو رقم واپس آئے گی اس کو مدرسہ کی ہر طرح کی ضرورت میں خرچ کرنا جائز رہے گا۔ (فتاویٰ رحمیہ ۱۵۰/۵، فتاویٰ محمودیہ ذابھیل ۶۰۳/۹، محمود الفتاویٰ ۲/۲۷۷)

کیا داخلہ فارم پر لکھا ہوا وکالت نامہ حیلہ تملیک کے لئے کافی ہے؟
آج کل بعض مدارس میں طلبہ سے فارم داخلہ پر لکھوا لیا جاتا ہے کہ: ”میں مہتمم صاحب کو

اپنی طرف سے مدرسہ کے فنڈ میں سے زکوٰۃ وصول کر کے ضروریات میں خرچ کرنے کا اختیار دیتا ہوں، اور محض اس اجازت کو حیلہ تملیک کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ یہ محض کاغذی کارروائی ہوتی ہے اس میں عملاً قبضہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، بریں بنا اس توکیل کو معتبر ماننے میں بعض اکابر مفتیانِ عظام نے بجا طور پر تردد ظاہر کیا ہے۔ (دیکھئے: محمود الفتاویٰ ۴۲۲-۴۳)

تاہم یہ حیلہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ ہر طالب علم کے نام کھاتہ کھول کر ایک خاص رقم اس کی طرف اس طرح منتقل کی جائے کہ وہ اس میں خود تصرف کرنے کا مجاز ہو، اس کے بعد وہ مہتمم مدرسہ کو اپنے کھاتے سے رقم نکالنے کی اجازت دے تو یہ اجازت معتبر مانی جائے گی، اس کے برخلاف جہاں اصل پر طالب علم کا کچھ اختیار نہیں ہے وہاں توکیل کا کیا مطلب ہے؟ (مرتب)

مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟

اصل میں مدرسہ کا مہتمم چندہ دہندگان کا وکیل ہے کہ وہ اس چندہ کی رقم کو مصارف میں خرچ کرے؛ لیکن بعض اکابر نے اسے بعض خاص مسائل میں من وجہ طلبہ مدرسہ کا بھی وکیل مانا ہے، اسی بنا پر مہتمم کے قبضہ میں آتے ہی معطیان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا قول کیا جاتا ہے۔ (مستفاد: تذکرۃ الرشید ۱۶۴-۱۶۵، امداد الفتاویٰ ۳/۳۱۶، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۴/۲۷۵-۲۷۶، ذابھیل ۹/۵۱۱) مستفاد: بخلاف

ما إذا ضاعت فی ید الساعی لان یدہ کیلید الفقراء۔ (درمختار کراچی ۲۷۰/۲)

جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہو اس میں زکوٰۃ صرف کرنا

جس مدرسہ یا مکتب میں فی الوقت زکوٰۃ کا مصرف موجود نہ ہو اس کے لئے زکوٰۃ کی رقم چندہ میں اکٹھا کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۴/۲۹۷-۲۹۸)

مقروض کے قرض کو معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی

مقروض کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر کسی نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کر لیا تو یہ درست ہے۔ ولا یجزی عن الزکاة دین ابری

عنه فقير بنيتها. (طحطاوی ۳۹۰) والحيلة أن يعطى المديون زكاته ثم يأخذها عن دينه. (طحطاوی ۳۹۰، ومثله في الشامي زكريا ۱۹۰/۳، البحر الرائق ۲۱۱/۲، هندية ۱۷۱/۱)

زکوٰۃ کی رقم حج میں لگانا

کوئی شخص اپنی ذاتی زکوٰۃ کی رقم خود اپنے حج فرض یا نفل میں خرچ نہیں کر سکتا، اس سے اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (البتہ کسی غریب مستحق شخص کو زکوٰۃ کی رقم ادا کی اور وہ اس رقم سے حج کو چلا جائے تو اس کی اجازت ہے) ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر..... والحج الخ. (ہندیہ ۱۸۸/۱، تبیین الحقائق ۱۲۰/۲، شامی بیروت ۲۶۳/۳)

مال زیادہ سمجھ کر زیادہ زکوٰۃ ادا کر دی

اگر کسی شخص نے مال کا حساب لگایا، اس کے بعد زکوٰۃ ادا کر دی، پھر دوبارہ حساب لگایا تو مال کم نکلا، تو زائد زکوٰۃ کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرنا درست ہے۔ رجل ظن أن ماله خمس مائة فأدى زكاة خمس مائة ثم ظهر أن ماله أربع مائة كان له أن يجعل الزيادة من السنة الثانية؛ لأن الزيادة إن لم تقع زكاة أمكن جعلها تعجيلاً فتجعل تعجيلاً. (فتاویٰ قاضی نحاں علی ہامش الہندیہ ۲۶۳/۱)

زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا

بہتر ہے کہ ہر شہر والے اپنی زکوٰۃ اپنے شہر کے فقراء و مستحقین پر صرف کریں؛ لیکن اگر دوسری جگہ کے لوگ زیادہ مستحق ہوں تو دوسری جگہ زکوٰۃ کی رقم بھیجنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً بہت سے رشتہ دار ضرورت مند دوسرے شہر میں رہتے ہوں، یا بہت سے مدارس ایسے پسماندہ علاقوں میں واقع ہیں جہاں تعاون کرنا دین کی بقا کے لئے ضروری ہے تو وہاں زکوٰۃ کی رقم بھیجنا نہ صرف جائز بلکہ زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ ویکره نقل الزكاة من بلد إلى بلد..... إلا أن

ينقلها الإنسان إلى قرابته أو إلى قوم هم أحوج من أهل بلده لما فيه من الصلة أو زيادة دفع الحاجة. (هداية ۲۰۸/۱، عالمگیری ۱۹۰/۱ ومثله في المحيط البرهانی ۴۴۰/۲، مجمع الانهر ۲۲۶/۱) أو إلى طالب علم، وفي المعراج: التصديق على العالم الفقير افضل. (درمختار زکریا ۳۰۴/۳)

رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب

رمضان المبارک میں چوں کہ ہر فرض عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اس لئے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی امید ہے۔ (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰۃ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسب ضرورت و مصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے) فی الحدیث الطویل ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه. (الحدیث) (الترغیب والترہیب ۵۷/۲، البیہقی فی شعب الإیمان ۳۰۵/۳، مشکاة شریف ۱۷۳، جامع الاحادیث للسيوطی ۱۳۸/۹ حدیث: ۲۷۶۲۷)

زکوٰۃ کی رقم چوری ہوگئی

اگر زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے رکھی ہوئی تھی اور وہ چوری ہوگئی یا کسی اور طرح ضائع ہوگئی، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی دوبارہ ادا کی جائے؛ اس لئے کہ مصرف پر خرچ نہیں ہوئی، اور تملیک نہیں پائی گئی۔ لو افرز من النصاب خمسة ثم ضاع لا تسقط عنه الزکوٰۃ. (البحر الرائق کراچی

۱۸/۲، تاتارخانیہ زکریا ۲۴۰/۳، ہندیہ ۱۸۲/۱، خانۃ ۲۶۲/۱)



صدقۃ الفطر کے مسائل

روزہ کی زکوٰۃ

روزہ دار کتنا ہی اہتمام کرے روزہ کے دوران کچھ نہ کچھ کوتاہی ہو ہی جاتی ہے، کھانے پینے اور روزہ توڑنے والی باتوں سے بچنا تو آسان ہوتا ہے لیکن لغو کلام، فضول مصروفیات اور نامناسب گفتگو سے مکمل احتراز نہیں ہو پاتا، اس لئے اس طرح کی کوتاہیوں کی تلافی کے لئے شریعت میں رمضان المبارک کے ختم پر صدقۃ الفطر کے نام سے گویا کہ روزہ کی زکاۃ الگ سے واجب قرار دی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً
لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً
لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ
فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ
الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ
(ابوداؤد شریف حدیث ۱۶۰۹، سنن
ابن ماجہ ۲۲۷/۱، حدیث: ۱۸۲۷)

نبی اکرم ﷺ نے صدقۃ فطر کو ضروری قرار دیا جو روزہ دار کے لئے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اور مسکینوں کے لئے کھانے کا انتظام ہے، جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کر دے تو یہ مقبول زکاۃ ہوگی اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صدقۃ فطر واجب ہونے کے دو مقاصد ہیں: (۱) روزہ کی کوتاہیوں کی تلافی۔ (۲) امت کے مسکینوں کے لئے عید کے دن رزق کا انتظام، تاکہ وہ بھی اس روز لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ اسی لئے پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ: **أَغْنَوْهُمْ عَنِ السُّؤَالِ فِي هَذَا الْيَوْمِ۔** (منہاج المسلم ۴۳۴) یعنی اس دن مسکینوں پر اتنا خرچ کرو کہ وہ سوال سے بے نیاز ہو جائیں۔

اس لئے صاحب وسعت مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صدقۃ فطر بروقت ادا کرنے کا اہتمام کریں، جیسا کہ حدیث بالا میں فرمایا گیا کہ نماز عید سے پہلے صدقۃ فطر ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے، اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عید سے دو تین دن پہلے ہی صدقۃ الفطر ادا کر دیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد شریف حدیث: ۱۶۱۰) اور یہ مناسب بھی ہے تاکہ مستحق حضرات پہلے ہی سے غیر کی تیاری کر سکیں۔

اب ذیل میں صدقۃ الفطر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

جو شخص زندگی کی لازمی ضروریات کے علاوہ اتنی قیمت کے مال کا مالک ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو سکے اس شخص پر عید الفطر کے دن صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے وجوب میں قدرے فرق ہے، زکوٰۃ میں مال نامی ہونا لازمی ہے، صدقہ فطر میں یہ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کا وجوب سال گزرنے کے بعد ہوتا ہے، صدقہ فطر فوراً واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اس معاملہ میں زکوٰۃ اور صدقہ الفطر متحد ہیں کہ یہ مال قرض اور ضرورت اصلی سے زائد ہونا چاہئے، ورنہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر واجب نہ ہوگا)۔ تجب علی حر مسلم مکلف مالک لنصاب او قیمتہ وان لم يحل عليه الحول۔ (طحاوی ۳۹۴، تاتارخانیہ زکریا

(۴۵۳/۳، ہدایہ ۲۰۸/۱)

خالی پڑے مکانات کی قیمت پر صدقہ فطر واجب ہے

اگر کسی کے پاس کئی مکانات ہیں ایک میں وہ رہتا ہے بقیہ خالی پڑے ہیں اور ان کی قیمت نصاب یا اس سے زائد ہے اور ان پر اس کا گزارہ نہیں تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ (بہشتی زیور ۳۲/۳) واذا كان داراً لا يسكنها ويؤجرها او لا يؤجرها تعتبر قيمتها في الغناء، وكذا إذا سكنها وفضل شيء عن سكنها تعتبر قيمة الفاضل في النصاب، ويتعلق بهذا النصاب احكام وجوب صدقة الفطر۔ (تاتارخانیہ زکریا ۴۵۴/۳، خانیہ علی الہندیہ

(۲۲۷/۱، بزازیہ علی الہندیہ ۱۰۶/۴)

مسافر پر صدقہ فطر

جس طرح صاحب نصاب مقیم پر صدقہ فطر واجب ہے اسی طرح مسافر مستطیع پر بھی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، اور عید کے دن وہ مسافر جہاں موجود ہو وہیں کی قیمت لگائی جائے گی۔ فتجب علی مسافر..... ويعتبر مكانه لنفسه..... وعليه الفتوى۔ (الدر المستقى علی

مجمع الانهر ۲۲۶/۱، الفتاویٰ الولوالجیہ ۲۴۴/۱)

جو مریض رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو اس پر صدقہ فطر جو شخص بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو؛ لیکن وہ عید الفطر کی صبح صادق کے وقت صاحب نصاب ہو تو اس پر صدقہ فطر لازم ہوگا۔ المسافر والمريض اذا افطرا في رمضان لا تبطل عندهما صدقة الفطر. (الولوالحیة ۲۴۴/۱) من سقط عنه الصوم بعذر لم تسقط فطرته. (طحطاوی ۳۹۵، خانہ ۲۳۰/۱، تاتارخانیہ زکریا ۴۶۳/۳، ہندیہ ۱۹۲/۱)

مال ضائع ہونے کے باوجود صدقہ الفطر کا وجوب برقرار

اگر کسی شخص پر حسب ضابطہ صدقہ الفطر واجب ہو چکا تھا، پھر اس کا سب مال ضائع ہو گیا تو بھی صدقہ الفطر اس سے ساقط نہ ہوگا؛ بلکہ جب بھی گنجائش ہوگی اس پر صدقہ فطر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ ان صدقة الفطر تتعلق بذمة المؤدی لا بماله..... بدلیل انه لو هلك ماله لا تسقط الصدقة. (بدائع الصنائع زکریا ۲۰۸/۲) فلا تسقط الفطرة..... بهلاك المال بعد الوجوب. (درمختار زکریا ۳۱۴/۳، خانہ ۲۳۲/۱)

صدقہ الفطر کے وجوب کا وقت

صدقہ الفطر کے واجب ہونے کا وقت عید الفطر کی صبح صادق ہے؛ لہذا جو شخص اس وقت کو نصاب کے مالک ہونے کی حالت میں پائے اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔ ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر. (ہندیہ ۱۹۲/۱، ومثله فی البدائع الصنائع ۲۰۶/۲، خانہ ۲۳۲/۱، ہدایہ ۲۱۱/۱، تاتارخانیہ زکریا ۴۵۱/۳)

مال دار عید کے دن سے قبل فقیر ہو گیا

جو شخص پہلے سے مال دار اور صاحب نصاب تھا؛ لیکن عید الفطر کی صبح صادق سے قبل فقیر ہو گیا اور اس نے فقیر ہونے کی حالت میں صبح کی تو اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔ ولو افتقر الغنی قبله لم تجب. (ہندیہ ۱۹۲/۱، شامی زکریا ۳۲۲/۳)

فقیر شخص عید کے دن صبح صادق سے پہلے مال دار ہو گیا

جو شخص فقیر تھا؛ لیکن عید الفطر کی صبح صادق سے قبل مالدار ہو گیا اور اس نے مالدار ہونے کی حالت میں صبح کی تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ او کان فقیراً فاستغنی ان کان ذلک قبل طلوع الشمس تجب علیہ الفطرة۔ (بدائع الصنائع زکریا ۲۰۶/۲ ہندیہ ۱۹۲/۱)

فقیر شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد مال دار ہوا

اگر کسی شخص نے عید کے دن فقیر ہونے کی حالت میں صبح صادق کی اس کے بعد وہ اسی دن نصاب کے بقدر مالک ہو گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔ او کان فقیراً فاستغنی ان کان ذلک قبل طلوع الشمس تجب علیہ الفطرة، وان کان بعده لا تجب علیہ۔ (بدائع الصنائع زکریا ۲۰۶/۲، شامی زکریا ۳۲۲/۳)

نابالغ بچوں کی طرف سے صدقہ فطر

جو نابالغ بچے خود کسی نصاب کے مالک نہ ہوں ان کی طرف سے ان کے باپ پر صدقہ فطر نکالنا واجب ہے، اور اگر وہ بچے خود صاحب نصاب ہوں تو ان کے مال میں سے صدقہ فطر نکالا جائے گا۔ وتجب عن نفسه وطفله الفقير الخ۔ (عالمگیری ۱۹۲/۱) وان كانوا اغنياء يخرجها من مالهم۔ (طحطاوی علی المراقی ۳۹۴، ہدایہ ۲۰۸/۱، تاتارخانیہ زکریا ۴۶۰/۳)

کم فہم یا پاگل اولاد کی طرف سے صدقہ فطر

اگر کوئی آدمی عقل کے اعتبار سے کمزور یا پاگل ہو تو اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالا جائے گا اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہو، یعنی اگر وہ فقیر ہو تو باپ اپنے مال سے اس کا صدقہ فطر نکالے گا، اور اگر وہ مجنون خود مال دار ہو تو اس کے مال سے صدقہ فطر نکالا جائے گا۔ والمعتوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان الجنون اصلياً بان بلغ مجنوناً او عارضياً هو الظاهر من المذهب۔ (تاتارخانیہ زکریا)

(۴۶۰/۳) حتی تجب علی الصبی والمجنون اذا کان لهما مال.....، قلت فلو کانا فقیرین لم تجب علیهما بل علی من یمونھما. (شامی زکریا ۳/۳۱۳، عالمگیری ۱/۱۹۲)

بڑی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر

عاقلاً بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا باپ پر ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ بچے باپ کی پرورش میں رہتے ہوں اور باپ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے تو درست ہو جائے گا۔ لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو أدى عنهما بلا إذن أجزاء استحساناً للإذن عادة أي لو فی عیالہ وإلا فلا. (درمختار زکریا ۳/۳۱۷، تاتاریخانیہ ۳/۴۵۹-۴۶۱،

هدایہ ۱/۲۰۹، البحر الرائق ۲/۲۵۲ کراچی)

کیا بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر ہے؟

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر اس کی طرف سے ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا، خواہ بیوی سے اجازت لی ہو یا نہ لی ہو۔ ولا یخرج احد الزوجین عن صاحبه.....، ولو اعطی صدقة الفطر عن زوجته اجزاء وان لم یأمره ذلک، وفی الخانیة وعلیہ الفتوی. (تاتاریخانیہ زکریا ۳/۴۶۰-۴۶۱، درمختار بیروت ۳/۲۸۵، زکریا ۳/۳۱۷، هدایہ

۱/۲۰۹، مرقی الفلاح ۳۹۵)

حمل کی طرف سے صدقہ الفطر واجب نہیں

جو بچہ عید الفطر کے روز ماں کے پیٹ میں ہو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ ولا یخرج عن الحمل لانعدام کمال الولاية ولانه لا یعلم حیوۃ.

(بدائع الصنائع زکریا ۲/۲۰۳، ہندیہ ۱/۱۹۲، خانیہ ۱/۲۳۰، تاتاریخانیہ زکریا ۳/۴۶۲)

مرحومین کی طرف سے صدقہ الفطر نہیں

جس شخص کا انتقال عید الفطر کی صبح صادق سے قبل ہو جائے اس کی طرف سے صدقہ فطر

واجب نہیں ہوتا۔ فمن مات او افتقر قبله لا تلزمه. (مرآۃ الفلاح ۳۹۵، درمختار مع

السامی زکریا ۳۲۲/۳، ہندیہ ۱۹۲/۱)

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت

مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن نماز عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کر دیا جائے۔ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر بأخراج الزکوۃ قبل الغدو للصلاة یوم الفطر. (ترمذی شریف ۱۴۶/۱) والمستحب ان ینخرج الناس الفطرۃ یوم الفطر قبل الخروج الی المصلی. (ہدایہ ۲۱۱/۱، تاتارخانیہ زکریا

۴۵۱/۳، ہندیہ ۱۹۲/۱، خانۃ ۲۳۲/۱)

صدقۃ فطر رمضان میں ادا کرنا

صدقۃ فطر رمضان المبارک میں بھی دینا درست ہے؛ البتہ رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا مفتی بہ قول کے مطابق درست نہ ہوگا۔ والمختار إذا دخل شهر رمضان یجوز وقبلہ لا یجوز، وفي الظہیریۃ: وعليہ الفتوی. (تاتارخانیہ زکریا ۴۵۲/۳)

عید کی نماز کے بعد صدقۃ فطر ادا کرنا

افضل یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز سے قبل فطرہ ادا کر دیا جائے؛ لیکن اگر اس وقت ادا نہ کیا تو بعد میں جب چاہے ادا کر سکتا ہے، اور جب بھی ادا کرے گا وہ ادا ہی کہلائے گا، اس کو قضاء نہیں کہا جائے گا۔ ولا تسقط صدقۃ الفطر بالتاخیر وان طال وکان مؤدیاً لا قاضیاً. (مجمع

الانہر ۲۲۸/۱، بدائع الصنائع ۲۰۷/۲، البحر الرائق زکریا ۴۴۵/۲)

صدقۃ فطر کی شرعی مقدار

صدقۃ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور، کشمش یا جو یا نصف صاع گیہوں (یا اس کا آٹا یا ستو) ہے نصف صاع کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے ایک کلو ۵۷۵ گرام ۶۴۰ ملی گرام ہوتی ہے، اس کی

قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ وہی نصف صاع من بر او دقیقه او سویقہ او صاع تمر او زبيب او شعیر۔ (حاشیہ لطلحاوی علی لمراقی ۳۹۵) ان الصاع من الزبيب منصوص علیہ فی الحدیث الصحیح فلا تعتبر فیہ القیمۃ۔ (شامی زکریا ۳/۳۱۹، استفاد: ایضاح لمسائل ۹۸)

صاحب حیثیت لوگوں کے لئے مشورہ

آج کل نصف صاع کے اعتبار سے ایک صدقہ فطر کی مقدار (بہت کم بیٹھتی ہے، جو بڑے مال داروں کے لئے کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رکھتی، اس لئے ایسے لکھ پتی اور کروڑ پتی سرمایہ دار حضرات کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے نصف صاع گیہوں کی قیمت لگانے کے بجائے ایک صاع (تین کلوڈیڑھ سو گرام) کھجور یا کشمش کا حساب لگایا کریں، اس میں ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور فقراء کا نفع زیادہ ہوگا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بصرہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: پیغمبر علیہ السلام نے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گیہوں کا صدقہ ضروری قرار دیا ہے، جو ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر لازم ہے، لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہاں تشریف لائے اور یہ دیکھا کہ گیہوں کا بازاری بھاؤ سستا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر وسعت فرمائی ہے، اس لئے اگر تم صدقہ فطر ہر چیز کا ایک صاع کے حساب سے نکالو تو زیادہ بہتر ہے۔ (ابوداؤد شریف ۲۲۹/۱ حدیث: ۱۶۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ وسعت رکھنے والے صاحب حیثیت لوگوں کو اضافہ کے ساتھ صدقہ فطر نکالنا چاہئے۔ قال فی البذل: قوله صاعاً من کل شیء ای من الحنطة وغیرھا لکان احسن۔ (بذل المجہود بیروت ۴۵۴/۶)

صدقہ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہے

صدقہ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہوتا ہے، کنٹرول یا راشن کی دوکانوں کے ریٹ کا اعتبار

نہیں ہے۔ مستفاد: ویقوم فی البلد الذی المال فیہ. (درمختار مع الشامی زکریا ۲۱۱/۳، ہندیہ ۱۸۰/۱، فتح القدیر ۲۱۹/۲، فتاویٰ رحیمیہ ۱۱۳/۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۶۲۴/۹)

چاول وغیرہ سے صدقہ فطر ادا کرنا

اگر منصوص اشیاء (گیہوں، جو، کھجور، کشمش) کے علاوہ غلہ جات مثلاً چاول کے ذریعہ صدقہ فطر ادا کیا جائے تو اس میں وزن کا نہیں؛ بلکہ قیمت کا اعتبار ہوتا ہے، یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کی جو قیمت بازار میں ہو اس کے بقدر چاول لے کر اسے صدقہ کر دیا جائے۔
وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة. (درمختار کراچی ۳۶۴/۲، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۸۳/۱۴، مرغوب الفتاویٰ ۳۸۴/۳)

ایک فقیر کو پورا صدقہ فطر دیں

بہتر یہ ہے کہ ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی مستحق فقیر کو دیا جائے اور ایک صدقہ فطر متعدد فقراء کو تقسیم کر کے دینا کم از کم مکروہ تنزیہی ہے؛ البتہ کئی لوگوں پر واجب ہونے والا صدقہ فطر ایک فقیر کو دینے میں حرج نہیں۔ ویتحصل من هذا الجواب أن الدفع إلى متعدد مکروہ تنزیہاً ککراهة التأخیر. (شامی بیروت ۲۹۱/۳، زکریا ۳۳۲/۳) ویجوز دفع ما يجب علی جماعة إلی مسکین واحد کذا فی التبيين. (عالمگیری ۱۹۳/۱، تاتارخانیہ زکریا ۴۶۱/۳)

سادات کے لئے صدقہ الفطر حلال نہیں

سادات (خانوادہ بنی ہاشم) کو صدقہ الفطر دینا درست نہیں ہے۔ ولو اعطی الی بنی ہاشم لا یجوز. (تاتارخانیہ زکریا ۴۶۱/۳، مراقی الفلاح ۳۹۳، ہندیہ ۱۸۹/۱، ہدایہ ۲۰۶/۱)

فطرہ کی رقم مسجد یا قبرستان میں لگانا

فطرہ کی رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے؛ لہذا جس طرح مسجد اور قبرستان وغیرہ میں

زکوٰۃ لگانا جائز نہیں اسی طرح فطرہ کی رقم لگانا بھی درست نہ ہوگا۔ ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزکوٰۃ، کذا فی الخلاصۃ. (ہندیہ ۱۹۴/۱) ویشترط ان یکون الصرف تمليکاً لا ابا حۃ.....، لا یصرف الی بناء مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دينه.

(درمختار مع الشامی زکریا ۲۹۱/۳، البحر الرائق ۲۴۳/۲)

صدقہ فطر کا فر فقیر کو دینا

صدقہ فطر ذمی کا فر فقیر کو دینے کی گنجائش ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمان کو دیا جائے (اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض مشائخ نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے؛ لیکن صاحب ہدایہ اور متون کی عبارات جواز پر دال ہیں؛ البتہ جو کافر مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں جنہیں اصطلاح میں حربی کہا جاتا ہے ان کو زکوٰۃ یا صدقہ فطر وغیرہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے)۔ و جاز دفع غیرھا و غیر العشر و الخراج إلیه ای الذمی ولو واجباً کنذر و کفارة و فطرة خلافاً للثانی و بقوله یفتی و أما الحربی ولو مستأمناً فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقاً. (درمختار) و فی الشامی قلت: لکن کلام الهدایة و غیرھا یفید ترجیح قولھما و علیہ المتون. (شامی بیروت ۲۷۲/۳، زکریا ۳۰۱/۳، ہندیہ ۱۸۸/۱، تاتارخانیہ زکریا ۴۶۱/۳، بہشتی

زیور اختری حاشیہ ۱۳۶/۳)

مسافر شخص صدقہ الفطر میں کہاں کا حساب لگائے؟

مسافر صاحب نصاب شخص عید کے دن خود جہاں موجود ہو اسی جگہ کے اعتبار سے صدقہ فطر کی قیمت لگائے گا (مثلاً ہندوستان کا رہنے والا شخص اگر عید کے دن سعودی عرب میں موجود ہو تو وہ سعودی عرب میں نصف صاع گیہوں کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کرے گا) فتجب علی مسافر و یعتبر مکانہ لنفسہ الخ و علیہ الفتویٰ. (الدر المنقی ۲۲۶/۱، الولوالجیہ ۳۴۴/۱)

غیر ملک میں مقیم شخص کا صدقہ فطر کس حساب سے نکالیں؟

اگر کوئی غیر ملکی شخص مثلاً ہندوستان میں اپنا صدقہ فطر ادا کرانا چاہے تو اسے ہندوستان کی نہیں؛ بلکہ اپنے ملک کی قیمت کا اعتبار کرنا ہوگا (مثلاً ہندوستان کا کوئی شخص ملازمت کے لئے دوسرے ملک گیا ہوا ہے اور وہ وہاں سے اپنے گھر والوں کو فون کرتا ہے کہ اس کا صدقہ فطر وطن میں ادا کر دیا جائے تو وہ جس ملک میں مقیم ہے وہاں نصف صاع گیہوں کی جو قیمت بنتی ہے اسی اعتبار سے اس کی طرف سے صدقہ فطر نکالا جائے گا، ہندوستان کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا) و يعتبر مكانه

لنفسه الخ وعليه الفتوى. (الدر المنقى ۲۲۶/۱، الولوالجية ۲۴۴/۱)



کتاب الاضحیۃ

(قربانی کے منتخب مسائل)

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ
عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ
فَلَهُ اسْلِمُوا ۖ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ
وَجَلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّبِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ
وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالْبُدْنَ
جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا
مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا
لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا
دِمَآؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا
لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۖ وَبَشِّرِ
الْمُحْسِنِينَ ۝

(الحج: ٣٤ - ٣٧)



ترجمہ: اور ہر قوم کے واسطے ہم نے قربانی مقرر کر دی ہے؛ تاکہ وہ اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں کو ذبح کرتے ہوئے جو ان کو اللہ نے عطا فرمائے ہیں، پس تمہارا معبود ایک اللہ ہے، سو اسی کی تابع داری کرتے رہو، اور آپ (اے پیغمبر!) عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔ جو ایسے لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا نام لیجئے تو ان کے دل کانپ جائیں اور جو ان پر پڑنے والی (مصیبتوں) کو جھیلنے والے ہیں، اور نماز کے قائم رکھنے والے ہیں، اور ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے کچھ نہ کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور (ہم نے) کعبہ پر پیش کرنے کے لئے تمہارے لئے اونٹ مقرر کئے ہیں جو تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں ہیں (اس سے حج کی قربانیوں کی طرف اشارہ ہے) تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے، سو ان پر لائن لگا کر اللہ کا نام پڑھو، پھر جب ان کے کروٹ گر پڑیں (یعنی انہیں ذبح کر دیا جائے) تو ان میں سے کھاؤ اور کھلاؤ صبر سے بیٹھ رہنے والے اور بے قراری کا اظہار کرنے والے (محتاجوں) کو، اسی طرح ہم نے (ان جانوروں کو) تمہارے بس میں کر دیا؛ تاکہ تم احسان مانو۔ اللہ کے دربار میں ان کا نہ تو گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون؛ لیکن اس کے دربار میں تمہارے دل کا ادب ہی باریاب ہوتا ہے (کہ کس نیت سے قربانی پیش کی گئی) اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا کہ تم اللہ کی بڑائی پڑھو، اس بات پر کہ تم کو (اللہ نے صحیح) راہ سجھائی، اور اے پیغمبر! آپ نیکی کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔



مسائل قربانی

عظیم قربانی؛ جو یادگار بن گئی

یہ انسانی تاریخ کا ایسا اثر انگیز واقعہ ہے جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ذرا تصور کیجئے کہ ۸۶ سالہ بوڑھا شخص جو آرزو کے باوجود ابھی تک اولاد کی نعمت سے سرفراز نہ تھا، اور بارگاہِ خداوندی میں سراپا سوال بن کر یہ دعا کیا کرتا تھا:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ. (الصفت: ۱۰۰) اے میرے رب مجھے نیک اولاد سے نواز دے۔

بالآخر ایک دن اس کی یہ فریاد اس کے رب نے سن لی، اور ایک حلیم، بردبار اور باوقار بیٹے کی نہ صرف بشارت سنائی؛ بلکہ ”ہونہار اسماعیل“ کی صورت میں۔ وہ مبارک بیٹا عطا بھی کر دیا گیا۔ بوڑھے کی اولاد کی قدر وہی جان سکتا ہے جسے ایسے حالات سے سابقہ پڑا ہو؛ لیکن وہ باپ جسے یہ بیٹا عطا ہوا تھا وہ کوئی عام انسان نہ تھا، وہ تو اللہ کا خلیل اور تو حید و انابت الی اللہ میں اپنے بعد آنے والی انسانیت کا امام بننے والا تھا، اس لئے رب العالمین کے دستور کے مطابق اطاعت و انقیاد اور بے چون و چرا مثال امر کی کسوٹی پر اسے پرکھنے کا عمل شروع ہوا؛ چنانچہ اولاد اس معصوم جگر کے ٹکڑے کو اس کی والدہ ماجدہ کے ساتھ۔ مکہ معظمہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آنے کا حکم صادر ہوا۔ جسے وہ اللہ کا سچا خلیل پوری خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے بلاتا خیر بجالایا، دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ مکہ معظمہ جو کسی زمانہ میں غیر آباد تھا اب آباد ہو چکا تھا۔ اور وہ نور نظر، لخت جگر پیارا سا ”اسماعیل“ اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اور امید ہو چلی تھی کہ یہ ہونہار بیٹا اب اپنے بوڑھے باپ کا سہارا بنے گا، اور ضعف و کمزوری کی عمر میں اس کا ہاتھ بٹائے گا؛ لیکن عین اسی زمانہ میں جب کہ نظروں میں روشن مستقبل کے خواب سجائے جا رہے تھے، اس خلیل اللہ۔ ابراہیم۔ کو خواب میں یہ حکم ربی پہنچا کہ: ”اب ہمیں تمہارے عزیزان جان نور نظر کی جان کی قربانی منظور ہے“، ذرا سوچئے کیسا دل دوز حکم ہے؟ اس حکم سے دل پاش پاش ہو جائے تو بجا ہے، آرزوؤں کے بعد حاصل شدہ ایک ہونہار جوان بیٹے کو ایک بوڑھا باپ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، کیا مادیت کی دنیا میں کوئی اسے سوچ بھی سکتا ہے؟ لیکن انسانیت کی تاریخ کا یہ روشن درق آج بھی سچی تاریخ کے صفحات پر نقش ہے اور تاقیامت نقش رہے گا۔ کہ جس حکم کی تعمیل کو دنیا والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اللہ کے خلیل۔ ابراہیم علیہ السلام۔ نے اس حکم ربی کو بسر

چشم قبول کر کے برملا اس کی تعمیل کا شرف حاصل کیا، اور اپنے لئے ابدی شرافت و عظمت مقدر کرائی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس تعمیل حکم میں وہ سعادت آثار بیٹا۔ اسماعیل۔ اپنے عظیم والد۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ کے شانہ بشانہ نظر آیا، اور بجا طور پر ذبح اللہ۔ کے مبارک لقب کا حق دار بنا۔ اللہ تعالیٰ کو ان باسعادت باپ بیٹے کی یہ ادائیں ایسی پسند آئیں کہ قیامت تک ان کا نام روشن فرمادیا اور اپنی مقدس کتاب۔ قرآن کریم۔ میں بڑے اچھوتے انداز میں ان کا تذکرہ فرمایا، آپ بھی پڑھئے اور سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کس طرح کی اطاعت چاہتے ہیں، اور اطاعت شعار بندوں کا اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کتنا بلند مقام ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي
سَيَهْدِينِ. رَبِّ هَبْ لِي مِنَ
الصَّالِحِينَ. فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ.
فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي
أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ
فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ، قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ
مَا تُؤْمَرُ، سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ
الصَّابِرِينَ. فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ
لِلْجَبِينِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ. قَدْ
صَدَقْتَ الرَّؤْيَا، إِنَّا كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّ هَذَا لَهُوَ
الْبَلَاءُ الْمُبِينُ. وَقَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ
عَظِيمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ.
سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ. كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِينَ. (الصافات: ۹۹-۱۱۱)

اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی مجھے راہ دکھائے گا، (اور عرض کیا) میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرمائیے، پس ہم نے انہیں ایک متحمل مزاج بیٹے کی بشارت دی، پھر جب وہ (بیٹا) آپ کے ساتھ محنت کی عمر کو پہنچا تو فرمایا: میاں صاحب زلزلے! میں نے خواب میں تمہیں ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو سوچو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم ربی ہوا ہے اسے کر گزریے، آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، پس جب دونوں (باپ بیٹے) نے دس سے حکم مانا اور (بیٹے کو ذبح کے لئے) پیشانی کے بل لٹا دیا، اور ہم نے پکارا اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ عطا کرتے ہیں، یقیناً یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی، اور اس کے بدلہ میں ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کے لئے دیا اور بعد میں آنے والے لوگوں میں یہ چرچا ہم نے باقی رکھا کہ ابراہیم پر سلامتی ہو، ہم مخلص بندوں کو ایسا ہی (شاندار) صلہ دیتے ہیں، بے شک وہ (ابراہیم) ہمارے مؤمن بندوں میں ہیں۔

ان آیتوں کو پھر پڑھیں، بار بار پڑھیں، رحمن و رحیم اور رؤف و شکور رب کے ذریعہ اپنے مخلص بندوں کی کیسی قدر دانی ہوتی ہے؟ اس کا اظہار ان آیات کے ایک ایک لفظ سے ہو رہا ہے، اس رب شکور کی رحمت تو آج بھی عام ہے، بس بندوں کی طرف سے انابت و اطاعت کی ضرورت ہے، کاش اس کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے، آمین۔

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں

اہل تحقیق حضرات مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام ہی ذبیح اللہ تھے، اور انہی کی یاد میں قربانی کا حکم امت محمدیہ کو دیا گیا ہے، اور تفسیر کی بعض روایات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحب زادے سیدنا حضرت اسحق علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبیح اللہ ہونے کی جو بات لکھی گئی ہے، محققین علماء نے اسے قبول نہیں کیا؛ کیوں کہ نہ صرف قرآن کے اسلوب؛ بلکہ موجودہ توریت کی عبارات سے بھی اس کی نفی ہوتی ہے، اور مفسرین نے لکھا ہے کہ دراصل یہودیوں نے روایتی تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے ذبیح اللہ ہونے کی شرافت اپنے مورث اعلیٰ سیدنا حضرت اسحق علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی ہے، اور ان کی پھیلائی ہوئی روایتوں سے متاثر ہو کر بعض اسلامی روایتوں میں بھی حضرت اسحق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہہ دیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے، اور اس کی تائید درج ذیل شواہد سے ہوتی ہے:

الف: قرآن پاک میں جہاں حضرت اسماعیل کی بشارت مذکور ہے وہاں ان کی صفت ”حَلِیم“ بیان کی گئی ہے، جب کہ حضرت اسحق علیہ السلام کے لئے جو بشارت دی گئی اس میں ”عَلِیم“ کا لفظ آیا ہے، یہ دونوں صفات دونوں پر الگ الگ منطبق ہیں، اور بلاشبہ حلیم کی صفت ذبیح اللہ کے لئے نہایت موزوں اور مطابق ہے۔

ب: سورہ ”وَالصّٰفّٰتِ“ میں اولاً حضرت اسماعیل کے لئے بشارت پھر آپ کی قربانی کا تذکرہ ہے اور اس مضمون کے ختم ہونے کے بعد آگے ﴿وَبَشِّرْنٰهٖ بِاسْحٰقَ﴾ کہہ کر نئے مضمون کی ابتدا کی گئی ہے، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پہلی بشارت الگ تھی اور دوسری بشارت الگ ہے۔

ج: ذبیح و قربانی کا واقعہ بالاتفاق مکہ معظمہ میں پیش آیا اور یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی مقیم تھے نہ کہ حضرت اسحق علیہ السلام۔

د: توریت میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی پیش کی وہ اکلوتے بیٹے تھے، اور یہ بات اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب کہ اسماعیل علیہ السلام کو ہی ذبیح اللہ مانا جائے؛ کیوں کہ یہ امر متحقق ہے کہ اولاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور اس کے ۱۳ یا ۱۴ سال کے بعد حضرت اسحق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (تلخیص تفسیر ابن کثیر مکمل ۱۱۳۱-۱۱۳۴، معارف القرآن ۴۶۲/۷-۴۶۶)

اسلام میں قربانی کا حکم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخدوم اور دیگر تمام مخلوقات کو انسان کا خادم بنایا ہے، ان خادموں میں جاندار بھی ہیں اور بے جان بھی ہیں، بے جان چیزوں سے تو آدمی نفع اٹھاتا ہی ہے اور جانداروں سے بھی انتفاع اس کے لئے جائز کیا گیا ہے، مگر ان سے انتفاع کی شکلیں مختلف ہیں، کسی کو سواری کے کام میں لیا جاتا ہے، کسی پر بوجھ لادنا

جاتا ہے، بعض جانوروں کے بالوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، انہی فوائد میں سے ایک اہم فائدہ گوشت کھانے کا بھی ہے؛ کیوں کہ طبعی طور پر انسان گوشت خور واقع ہوا ہے، تاہم شریعت نے ایسے جانوروں کے گوشت کو حرام کر دیا ہے جن میں ظاہری یا باطنی خبث پایا جاتا ہو، چنانچہ خنزیر اور سباع بہائم وغیرہ ظاہری خبث کی وجہ سے حرام کئے گئے، جب کہ غیر اللہ پر بھینٹ چڑھائے جانے والے جانوروں کو باطنی خبث کی بنا پر حرام کیا گیا ہے۔

اب دنیا میں پرانی قوموں سے یہ دستور رہا ہے کہ جانوروں کے خون بہانے کو تقرب کا ذریعہ سمجھا گیا، اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ میں اللہ کی رضا جوئی کی خاطر جنتی مینڈھے کی قربانی کرا کر عملاً اس دستور کو صحیح رخ دے دیا گیا، اور اسلام میں بھی یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ مشروع؛ بلکہ مطلوب و محمود قرار پایا، اور وسعت والوں پر خاص دنوں میں متعینہ جانوروں میں سے قربانی پیش کر کے تقرب خداوندی کے حصول کو واجب قرار دیا گیا، اور اس پر اتنی تاکید کی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ وَجَدَ سَعَةً لَّانْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرُ مُصَلَّاتَنَا. (رواہ الحاکم)

جو آدمی قربانی کی گنجائش رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

۳۸۹/۲، الترغیب والترہیب مکمل ۲۵۶

پیغمبر علیہ السلام کے درج بالا ارشاد سے اسلام میں قربانی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایام قربانی میں قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں

قربانی کے ایام میں دیگر عبادات کے مقابلہ میں قربانی کا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے، چنانچہ امام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ فَإِنَّهُ لَتَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي فَرْشِهِ بِقُرْوِنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ قَبْلَ أَنْ يَقَعُ مِنَ الْأَرْضِ فَطَبِّئُوا بِهَا نَفْسًا. (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۶، ترمذی شریف: ۱۴۹۳)

قربانی کے دن میں کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے میدان میں اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی میں بہایا جانے والا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے؛

لہذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

الترغیب والترہیب مکمل ۲۵۵

قربانی کے بجائے صدقہ کافی نہیں

واضح ہو کہ ایام قربانی میں جانور کا ذبح کرنا ہی لازم ہے، جانور کی قیمت کے صدقہ سے کام نہیں چل

سکتا ہے، اور جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہیں کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا؛ کیوں کہ وہ واجب کا تارک ہے۔
ومنها انه لا يقوم غيرها مقامها في الوقت حتى لو تعلق بعين الشاة او قيمتها في الوقت لا
يجزئه عن الاضحية. (ہندیہ ۲۹۳/۵، بدائع الصنائع زکریا ۲۰۰/۴، جامع الفتاویٰ ۳۹۰/۴)

نوٹ: آج کل بعض ماڈرن ذہن والے لوگ قربانی کے بجائے صدقہ کرنے پر زور دیتے ہیں تو
ان کی یہ بات شریعت کے قطعاً خلاف ہے، اور ہرگز لائق توجہ نہیں ہے۔

ذیل میں قربانی سے متعلق چند اہم مسائل درج کئے جا رہے ہیں، ان مسائل کے انتخاب میں دیگر
کتب کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے رسالہ ”احکام قربانی“ اور حضرت مولانا
مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مفتی مدرسہ شاہی کے مقبول عام رسالہ ”مسائل قربانی و عقیقہ“ سے خصوصاً استفادہ کیا
گیا ہے۔ فجزاهم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء:

قربانی کے ایام

قربانی کے ایام تین ہیں، یعنی ۱۰-۱۱ اور ۱۲ رذی الحجہ، اس سے پہلے یا بعد میں قربانی معتبر
نہیں ہے۔ وقت الاضحية ثلاثة ايام: العاشر والحادي عشر والثاني عشر اولها

افضلها و آخرها ادونها. (ہندیہ ۲۹۵/۵، بدائع الصنائع زکریا ۱۹۸/۴، خانیہ ۳۴۵/۳، جواہر

الفقہ ۴۴۸/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۸۶/۴، مسائل قربانی و عقیقہ ۱۲)

کون سے دن قربانی افضل ہے؟

۱۰ رذی الحجہ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے، اس کے بعد ۱۱ اور ۱۲ رذی الحجہ کا درجہ ہے۔ یوم

النحر الى آخر ايامه وهي ثلاثة، افضلها اولها ثم الثاني ثم الثالث. (درمختار مع لشمی کراچی

۳۱۶/۶، زکریا ۴۵۸/۹، تاتارخلیہ زکریا ۴۱۶/۱۷، مجمع الانهر ۱۷۰/۴، البحر الرائق زکریا ۳۲۲/۹)

رات میں قربانی کرنا

ایام قربانی میں رات میں قربانی کرنا بھی بکراہت معتبر ہے (لیکن روشنی وغیرہ کا اچھا انتظام

رکھیں، ایسا نہ ہو کہ اندھیرے کی وجہ سے ذبح میں کمی رہ جائے) و کورہ تنزیہاً الذبح لیلاً لاحتمال

الغلط. (درمختار زکریا ۴۶۳/۹، کراچی ۳۲۰/۶، ہندیہ ۲۹/۵، مجمع الانہر ۱۷۰/۴، خلیۃ ۳۴۵/۳، بدائع الصنوع زکریا ۲۲۳/۴، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۵۶/۱۷، جامع الفتاویٰ ۴۵۸/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۲)

قربانی کے وقت میں شہر اور دیہات کا فرق

قربانی کا اصل وقت ۱۰ روزی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہو کر ۱۲ روزی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک رہتا ہے؛ البتہ جس بڑی آبادی میں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز عید الاضحیٰ کے بعد ہی قربانی درست ہوگی اور جہاں نماز عید جائز نہ ہو جیسے چھوٹے گاؤں و دیہات تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی درست ہے۔ واول وقتہا بعد فجر النحر..... و آخرہ قبیل غروب اليوم الثالث. (ملقی الابحر ۱۶۹/۴) وقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انہ لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید. (ہدایہ ۴۲۹/۴، درمختار زکریا ۴۶۰/۹، کراچی ۳۱۸/۶، بدائع الصنائع زکریا ۱۹۸/۴، ہندیہ ۲۹۵/۵، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۴)

نوٹ:- تاہم دیہات والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی کریں۔

والوقت المستحب للتضحیۃ فی حق اهل السواد بعد طلوع الشمس. (ہندیہ ۲۹۵/۵)

عید الاضحیٰ کی نماز کا وقت

عید الاضحیٰ کی نماز کا اصل وقت دس ذی الحجہ کی اشراق سے لے کر زوال تک ہے، اس میں جو نماز پڑھی جائے گی وہ ادا کہلائے گی، اور اگر کسی عذر سے اگلے دن نماز پڑھی جائے گی تو وہ قضا کے درجہ میں ہوگی۔ ووقت الصلاة من الارتفاع إلى الزوال..... فإن اشتغل الإمام فلم یصل أو ترک عمداً حتی زالت فقد حل الذبح بغير صلاة فی الأيام کلها لأنه بالزوال فات وقت الصلاة، وإنما ینخرج الإمام فی اليوم الثانی والثالث علی وجه القضاء. (شامی بیروت ۳۸۶/۹، زکریا ۴۶۱/۹، ہندیہ ۱۵۰/۱، طحطاوی علی لمراتی ۵۳۲)

عید کی نماز کے بعد خطبہ سے قبل قربانی

اگر عید کی نماز کے بعد خطبہ سے قبل قربانی کی تو درست ہو جائے گی؛ لیکن ایسا کرنا اچھا نہیں

ہے، بہتر یہ ہے کہ خطبہ کے بعد ہی قربانی کی جائے۔ وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر أي بعد أسبق صلاة عيد ولو قبل الخطبة ولكن بعدها أحب. (درمختار) وقال في المنح وعن الحسن: لو ضحى قبل الفراغ من الخطبة فقد أساء. (درمختار مع الشامی بیروت ۳۸۵/۹، زکریا ۴۶۱/۹، ہندیہ ۲۹۵/۵)

امام نے بلا طہارت نماز عید پڑھا دی تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

اگر امام نے بھولے سے بلا وضو نماز عید پڑھا دی پھر عید گاہ میں مجمع منتشر ہونے کے بعد اسے یاد آیا تو دوبارہ نماز عید کا حکم نہیں ہے؛ لیکن اگر مجمع منتشر ہونے سے قبل یاد آ گیا تو عید کی نماز دہرائی جائے گی، تاہم اگر کوئی شخص ایسی صورت میں نماز دہرانے سے قبل قربانی کر دے تو استحساناً اس کی قربانی درست مانی جائے گی۔ تبیین أن الإمام صلى بغير طهارة تعاد الصلاة دون الاضحية لأن من العلماء من قال: لا يعيد الصلاة إلا الإمام وحده فكان للاجتهاد فيه مسأغاً. وفي المجتبى: إنما تعاد قبل التفرق لا بعده. (درمختار) هذا تقييد لإطلاق المتن وهو وجه لما في الإعادة بعد التفرق من المشقة. (شامی بیروت ۳۸۷/۹، زکریا ۴۶۱/۹، ہندیہ ۲۹۵/۵، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۲/۴، البحر الرائق زکریا ۳۲۲/۹، جامع الفتاویٰ ۳۷۶/۴)

عید گاہ کی نماز کے بعد قربانی

اگر عید گاہ میں نماز عید ادا کر لی گئی ہو اور محلوں کی مساجد میں نماز عید میں دیر ہو تو بھی قربانی کرنا درست ہے۔ ان ضحى بعند ما فرغ اهل الجبانة قبل اهل المسجد، قيل في هذه الصورة يجوز قیاساً واستحساناً. (ناتارخانیہ زکریا ۴۱۹/۱۷، ہندیہ ۲۹۵/۵، درمختار زکریا ۴۶۰/۹، کراچی ۳۱۸/۶، الدر المنقی ۱۶۹/۴، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۲/۴)

قربانی کی صحت کے لئے شہر میں کسی بھی جگہ نماز عید ہونا کافی ہے

اگر شہر میں کسی جگہ نماز عید الاضحیٰ پڑھ لی جائے تو پورے شہر والوں کے لئے قربانی کرنا

درست ہو جاتا ہے، اس میں عید گاہ یا جامع مسجد وغیرہ کی نماز پر صحت کا مدار نہیں ہے۔ ان کسان
یصلی فی المصر فی موضعین اذا صلی اهل احد المسجدين ایہما کان جاز
ذبح الاضاحی۔ (بدائع الصنائع زکریا ۲۱۱/۴، مجمع الانہر ۱۷۰/۴، درمختار مع الشامی زکریا
۴۶۰/۹، کراچی ۳۱۸/۶، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۹/۱۷، ہندیہ ۲۹۵/۵، فتاویٰ رحیمیہ زکریا ۳۹/۱۰،
جامع الفتاویٰ ۴۵۹/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۴)

جس شہر میں قربانی کی جائے وہیں کی نماز عید کا اعتبار ہے

اگر کسی شخص نے دوسرے شہر میں قربانی کا انتظام کیا ہو تو اسی شہر میں نماز عید کے بعد قربانی
درست ہوگی (بالفرض اگر مالک کے شہر میں نماز عید نہ ہوئی ہو تو اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا) ان الرجل
اذا کان فی مصر واهله فی مصر آخر فکتب الیہم لیضحوا عنہ فانه یعتبر مکان
التضحیۃ، فینبغی ان یضحوا عنہ بعد فراغ الامام من صلاتہ فی المصر الذی یضحی عنہ
فیہ۔ (ہندیہ ۲۹۶/۵، بدائع لصنائع زکریا ۲۱۳/۴، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۲/۱۷، لفتاویٰ الولولجیہ ۷۹/۳)

جس شہر میں فتنہ اور انتشار کی وجہ سے نماز عید پڑھنا ممکن نہ ہو

وہاں قربانی کب کریں؟

اگر کسی شہر میں آپسی انتشار یا کرفیو وغیرہ کی وجہ سے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو بہتر
یہی ہے کہ ۱۰/۱۰ ذی الحجہ کو زوال کے وقت تک انتظار کیا جائے اس کے بعد قربانی کی جائے؛ لیکن اگر
کوئی شخص زوال سے پہلے ہی قربانی کر لے تو مختار قول کے مطابق اس کی قربانی بھی درست
ہو جائے گی۔ بلدة فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار۔
(درمختار) لأن البلدة صارت فی هذا الحکم کالسواد، وفي التاترخانية وعليه
الفتوى۔ (درمختار مع الشامی بیروت ۳۸۷/۹، زکریا ۴۶۲/۹، ہندیہ ۲۹۵/۱، البحر الرائق زکریا
۳۲۲/۹، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۳/۴)

اگر شہر میں ۱۰ ارذی الحجہ کو نماز عید نہ پڑھی جائے تو قربانی کب کرے؟

اگر کسی عذر کی وجہ سے ۱۰ ارذی الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ نہ پڑھی جاسکے تو نماز عید کا وقت گزرنے یعنی زوال ہو جانے کے بعد قربانی کرنا درست ہے، اور زوال سے پہلے قربانی درست نہ ہوگی۔

وبعد مضی وقتها لو لم یصلو لعذر (درمختار) ووقت الصلاة من الارتفاع إلى

الزوال . (درمختار مع الشامی بیروت ۳۸۶/۹، زکریا ۴۶۱/۹، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۳/۴، البحر

الرائق زکریا ۳۲۲/۹، ہندیہ ۲۹۵/۵، جامع الفتاویٰ ۳۷۵/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۰)

گیارہویں ذی الحجہ کو قربانی نماز عید پر موقوف نہیں

اگر کسی وجہ سے دس ذی الحجہ کے بجائے گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ پڑھی جا رہی ہو تو ایسی صورت میں نماز عید سے پہلے بھی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ویجوز فی الغد

وبعدہ قبل الصلاة. (شامی بیروت ۳۸۶/۹، زکریا ۴۶۱/۹، البحر الرائق زکریا ۳۲۲/۹، ہندیہ

۲۹۵/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۸/۱۷، الدر المنقی بیروت ۱۶۹/۴)

دیہات میں شہر کی نماز عید سے قبل قربانی

گاؤں و دیہات میں ۱۰ ارذی الحجہ کو صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی کی اجازت ہے، حتیٰ کہ اگر دیہات کے بعض لوگ شہر میں عید کی نماز پڑھنے جائیں اور گھر والے ان کی واپسی سے قبل قربانی کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ولو ان رجلاً فی اهل السواد دخل المصر لصلاة الاضحیٰ وامر اهله ان یضحوا عنه جاز ان یدبحوا عنه بعد طلوع الفجر.

(ہندیہ ۲۹۶/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۲/۱۷، الفتاویٰ الولوالجیہ ۷۹/۳)

شہری کا دیہات میں قربانی کرانا

اگر شہری شخص نے دیہات میں قربانی کا نظم کیا ہو، یا اپنا جانور پہلے ہی دیہات میں بھیج دیا ہو تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد اس کی قربانی درست ہو جائے گی، شہر کی نماز عید کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

حيلة: مصری اراد التعجيل ان يخرجها لخارج المصر فيضحى بها اذا طلع الفجر.
(درمختار زكريا ۴۶۱/۹، كراچی ۳۱۸/۶، مجمع الانهر ۱۷۰/۴، البحر لرائق زكريا ۳۲۱/۹، هندية ۲۹۶/۵،
هداية ۴۳۰/۴، تاتارخانية زكريا ۴۲۲/۱۷، الفتاوى لولولجية ۷۹/۳، فتاوى محموديه قابيل ۴۵۲/۱۷،
فتاوى رحيميه ۴۰/۱۰) والمعتبر مكان الاضحية فلو كانت في السواد والمضحى في
المصر جازت قبل الصلاة. (شامی زكريا ۴۶۱/۹، كراچی ۳۱۸/۶، مجمع الانهر ۱۷۰/۴، البحر
الرائق زكريا ۳۲۱/۹، بدائع الصنائع زكريا ۲۱۳/۴، هداية ۴۳۰/۴، مسائل قربانی وعقيقه ۲۳)

کم قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی

ستی قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی کرانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد
رہے کہ مالی عبادات میں جتنا زیادہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ سبعة من
الرجال اشتروا بقرة بخمسين درهماً للأضحية، وسبعة آخرون اشتروا سبع شياه
بمائة درهم، تكلموا أن الأفضل هو الأول أو الثاني؟ والمختار أن الأفضل هو الثاني.
(هندية ۲۹۹/۵، خانية ۳۴۹/۳، شامی زكريا ۴۶۶/۹، كراچی ۳۲۲/۶، لفتاوى الولوالجية ۸۱/۳، فتاوى
محموديه قابيل ۳۵۵/۱۷، كتاب الفتاوى ۱۳۹/۴، جامع الفتاوى ۴۱۹/۴، مسائل قربانی وعقيقه ۲۲)

دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدنا

آج کل بعض لوگ محض ناموری اور دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدتے ہیں اور
پھر اس کا خوب چر چا کر کے خوش ہوتے ہیں، تو اس ریاکاری کے ساتھ ثواب کی امید رکھنا محض
فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے،
ریاکاری کا جانور کتنا ہی قیمتی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ قال تعالى: ﴿لَنْ يَنَالَ
اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾ (الحج: ۳۷، مسائل قربانی وعقيقه ۲۷)



قربانی کا وجوب

قربانی کے وجوب کے شرائط

قربانی کے وجوب کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) آزاد ہونا۔

(۲) مسلمان ہونا۔

(۳) ایام قربانی میں مقیم ہونا۔

(۴) ایام قربانی میں بقدر نصاب مال (روپیہ پیسہ، سونا چاندی یا مالی تجارت یا ضرورت سے زائد ساز و سامان) کا مالک ہونا۔

وانما تجب علی حر مسلم مقیم موسر۔ (مجمع الانهر ۱۶۶/۴) و شرائطها:

الإسلام والإقامة واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر (درمختار) بان ملك مائتي درهم أو عرضاً يساويها الخ. (درمختار مع الشامی زکریا ۴۵۲/۹، کراچی

۳۱۲/۶، بدائع الصنائع زکریا ۱۹۵/۴، ہندیہ ۲۹۲/۵، خانیۃ ۳۴۴/۳، آپ کے مسائل اور ان کا حل

۱۷۳/۴، جواهر الفقہ ۴۴۸/۱، تحفہ رمضان ۱۰۶، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۳)

نوٹ: واضح ہو کہ قربانی اور صدقہ فطر کے وجوب میں مال پر سال گزرنا یا مالی نامی ہونا شرط نہیں ہے۔

قربانی کا سبب وجوب

قربانی کا سبب وجوب ایام قربانی ہیں، (پس جو شخص ایام قربانی کو اس حالت میں پائے کہ اس میں قربانی کے وجوب کی مذکورہ بالا شرطیں پائی جا رہی ہوں تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور ایام

قربانی سے قبل قربانی معتبر نہ ہوگی) وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل

دخول الوقت الخ. (بدائع الصنائع ۱۹۸/۴، درمختار مع الشامی زکریا ۴۵۳/۹، فتح القدیر زکریا

۵۱۹/۹، البحر الرائق زکریا ۳۱۷/۹، تاتارخانیة زکریا ۴۰۴/۱۷)

ایک ملک کا شخص اگر دوسرے ملک میں قربانی کرائے تو کہاں

کی تاریخ کا اعتبار ہوگا

اگر ایک ملک کا شخص دوسرے ملک میں اپنی قربانی کا کسی کو وکیل بنائے تو قربانی کے وقت میں تو جانور کی جگہ کا اعتبار ہوگا؛ لیکن تاریخ میں قربانی کرانے والے شخص کے ملک کی تاریخ کا اعتبار ہوگا؛ اس لئے کہ قربانی کا سبب وجوب دس ذی الحجہ کی صبح صادق کے وقت قربانی کی استطاعت ہے، اور اس کا تعلق خود آدمی کی ذات سے ہے، اور سبب وجوب پائے جانے کے بعد یہ قربانی کس وقت ادا کی جائے؟ اس کا تعلق جانور سے ہے کہ وہ جس جگہ موجود ہوگا اس جگہ کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے کہ اگر وہ شہر میں ہے تو نماز عید کے بعد ہی اس کی قربانی جائز ہوگی، اور اگر دیہات میں ہے تو صبح صادق کے بعد بھی قربانی درست ہو سکتی ہے۔

اس مسئلہ کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اصل، مستطیع شخص پر قربانی کا وجوب ہے اور اس کی فرع قربانی کا مقام اور محل ہے، بریں بنا جہاں اصل ہی کا وجود نہ ہو وہاں فرع پر کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے؟ ان

سبب وجوب الأضحیة الوقت وهو أيام النحر والغنی شرط الوجوب. (فتح القدیر بیروت

۵۰۶/۹، زکریا ۵۱۹/۹) ويعتبر مكان المذبح لا مكان المالك. (خانية ۳۴۵/۳) وأما وقت

الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؟ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب

قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة: يوم الأضحى وهو اليوم

العاشر من ذی الحجة والحادی عشر والثانی عشر. (بدائع الصنائع ۱۹۸/۴)

وأما شرائط أدائها: فمنها الوقت في حق المصري بعد صلاة الإمام،

والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى، وسببها طلوع فجر يوم النحر. (البحر

الرائق کراچی ۱۷۳/۸، انوار رحمت ۳۹۱)

والدلیل علی سببہ الوقت امتناع التقديم علیہ کامتناع تقديم الصلاة
وإنما لم تجب علی الفقير لفقد الشرط وهو الغنى وإن وجد السبب. (شامی بیروت

۳۷۹/۹، زکریا ۴۵۳/۹)

ضروری نوٹ: اب اس مسئلہ میں دو جہتیں پائی جاتی ہیں:

(۱) ایسے ملک سے قربانی کا وکیل بنانا جہاں تاریخ مقدم ہے مثلاً سعودیہ کا رہنے والا کوئی شخص ہندوستان میں اپنی قربانی کرانے کا حکم دے، تو ایسی صورت میں حکم واضح ہے کہ ہندوستان میں جب تک دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق نہ ہو یہ قربانی شرط ادا نہ پائے جانے کی وجہ سے درست اور معتبر نہیں ہو سکتی، اور اس صورت میں بہر حال قربانی کے جانور کی جگہ کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

(۲) ایسے ملک سے قربانی کا وکیل بنانا جہاں تاریخ مؤخر ہے، مثلاً ہندوستان کا کوئی شخص سعودیہ عرب میں اپنی قربانی کے لئے وکیل بنائے تو ایسی صورت میں جب تک ہندوستان میں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق نہ ہو جائے اس وقت تک سعودیہ میں اس کی واجب قربانی ادا نہ ہوگی؛ کیوں کہ صبح صادق سے قبل سبب وجوب ہی نہیں پایا گیا جو کہ اس مسئلہ میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے، اور مجموعی طور پر تمام جزئیات کے مطالعہ سے یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے، اور جن بعض حضرات مفتیانِ کرام نے بہر صورت مکانِ اضحیہ کا اعتبار کرنے کی بات کہی ہے وہ علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ (مرتب)

مال دار شخص ایام قربانی سے قبل فقیر ہو جائے؟

جو شخص مال دار تھا، اسی وقت اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تھا، پھر وہ جانور گرم یا ضائع ہو گیا، اور جب قربانی کا وقت آیا تو یہ مالدار فقیر ہو گیا، یعنی صاحب نصاب نہیں رہا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ لا ان ارتد او اعسر او سافر فی آخرہ. (شامی

زکریا ۴۵۸/۹، کراچی ۳۱۶/۶) ولو اشترى الموسر شاة للأضحية فضاعت حتى

نقص نصابه و صار فقيراً فجاءت أيام النحر فليس عليه ان يشتري شاة اخرى.

(ہندیہ ۲۹۲/۵، جامع الفتاویٰ ۳۸۶/۴)

فقیر شخص ایام قربانی میں مال دار ہو جائے

جو شخص پہلے فقیر تھا، عین ایام قربانی میں یا قربانی کے تیسرے دن آخری وقت میں صاحب نصاب ہو گیا تو اس پر قربانی لازم ہوگی۔ وعلیہ یتخرج ما اذا صار اهلاً للوجوب فی آخره، بان اسلم او اعتق او ایسر او اقام تلزمه، (شامی زکریا ۴۵۸/۹، کراچی ۳۱۶/۶، ہندیہ ۲۹۳/۵) ولا يشترط ان يكون غنيا في جميع الوقت، حتى لو كان فقيراً في اول الوقت ثم ایسر فی آخره تجب علیہ، (ہندیہ ۲۹۲/۵، جامع الفتاویٰ ۳۹۲/۴)

قربانی کرنے کے بعد فقیر مال دار ہو جائے

اگر فقیر شخص نے اپنی طرف سے قربانی کر دی تھی پھر وہ قربانی کے آخری دن مال دار ہو گیا تو اب اس پر دوبارہ قربانی لازم ہو جائے گی اور پہلی قربانی نفلی شمار ہوگی؛ کیوں کہ وہ قربانی عدم وجوب کی حالت میں ادا کی گئی ہے۔ ولو ضحى الفقير ثم ایسر فی آخره علیہ الاعادة فی الصحيح، (شامی زکریا ۴۵۸/۹، کراچی ۳۱۶/۶، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۴/۱۷، ہندیہ ۲۹۳/۵)

مال دار کی قربانی کا جانور گم ہو گیا

جس صاحب استطاعت شخص پر قربانی واجب ہو اور اس نے جو جانور قربانی کی نیت سے رکھا ہو وہ قربانی سے پہلے گم ہو جائے تو اس پر اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ ان المندورة لو هلك او ضاعت تسقط التضحية بسبب النذر غير انه ان كان موسراً تلزمه اخرى بايجاب الشرع ابتداءً، (شامی زکریا ۴۷۱/۹، جامع الفتاویٰ ۴۱۱/۴، مجمع الانهر بیروت ۱۷۳/۴، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۶/۴، ہندیہ ۲۹۹/۵)

مال دار کی قربانی کا جانور مر گیا

مال دار شخص نے قربانی کے لئے جو جانور متعین کیا تھا اگر وہ قربانی سے قبل مر جائے تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ و کذا لو ماتت فعلى الغنى غيرها لا الفقير. (درمختار بیروت ۳۹۴/۹، زکریا ۴۷۱/۹، مجمع الانهر بیروت ۱۷۳/۴، بدائع لصنائع زکریا ۴۱۶/۴، ہندیہ ۲۹۹/۵)

غنی کے جانور کے بچہ کا حکم

غنی نے قربانی کے لئے جو جانور متعین کیا تھا اس نے قربانی سے قبل بچہ جن دیا تو اس بچہ کی قربانی غنی پر لازم نہیں ہے۔ اما فى الموسر فلا يلزمه ذبح الولد يوم الاضحى، فان ذبح الولد يوم الاضحى قبل الام او بعدها جاز، ولو لم يذبحه وتصدق به حيا جاز. (ہندیہ ۳۰۱/۵، درمختار زکریا ۴۶۷/۹، کراچی ۳۲۳/۶، بزازیہ ۲۹۴/۶)

غنی کا قربانی کے جانور کو بدلنا

غنی شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنا متعین کردہ جانور قربانی سے قبل بدل لے اور اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی کرے؛ کیوں کہ غنی شخص کے متعین کرنے سے قربانی کا جانور متعین نہیں ہوتا؛ لہذا اسے بدلنے کا اختیار رہتا ہے۔ واما الذى يجب على الفقير دون الغنى فالمشترى للاضحى اذا كان المشتري فقيراً بان اشترى فقير شاة ينوى ان يضحي بها وان كان غنياً لا تجب عليه بشراء شىء. (ہندیہ ۲۹۱/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۰/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۱/۱۷، الفتاویٰ لولو الحیة ۸۲/۳، المحيط البرہانی ۴۵۹/۸، احسن الفتاویٰ ۴۸۸/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۲۷)

فقیر پر قربانی کا وجوب

فقیر شخص اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، اور اس پر اسی متعین جانور کی قربانی کرنا لازم ہوتا ہے۔ وان كان فقيراً اجزاء ذلك، لانها انما تعينت بالشراء فى حقه. (شامی زکریا ۴۷۱/۹، ۴۶۵/۹، کراچی ۳۲۵/۶) هل تصیر

الاضحية واجبة بالشراء بنية الاضحية..... ان كان المشتري فقيراً..... تصير واجبة. (تاتارخانية زکریا ۱۱/۱۷، ہندیہ ۲۹۱/۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۱۵/۱۷)

فقیر شخص کی قربانی کا جانور گم ہو گیا

اگر ایسے شخص نے جس پر قربانی واجب نہ تھی کوئی جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا تھا، پھر وہ قربانی سے قبل گم ہو گیا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ لو اشترى شاة للاضحية وهو معسر..... ثم ضلت فلا شيء عليه ولا يجب عليه شيء آخر. (بدائع الصنائع زکریا ۲۰۰/۴، ہندیہ ۲۹۹/۵، تاتارخانية زکریا ۱۳/۱۷، تبیین الحقائق زکریا ۴۸۲/۶، جامع الفتاویٰ ۴۱۲/۴)

فقیر شخص کی قربانی کا جانور مر گیا

فقیر شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا تھا یا بطور نذر متعین کیا تھا پھر وہ قربانی سے قبل مر گیا، تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ وكذا لو مات فعلى الغنى غير هالا الفقير. (درمختار بیروت ۳۹۴/۹، زکریا ۷۱/۹، ہندیہ ۲۹۹/۵، تبیین الحقائق زکریا ۴۸۲/۶)

فقیر کے جانور کے بچہ کا حکم

فقیر شخص نے جو جانور قربانی کے لئے متعین کر رکھا تھا، اس نے قربانی سے قبل بچہ جن دیا تو ایسی صورت میں فقیر پر جانور اور اس کے بچہ دونوں کی قربانی لازم ہے؛ کیوں کہ یہ جانور فقیر کی طرف سے نذر کے درجہ میں ہے، اور نذر کے سبب منافع بھی نذر ہی کے حکم میں ہوتے ہیں، اور ذبح کے بعد اس بچہ کا گشت صدقہ کرنا لازم ہے، خود استعمال کرنا جائز نہیں۔ ولدت الاضحية ولداً قبل الذبح يذبح الولد معها، فان خرج من بطنها حياً فالعامة انه يفعل به ما يفعل بالام..... الا انه لا يأكل منه بل يتصدق به. (درمختار مع الشامی زکریا ۴۶۷/۹)

کراچی ۳۲۲/۶، ہندیہ ۳۰۲/۵، خانہ ۳۵۴/۳، بزازیہ ۲۹۴/۶، جواهر الفقہ ۱۵۱/۱، آپ کے مسائل

اور ان کا حل ۱۹۳/۴

فقیر کا قربانی کے جانور کو بدلنا

فقیر شخص نے اگر جانور قربانی کے لئے زبان سے کہہ کر متعین کر لیا ہو تو اس کے لئے بدلنے کی اجازت نہیں؛ بلکہ اسی متعین جانور کی قربانی لازم ہے۔ اما الذی يجب علی الفقیر دون الغنی فالمشتری للضحیة. (ہندیہ ۲۹۱/۵، لبحر لرائق زکریا ۳۲۰/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۱/۱۷، لفتاویٰ لولوالحیة ۸۲/۳، المحيط لبرہانی ۴۵۹/۸، احسن لفتاویٰ ۴۸۸/۴، جامع الفتاویٰ ۳۸۹/۴، مسائل قربانی و عقیقہ ۲۷)

گم شدہ جانور بعد میں مل گیا

اگر گم شدہ جانور بعد میں مل جائے تو اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) اگر مال دار کا گم شدہ جانور ملا ہے تو اس پر خاص اسی جانور کی قربانی لازم نہیں ہے؛ بلکہ کسی بھی ایک جانور کی قربانی حسب وجوب کر سکتا ہے۔ ولو ضلت او سرقت فشریٰ اخریٰ فظهرت فعلى الغنی احداهما. (درمختار زکریا ۴۷۱/۹، ہندیہ ۲۹۴/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۳/۱۷، بدائع الصنائع زکریا ۱۹۹/۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۹۳/۴)

(۲) فقیر شخص کا گم شدہ جانور مل گیا اور اس نے ابھی مزید کوئی جانور قربانی کی نیت سے نہیں خریدا تھا تو اس پر صرف حاصل شدہ جانور کی قربانی کرنا لازم ہے۔

(۳) اور اگر گم شدہ کے ملنے سے قبل فقیر کوئی اور جانور قربانی کے مقصد سے خرید چکا تھا بعد میں گم شدہ بھی دستیاب ہو گیا تو اس پر نئے خرید کردہ اور حاصل شدہ دونوں جانوروں کی قربانی لازم ہوگی۔ ولو کان معسراً فاشترى شاة و اوجبها ثم وجد الاولى قالوا علیه ان یضحی بہما. (ہندیہ ۲۹۴/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۱۳/۱۷، درمختار زکریا ۴۷۱/۹، کراچی ۳۲۶/۶)

الدر لمتقن ۱۷۲/۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۹۳/۴، فتاویٰ محمودیہ ذابہیل ۳۱۶/۱۷

نابالغ و مجنون کی طرف سے قربانی

نابالغ بچہ اور دیوانہ شخص پر قربانی واجب نہیں ہے (اگرچہ وہ مال دار کیوں نہ ہوں) اسی

طرح ان کے اولیاء پر بھی ان کی طرف سے قربانی لازم نہیں؛ لیکن اگر کر دیں تو بہتر ہے۔ وأما البلوغ والعقل فلیسا من شرائط الوجوب فی قولہما، وعند محمد من شرائط، حتی لا تجب التضحیۃ فی مالہما لو موسرین۔ (شامی زکریا ۴۵۸/۹، کراچی ۳۱۶/۶) لا تجب الاضحیۃ فی مال المجنون۔ (تاتارخانیہ زکریا ۴۰۹/۱۷) والاصح انه لا يجب ذلک ولیس له ان یفعله من ماله..... والمجنون فی هذا بمنزلة الصبی۔ (ہندیہ ۲۹۳/۵، خانہ ۳۴۵/۳) ویستحب عن اولادہ الصغار وعن ممالیکہ ویكون قربة۔

(تاتارخانیہ زکریا ۴۰۷/۱۷، احسن الفتاویٰ ۴۹۷/۷، کتب الفتاویٰ ۱۳۲/۴)

اہل خانہ اور اولاد کی طرف سے بلا اجازت قربانی

اگر باپ کا معمول ہے کہ وہ ہر سال اپنے اہل خانہ اور چھوٹے بڑے بچوں کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو استحساناً سب کی طرف سے قربانی درست ہے، خواہ اہل خانہ نے باقاعدہ اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ لو ضحی عن اولادہ الکبار وزوجتہ لا یجوز الا باذنہم، وعن الثانی انه یجوز استحساناً بلا اذنہم..... ولعلہ ذہب الی ان العادة اذا جرت من الاب فی کل سنة صار کالاذن منہم۔ (شامی زکریا ۴۵۷/۹، کراچی ۳۱۵/۶، تاتارخانیہ زکریا ۴۴۴/۱۷،

المحیط البرہانی ۴۷۳/۸، بیازیہ ۲۹۵/۶، البحر الرائق زکریا ۳۲۶/۹، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۷)

قربانی کرنے والا قربانی سے قبل وفات پا گیا؟

جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر وہ ایام قربانی کے اندر ہی وفات پا جائے اور ابھی اس نے قربانی نہ کی ہو تو اس سے قربانی کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے؛ لہذا اس پر قربانی کی وصیت لازم نہ ہوگی۔ لو کان موسراً فی ایام النحر فلم یضح حتی مات قبل مضي ایام النحر سقطت عنه الاضحیۃ حتی لا یجب علیہ الا یصاء۔ (ہندیہ ۲۹۳/۵-۲۹۷، خانہ

۳۴۷/۳، المحیط البرہانی ۴۵۷/۸، بدائع الصنائع زکریا ۲۰۳/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۰)

ایام قربانی کے بعد وفات پانے پر وصیت لازم ہے

اگر کوئی شخص ایام قربانی - گزرنے کے بعد وفات پا جائے تو وفات سے قبل اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا یا اس کی وصیت کرنا لازم ہے۔ ولو مات بعد مضي ایام النحر لم يسقط

التصدق بقيمة الشاة حتى يلزمه الايصاء به. (ہندیہ ۲۹۳/۵ - ۲۹۷، خانہ ۳۴۷/۳)

المحیط البرہانی ۴۵۷/۸، بدائع الصنائع زکریا ۲۰۳/۴، مسائل قربانی و عقیقہ ۳۰)

مرنے والے شریک کی قربانی

اگر بڑے جانور میں حصہ لینے والے کسی شریک کا قربانی سے قبل انتقال ہو جائے اور اس کے وارثین سب عاقل بالغ ہوں اور وہ سب اس کی طرف سے قربانی کی اجازت دیں تو یہ قربانی درست ہوگی، اور اگر تمام وارثین یا ان میں سے کوئی ایک وارث اجازت نہ دے یا تمام وارثین یا ان میں سے کوئی ایک نابالغ یا غیر عاقل ہو تو ایسی صورت میں اگر میت کا حصہ لگا دیا گیا تو اس جانور میں شریک کسی بھی حصہ دار کی قربانی درست نہ ہوگی؛ کیوں کہ میت کا حصہ قربت نہ رہے گا۔ وان مات احد السبعة المشتركين في البدنة، وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحساناً لقصد القرابة من الكل، ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم يجزهم لان بعضها لم يقع قرابة. (درمختار زکریا ۴۷۱/۹، کراچی ۳۲۶/۶، خانہ ۳۵۱/۳، تبیین الحقائق زکریا ۴۸۴/۶)

بغیر وصیت میت کی طرف سے قربانی

اگر کوئی شخص اپنے مرحوم اعزاء کی طرف سے نقلی قربانی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ سلسلہ امت میں بلا کسی اختلاف کے جاری و ساری ہے، اور اس طرح کی قربانی کا گوشت کوئی بھی نوش کر سکتا ہے، اس میں فقیر یا غریب کی قید نہیں ہے۔ لو ضحی عن میت وارثه وان تبرع بها عنه له الاكل، لانه يقع على ملك الذابح والثواب للمیت.

(شامی زکریا ۴۸۴/۹، کراچی ۳۳۵/۶، خانہ ۳۵۲/۳)

حضور ﷺ کی طرف سے قربانی

اگر کوئی شخص اپنی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ یہ سعادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من عشرة آلاف ختمة، وضحی عنہ مثل ذلک..... وقول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره، يدخل فيه النبي صلی اللہ علیہ وسلم فإنه احق بذلك. (شامی زکریا ۱۵۳/۳، کراچی ۲۴۴/۲، اعلاء السنن ۲۷۲/۱۷، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۳۲/۱۷، جامع الفتاویٰ ۴۳۲/۴)

قربانی کی قضا

اگر وقت پر قربانی نہ کی جاسکی ہو اور جانور پہلے سے موجود ہو تو وقت گزرنے کے بعد اسی جانور کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے، اور اگر جانور موجود نہ ہو تو پورے جانور کی قیمت کا صدقہ لازم ہے۔ ومنہا انہا تقضى اذا فاتت عن وقتها، ثم قضائها قد يكون بالتصدق بعین الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة. (ہندیہ ۲۹۴/۵، المحيط البرہانی ۴۶۴/۸) اما اذا اشترى فهو مخیر بین التصديق بالقيمة او بالتصدق بها حية. (شامی زکریا ۴۶۵/۱، کراچی ۳۲۱/۶) وقضائها بعد مضي وقتها بالتصدق بعینها او بقيمتها. (فتح القدیر ۴۳۶/۸، کتاب الفتاویٰ ۱۴۰/۴، ۱۶۵، فتاویٰ رحیمیہ ۲۵/۱۰، رمضان کیسے گزاریں ۱۸۰، مسائل قربانی، وعقیقہ ۳۳)

ایام قربانی کے بعد پورے جانور ہی کی قیمت کا صدقہ

اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی؛ لیکن اس نے ایام قربانی میں نہ تو قربانی کی اور نہ جانور خریدا تو بعد میں اس پر ایک بکرے کی قیمت کا غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ (یعنی اب بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قیمت کافی نہ ہوگی؛ بلکہ پورے جانور ہی کی قیمت دینی ضروری ہوگی) وقضائها

بعد مضي وقتها بالتصدق بعينها او بقيمتها ان كان من المضحي غنيا ولم يوجب
على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى او لم يشتر. (هندية ۲۹۶/۵) ولو نذر ان
يضحي ولم يسم شيئاً يقع على الشاة. (مجمع الانهر ۱۷۰/۴، فتح القدیر ۴۳۶/۸، بحوالہ کتب
الفتاویٰ ۱۴۰/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۳)

کئی برسوں سے واجب قربانی نہیں کی

اگر صاحب استطاعت شخص نے وسعت کے باوجود قربانی ترک کر دی اور کئی سال تک
قربانی نہیں کی تو ہر سال کی قربانی کے بدلہ میں ایک بکرایا بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔
ولو ترک التضحیة ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر (تنویر الابصار) وفي
الشامی: وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها الخ، وقال قبلها،
وإذا فاتت عن وقتها فانها مضمونة بالجزاء. (شامی بیروت ۳۸۸/۹، زکریا ۶۳/۹، بدائع
الصنائع زکریا ۲۰۲/۴، ہندیہ ۲۹۶/۵، جامع الفتاویٰ ۳۸۸/۴)



قربانی کے جانور

کن جانوروں کی قربانی درست ہے؟

صرف درج ذیل جانوروں کی قربانی درست ہے:

(۱) بکری (جس کے ضمن میں پالتو بھیڑ، دنبہ اور مینڈھے وغیرہ بھی شامل ہیں)

(۲) اونٹ۔

(۳) گائے (جس کے ضمن میں بھینس اور کٹرے بھی شامل ہیں)

فہو ان یکون من الاجناس الثلاثة الغنم او الابل او البقر ویدخل فی کل

جنس نوعه، والذکر والانثی منه. (ہندیہ ۲۹۷/۵، تبیین الحقائق زکریا ۴۸۳/۶، درمختار مع

الشامی زکریا ۴۶۶/۹، بدائع الصنائع زکریا ۲۰۵/۴)

بھینس کی قربانی

بھینس بھی گائے کی قسم کا جانور ہے؛ لہذا اس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وتجاوز

بالجاموس لانه نوع من البقر. (لبحر الرائق زکریا ۳۲۴/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۳۴/۱۷، شامی زکریا

۴۶۶/۹، کراچی ۳۲۲/۶، بزازیہ ۲۸۹/۶، المحيط البرہانی ۴۶۸/۸، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۴۹/۱۷)

فتنہ کے ڈر سے گائے کی قربانی ترک کرنا

گائے کی قربانی کرنا اسلام میں بلاشبہ جائز ہے، اور اس کی قربانی پر پابندی محض ظلم ہے؛ لیکن

اگر کسی جگہ ملکی قانون کی خلاف ورزی سے فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے گائے کی قربانی سے احتراز کیا

جائے تو یہ جائز ہے۔ ما یؤدی الی الشر شر. (روح المعانی ۲۵۲/۷، الانعام: ۱۰۸، استفادہ: فتاویٰ

محمودیه قابیل ۳۳۳/۱۷-۳۳۹، امتداد الاحکام ۱۹۱/۴-۱۹۳) أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها لأن ما يؤدي إلى الشر شر. (تفسیر مظہری ۲۷۶/۳)

قانوناً ممنوع ہونے کے باوجود گائے کی قربانی

اگر کسی جگہ گائے کے ذبح پر قانوناً پابندی ہو پھر بھی قربانی میں گائے ذبح کر لی جائے تو یہ قربانی شرعاً درست ہے اور اس کے گوشت کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے (کیوں کہ گائے پر پابندی کا حکم شرعی نہیں ہے اور وہ فی نفسہ حلال جانور ہے جو کسی قانون کی وجہ سے حرام نہیں ہو سکتا) (فتاویٰ محمودیہ ذابھیل ۳۳۵/۱۷-۳۳۷)

قربانی کے جانوروں کی عمریں

قربانی کے جانوروں کی عمریں کیا ہوں؟ تو اس بارے میں درج ذیل تفصیل ہے:

(۱) بکرا/بکری: ایک سال کا مکمل ہو چکا ہو۔ (البتہ دنبہ یا بھیڑا اگر فرہ اور صحت مند ہو تو ایک سال سے کم بھی ان کی قربانی درست ہے، جب کہ چھ مہینہ سے زائد کے ہوں) وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بعد. (درمختار ۴۶۵/۹)

(۲) بھیڑ: اگر صحت مند ہو اور دیکھنے میں بڑا لگتا ہو تو چھ مہینہ کا بھی کافی ہے۔

(۳) گائے/بھینس/کڑا: دو سال کے مکمل ہو چکے ہوں۔

(۴) اونٹ: پانچ سال کا مکمل ہو چکا ہو۔

والثني من الغنم الذي تم له سنة وطعن في الثانية، ومن البقر الذي تم له

سنتان وطعن في الثالثة، ومن الابل الذي تم له خمس سنين وطعن في السادسة.

(تاتارخانیہ زکریا ۴۲۵/۱۷، درمختار مع الشامی زکریا ۴۶۶/۹، تبیین الحقائق زکریا ۴۸۴/۶، بدائع

الصنائع زکریا ۲۰۶/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۸)

بڑے جانوروں میں حصے

اونٹ گائے وغیرہ بڑے جانوروں میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ بکرا / بکری صرف ایک حصہ ہی کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔ وہی شاة أو بملنة أو سبع بملنة بان اشترک مع ستة فی بقرة أو بعیر۔ (ملفتی الابحر ۱۶۷/۴، تبیین الحقائق زکریا ۴۷۶/۶، بدائع الصنائع زکریا ۲۰۷/۴، ہندیہ ۲۹۷/۵، جامع الفتاویٰ ۴۲۲/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۸)

سبھی شرکاء قربانی کا عبادت کی نیت کرنا ضروری ہے

بڑے جانور میں حصہ لینے والے سبھی شرکاء کا قربت و عبادت کی نیت کرنا لازم ہے، مثلاً اضحیہ، ولیمہ، عقیقہ کی نیت ہو (لہذا اگر کسی شخص نے غیر قربت مثلاً اپنی دکان میں گوشت بیچنے کے لئے حصہ لیا تو اس جانور میں حصہ لینے والے کسی بھی شریک کی قربانی درست نہ ہوگی)۔ وکذا لو اراد بعضهم العقیقة عن ولد وولد له من قبل؛ لأن ذلك جهة التقرب بالشکر علی نعمة الولد ذکرہ محمد ولم یدکر الولیمة، وینبغی أن تجوز لأنها تقام شکر اللہ تعالیٰ علی نعمة النکاح ووردت بها السنة۔ (شامی زکریا ۴۷۲/۹) کل یرید القربة وهو من اهلها..... فلو اراد احلهم بنصبہ اللحم..... لا يجوز عن واحد منهم۔ (ملفتی الابحر ۱۶۸/۴، شامی زکریا ۴۷۲/۹، کراچی ۳۲۶/۶، ہندیہ ۳۰۴/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۵۰/۱۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۹)

چند شرکاء کا مل کر ایک کی طرف سے قربانی کرنا

نفلی طور پر ثواب پہنچانے کی نیت سے اگر کئی لوگ ایک جانور میں یا جانور کے کسی حصہ میں مشترک طور پر شریک ہو جائیں اور اس کا ثواب کسی میت یا زندہ کو پہنچادیں تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اس سے دوسرے حصہ داروں کی قربانی پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ کیوں کہ اس حصہ کے لینے سے واجب کی ادائیگی مقصود نہیں؛ بلکہ طلب ثواب پیش نظر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۰۷/۱۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۱)

قربانی کے ساتھ ولیمہ کا حصہ لینا

ولیمہ کرنا سنت ہونے کی بنا پر موجب ثواب ہے؛ لہذا اگر کوئی شخص بڑے جانور میں ولیمہ کے نام پر حصہ لیتا ہے تو یہ بھی درست ہے، اس سے قربانی کرنے والوں کے حصہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ ولم يذكر الوليمة وينبغي ان تجوز. (شامی زکریا ۴۷۲/۹، کراچی ۳۲۶/۶، بدائع

الصنائع زکریا ۲۰۹/۴، ہندیہ ۳۰۴/۵، احسن الفتاویٰ ۵۳۶/۷، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۲۲/۱۷

مسائل قربانی وعقیقہ ۱۷)

قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا

بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔ وکذا لو اراد بعضهم العقیقة عن ولد قد ولد له من قبل. (شامی زکریا ۴۷۲/۹، کراچی ۳۲۶/۶، بدائع الصنائع

زکریا ۲۰۱/۴، ہندیہ ۳۰۴/۵، احسن الفتاویٰ ۵۳۶/۷، فتاویٰ رحیمیہ ۲۵۱/۱۰، کتاب الفتاویٰ ۱۶۸/۴

مسائل قربانی وعقیقہ ۱۷)

قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا

اگر قربانی کے سب شریک اجنبی ہیں اور سب اپنا حصہ مکمل وصول کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو انتفاع کی اجازت نہیں دی ہے تو ایسی صورت میں قربانی کا گوشت تول کر تمام حصہ داروں میں تقسیم کرنا لازم ہے، (اور اگر آپس میں اجازت دے رکھی ہے تو اس اہتمام کی ضرورت نہیں ہے) ویقسم لحمها وزناً لا جزافاً. (ملتی الابحر ۱۶۸/۴، درمختار

زکریا ۴۶۰/۹، کراچی ۳۱۷/۶، تاتارخانیہ زکریا ۴۵۵/۱۷، ہندیہ ۳۰۶/۵، خایہ ۳۵۱/۳، بزازہ

۲۹۰/۶، جواہر الفقہ ۴۵۱/۱، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۲۶/۱۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۰۷/۴)

اہل خانہ اور دوست و احباب کے حصے الگ کرنا لازم نہیں

اگر بڑے جانور میں ایک ہی گھر کے افراد شریک ہوں یا سب حصہ دار ایک دوسرے کو انتفاع

کی مطلق اجازت دے دیں تو ذبح کے بعد اس کے گوشت کو تول کر الگ الگ کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ حسب ضرورت سب لوگ استعمال کر سکتے ہیں۔ لو اشتری لنفسه ولزوجته واولاده الکبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم. (درمختار زکریا ۴۶۰/۹، کراچی ۳۱۷/۶) ونحو ذلک لا بأس اذا حلل بعضهم بعضاً. (تاتارخانیہ زکریا ۴۵۵/۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۲۴/۱۷)

نذر کا حصہ بالکل الگ کرنا ضروری ہے

اگر بڑے جانور میں کسی شریک نے نذر کی قربانی کا حصہ لیا ہے تو اس حصہ کو تول کر بالکل الگ کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ اس حصہ کا استعمال خود حصہ دار یا کسی بھی غنی کے لئے جائز نہیں؛ بلکہ اسے فقراء میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ مستفاد: وانما وجبت بالنذر فلیس لصاحبها ان يأکل منها شیئاً ولا ان یطعم غیره من الاغنیاء..... لان سبیلها التصدق. (البحر الرائق زکریا ۳۲۷/۹، درمختار زکریا ۴۶۰/۹، کراچی ۳۱۷/۶) اذا نذر ذبح شاة لا يأکل منها النادر، ولو اکل فعليه قيمة ما أکل. (تاتارخانیہ زکریا ۴۱۵/۱۷، کتاب الفتاویٰ ۱۴۷/۴) التي لا یؤکل منها هی المندورة ابتداءً. (درمختار زکریا ۴۷۴/۹)

بوقت ذبح تمام شرکاء کی طرف سے نام بنام نیت

اگر بڑے جانور میں حصے دار متعین ہو چکے ہیں تو ذبح کے وقت ہر ایک کا نام لینا ضروری نہیں؛ بلکہ مطلق ذبح سے سب کی قربانی درست ہو جائے گی۔ ذبح المشتراة لها بلانية الاضحیة جازت اکتفاء بالنیة عند الشراء. (منلیہ ۲۹۴/۵، مجمع الانہر ۱۷۵/۴) ان الفعل انما یصیر قربة من کل واحد بنیتہ..... فعلم النیة من احدهم لا یقدح فی قربة الباقرین. (بدائع الصنائع زکریا ۲۰۹/۴، الاشباہ والنظائر ۴۰)



عیب دار جانور کی قربانی

سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی

جس جانور کے سینگ کا کچھ حصہ اوپر سے ٹوٹ گیا ہو (یا اس کا خول اتر گیا ہو) اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر سینگ ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو (یعنی دماغ کی ہڈی میں سوراخ ہو گیا ہو) تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ ویضیحی بالجماء ہی التی لا قرن لها خلقة و کذا العظماء التی ذهب بعض قرنہا بالکسر او غیرہ، فان بلغ الکسر الی المنخ لم یجز۔ (شامی زکریا ۴۶۷/۹، کراچی ۳۲۳/۶، مجمع الانهر ۱۷۱/۴، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۶/۴، ہندیہ ۲۹۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۸۴/۱۷، کتاب الفتاویٰ ۱۴۱/۴، فتاویٰ رحیمیہ ۴۹۱/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۹۰/۴، جامع الفتاویٰ ۴۰۹/۴)

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں؟

جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں (یا بچپن میں ہی اس کے سینگ کی جگہ آگ سے جلا دی گئی ہو، جس کی وجہ سے آگے سینگ نہ نکل سکے ہوں) اس کی قربانی درست ہے۔ ویضیحی بالجماء ہی التی لا قرن لها خلقة و کذا العظماء التی ذهب بعض قرنہا بالکسر۔ (شامی زکریا ۴۶۷/۹، ہندیہ ۴۹۷/۵، جامع الفتاویٰ ۴۰۷/۴)

کان کٹے جانور کی قربانی

اگر جانور کا کان تھوڑا بہت کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ ومقطوع اکثر الاذن، لو ذهب بعض الاذن

..... ان کان کثیراً یمنع، وان یسیراً لا یمنع. (شامی زکریا ۴۶۸/۹، کراچی ۳۲۳/۶،

ہندیہ ۲۹۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۹/۱۷، جواهر الفقہ ۴۵۰/۱، فتاویٰ

رحیمیہ ۴۸/۱۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۸۸/۴، جامع الفتاویٰ ۴۰۷/۴)

بغیر کان والے جانور کی قربانی

جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ والسکاء

التي لا اذن لها خلقة، ولا تجوز مقطوعة احدى الاذنين بكمالها والتي لها اذن

واحدة خلقة. (درمختار مع الشامی زکریا ۴۶۹/۹، کراچی ۳۲۴/۶، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۶/۱۷،

ہندیہ ۲۹۷/۵، جامع الفتاویٰ ۴۰۷/۴)

اندھے جانور کی قربانی

جس جانور کی آنکھ کی بینائی بالکل یا اکثر چلی گئی ہو تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ ومقطوع

اکثر العين ای التي ذهب اکثر نور عينها. (درمختار زکریا ۴۶۸/۹، کراچی ۳۲۳/۶، ہندیہ

۲۹۸/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۹/۱۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۸۸/۴)

پوپلے جانور کی قربانی

جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں ہے،

اور جس کے دو چار دانت ٹوٹے ہوں کہ اسے چارہ کھانے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی ہو تو اس کی

قربانی میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ولا بالهتماء التي لا اسنان لها، ويكفي بقاء الاكثر.

(درمختار زکریا ۴۶۹/۹، کراچی ۳۲۴/۶) واما الهتماء وهي التي لا اسنان لها فان كانت

ترعى وتعتلف جازت والا فلا. (ہندیہ ۲۹۸/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، تاتارخانیہ زکریا

۴۲۸/۱۷، جواهر الفقہ ۴۵۰/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۸۸/۴، جامع الفتاویٰ ۴۰۲/۴،

مسائل قربانی وعقیقہ ۳۱)

زبان کٹے ہوئے جانور کی قربانی

زبان کٹا ہوا جانور جو چرنے پر قادر نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ وقطع اللسان فی الثور يمنع وفي الشاة اختلاف..... ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها؟ فقال نعم ان كان لا يخل بالاعتلاف وان كان يخل به لا تجوز التضحية بها. (ہندیہ ۲۹۸/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۸/۱۷، شامی زکریا ۴۷۰/۹، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۱)

دُم کٹے جانور کی قربانی

اگر دُم کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر معمولی حصہ کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ ومقطوع اکثر الذنب، لو ذهب بعض الذنب..... ان كان كثيراً يمنع وان يسيراً لا يمنع. (شامی زکریا ۴۶۸/۹، کراچی ۳۲۳/۶، ہندیہ ۲۹۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۲۹/۱۷، جواہر الفقہ ۴۵۰/۱، فتاویٰ رحیمیہ ۴۸/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۸۸/۴، جامع الفتاویٰ ۴۰۸/۴)

بغیر دم والے جانور کی قربانی

جس جانور کی پیدائشی طور پر ہی دم ندارد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قربانی درست ہے، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک اس کی قربانی جائز نہیں ہے (اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی قربانی نہ کی جائے) الشاة إذا لم يكن لها أذن ولا ذنب خلقة، فال محمد لا يكون هذا ولو كان لا يجوز، وذكر في الأصل عن أبي حنيفة أنه يجوز، خانية. (شامی زکریا ۴۷۰/۹، بیروت ۳۹۳/۹، احسن الفتاویٰ ۵۱۷/۷)

لنگڑے جانور کی قربانی

جو جانور بالکل لنگڑا ہو یا اس قدر لنگڑا ہو کہ تین پاؤں زمین پر رکھتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر رکھ ہی نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر لنگڑا کر چل سکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ العرجاء التي لا تمشي الى المنسك اي التي لا يمكنها المشي برجلها العرجاء، انما تمشي بثلاث قوائم، حتى لو كانت تضع الرابعة

علی الارض وتستعین بها جاز. (درمختار مع الشامی زکریا ۴۶۸/۹، کراچی ۳۲۳/۶،
تاتارخانیہ زکریا ۴۲۶/۱، ہندیہ ۲۹۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل

۳۷۶/۱۷، جامع الفتاویٰ ۴۱۱/۴)

خشک تھن والے اور تھن کٹے جانور کی قربانی

بکری کے دو تھنوں میں سے ایک تھن اگر خشک ہو جائے یا کاٹ دیا جائے تو اس کی قربانی
درست نہ ہوگی اور اگر گائے یا اونٹنی کے دو تھن کٹ جائیں یا سوکھ جائیں تو ان کی قربانی بھی جائز نہ
ہوگی؛ لیکن اگر گائے یا اونٹنی کے چار تھنوں میں سے صرف ایک تھن کٹ جائے تو اس کی قربانی درست
ہے۔ والشطور لا یجزئ وھی من الشاة ما قطع اللبن عن احدی ضرعها، ومن
الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضرعها. (تاتارخانیہ زکریا ۴۳۰/۱۷، تبیین الحقائق زکریا
۴۸۲/۶) والجداء مقطوعة رؤوس ضرعها او یابستها. (درمختار زکریا ۴۶۹/۹ - ۴۷۰،

کراچی ۴۲۴/۶ - ۴۲۵، ہندیہ ۲۹۸/۵، جامع الفتاویٰ ۴۱۷/۴، مسائل قربانی و عقیقہ ۲۸)

حاملہ جانور کی قربانی

گا بھن جانور کی قربانی مکروہ ہے جب کہ ولادت کا وقت قریب ہو۔ ان تقاربت

الولادة یکره ذبحها. (شامی زکریا ۴۴۱/۹، کراچی ۳۰۴/۶، ہندیہ ۲۸۷/۵، خانیہ ۳۶۷/۳،

فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۱۹/۱۷، مسائل قربانی و عقیقہ ۲۷)

خصی جانور کی قربانی

خصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ افضل اور مسنون ہے؛ کیوں کہ اس کا گوشت غیر

خصی سے اچھا ہوتا ہے۔ والخصی افضل من الفحل لانه اطيب لحماً. (ہندیہ ۲۹۹/۵)

ویضحی بالجماء والخصی. (درمختار زکریا ۴۶۷/۹، کراچی ۳۲۳/۶، البحر الرائق زکریا

۳۲۳/۹، ہزازیہ ۲۸۹/۶، مجمع الانہر ۱۷۱/۴، جواہر الفقہ ۴۴۹/۱، کتاب الفتاویٰ ۱۴۲/۴، فتاویٰ

محمودیه ڈابھیل ۳۴۰/۱۷، جامع الفتاویٰ ۴۱۸/۴، مسائل قربانی و عقیقہ ۲۳

خنثی جانور کی قربانی

خنثی جانور (جس کے بارے میں پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ نر ہے یا مادہ) کی قربانی درست نہیں ہے۔ ولا بالخنثی لان لحمها لا یبضج۔ (درمختار زکریا ۴۷۰/۹، کراچی ۳۲۵/۶)

ہندیہ ۲۹۹/۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۷۹/۱۷، فتاویٰ رحیمیہ ۵۴/۱۰، جامع الفتاویٰ ۴۱۸/۴،

مسائل قربانی و عقیقہ ۳۰

نجاست خور جانور کی قربانی

جو جانور صرف گندگی اور غلاظت کھاتا ہو دیگر چارہ نہ کھاتا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ ولا الجلالة التي تأکل العذرة ولا تأکل غیرھا۔ (درمختار زکریا ۴۷۰/۹،

کراچی ۳۲۵/۶، ہندیہ ۲۹۸/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۳/۹، کتاب الفتاویٰ ۱۴۲/۴، مسائل

قربانی و عقیقہ ۳۲)

جنگلی جانور کی قربانی

وحشی اور جنگلی جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔ ولا یجوز فی الاضاحی شئ من الوحشی۔ (ہندیہ ۲۹۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۴/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۳۳/۱۷، المحيط البرہانی

۴۶۸/۸، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۵۶/۱۷، مسائل قربانی و عقیقہ ۲۹)

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا

اگر خریدتے وقت جانور صحیح سالم تھا؛ لیکن بعد میں عیب دار ہو گیا تو مال دار پر اس کے بجائے دوسرے صحیح سالم جانور کی قربانی لازم ہے، اور اگر فقیر ہے تو اسی عیب دار جانور کی قربانی کر سکتا ہے، دوسرے جانور کی قربانی اس پر لازم نہیں ہے۔ ولو اشتراها سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع فعليه اقامۃ غیرھا مقامھا ان کان غنیاً وان کان فقیراً اجزأه ذلک۔

(درمختار زکریا ۴۷۱/۹، کراچی ۳۲۵/۶، تاتارخانیہ زکریا ۴۳۲/۱۷، مجمع الانهر ۱۷۳/۴، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۶/۴، جواهر الفقہ ۴۵۰/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۶۹/۴)

قربانی کے وقت جانور عیب دار ہو گیا

جو جانور پہلے سے صحیح سالم تھا؛ لیکن قربانی کے لئے کوشش کرتے وقت (اچھل کود وغیرہ کی وجہ سے) عیب دار ہو گیا، تو اس کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ ولا یضر تعیبها من اضطرابها عند الذبح. (درمختار زکریا ۴۷۱/۹، کراچی ۳۲۵/۶، البحر الرائق زکریا ۳۲۴/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۳۲/۱۷، مجمع الانهر ۱۷۲/۴، ہدایہ ۴۳۲/۴، بدائع الصنائع زکریا ۲۱۶/۴، ہندیۃ ۲۹۹/۵، المحيط البرہانی ۶۷/۸، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۸۷/۱۷، مسائل قربانی و عقیقہ ۳۱)



قربانی کیسے کریں؟

قربانی کا مسنون طریقہ

(۱) افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی خود اپنے ہاتھ سے کرے۔ وندب..... أن يذبح بيده
إن علم ذلك. (درمختار مع الشامی زکریا ۴۷۴/۹، ہندیہ ۳۰۰/۵، فتح القدیر زکریا ۵۳۳/۹،
مبسوط سرخسی بیروت ۱۸/۱۲)

(۲) اگر خود نہ کر سکے تو کم از کم قربانی کے وقت سامنے موجود رہے۔ والا شہدہ۔
(درمختار مع الشامی زکریا ۴۷۴/۹)

(۳) جانور کو لٹانے سے قبل چھری تیز کرنا مستحب ہے؛ تاکہ ذبح کے وقت جانور کو زیادہ تکلیف
نہ ہو۔ وندب اخداد شفرته قبل الاضجاع. (تنویر الابصار بیروت ۳۵۷/۹، زکریا ۴۲۶/۹، ہندیہ
۲۸۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۱۱/۹، بدائع الصنائع زکریا ۱۹۰/۴، تاتارخانیہ زکریا ۳۹۶/۱۷)

(۴) جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹا دیں یعنی اس کے پیر قبلہ کی طرف کر دیں اور اپنا
دایاں پاؤں اس کے شانے پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کریں۔ ومنہا: أن يكون الذابح
مستقبل القبلة والذبيحة موجهة إلى القبلة. (بدائع الصنائع زکریا ۱۸۸/۴-۱۸۹، اعلاء
السنن کراچی ۱۳۷/۱۷، مبسوط سرخسی بیروت ۳/۱۲، الموسوعة الفقهية بیروت ۱۹۶/۲۱-۱۹۷)

(۵) ذبح کے وقت قربانی کی نیت کرے (دل سے نیت کافی ہے، اس کے لئے الفاظ ادا
کرنے ضروری نہیں) وأما ركنها فذبح ما يجوز ذبحه في الأضحية بنية الأضحية
في أيامها. (ہندیہ ۲۹۱/۵)

(۶) ذبح سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھے۔ وینبغی أن یسمى متصلاً بالذبح.

(تاتارخانیہ زکریا ۳۹۸/۱۷، ہندیہ ۲۸۵/۵-۲۸۸)

(۷) ذبح کرتے ہوئے یہ آیتیں پڑھنا بھی ثابت ہے:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. (ابوداؤد شریف ۳۸۶/۲، بدائع الصنائع زکریا

۲۲۲/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۰)

(۸) ذبح کے بعد یہ دعائیں: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ خَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ. (تاتارخانیہ

زکریا ۴۰۰/۱۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۰)

ذبح کے وقت خالص ذکر ضروری ہے

جانور کو ذبح کرتے وقت ایسا جملہ کہنا ضروری ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد و ثناء پر
دال ہو، مثلاً بسم اللہ (یا سبحان اللہ، الحمد للہ، جب کہ ان کلمات سے تسمیہ کی نیت ہو) والشرط فی
التسمیة هو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیره فلا یحل بقوله: اللّٰهُم
اغفر لی لأنه دعاء وسوال بخلاف الحمد لله، أو سبحان الله مریداً به التسمیة.
(دمختار بیروت ۳۶۴/۹، زکریا ۴۳۷/۹، ہندیہ ۲۸۶/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۹/۹، بدائع الصنائع

زکریا ۲۲۲/۴، مبسوط سرخسی بیروت ۵۱/۱۲)

ذبح کے وقت اردو میں اللہ کا نام لینا

اگر ذبح کرتے وقت اردو میں اللہ کا نام لیا مثلاً کہا ”خدا کے نام سے ذبح کرتا ہوں“ تو بھی ذبیحہ
حلال ہو جائے گا (عربی کا کلمہ پڑھنا ضروری نہیں ہے) بالعربیة اولا ولو قادراً علیہا. (شامی

بیروت ۳۶۴/۹، زکریا ۴۳۷/۹، ہندیہ ۲۸۵/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۸/۹، تاتارخانیہ زکریا ۳۹۸/۱۷)

ذبح کے وقت دعائیہ کلمہ پڑھنے سے جانور حلال نہ ہوگا

اگر ذبح کرتے وقت دعائیہ جملہ کہا مثلاً ”اللہم اغفر لی“ پڑھ کر ذبح کیا تو جانور حلال نہ ہوگا (کیوں کہ یہ خالص ذکر نہیں؛ بلکہ اس میں سوال کی آمیزش ہے جب کہ ذبح کی صحت کے لئے ذکر خالص ضروری ہے) فلا یحل بقوله: اللہم اغفر لی لأنه دعاء وسؤال. (درمختار بیروت ۳۶۴/۹، زکریا ۴۳۷/۹، ہندیہ ۲۸۶/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۹/۹، تاتارخانیہ زکریا ۳۹۸/۱۷)

ایک بسم اللہ سے کئی جانور ذبح کرنا

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں:

الف: اگر دو جانوروں کو ایک کے اوپر ایک لٹایا اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ہی حرکت سے دونوں کو ذبح کر دے تو دونوں حلال ہو جائیں گے۔

ب: الگ الگ جگہوں پر جانوروں کو لٹایا ہے یا پے درپے لٹایا جا رہا ہے تو ایک بسم اللہ سب کے لئے کافی نہ ہوگی؛ بلکہ ہر جانور کے لئے الگ الگ بسم اللہ پڑھنی ضروری ہوگی۔ والسمعتبر الذبح عقب التسمیة قبل تبدل المجلس حتی لو اضع شاتین احدهما فوق الاخری فذبحهما ذبحة واحدة بتسمیة واحدة حلا. بخلاف ما لو ذبحهما علی التعاقب لان الفعل يتعدد فتعدد التسمیة. (درمختار بیروت ۳۶۶/۹، زکریا ۴۳۹/۹، ہندیہ ۲۸۹/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۷/۹)

ذبح میں معاونت کرنے والے بھی بسم اللہ پڑھیں

جو شخص جانور کو ذبح کرانے میں چھری چلانے والے کا معاون ہو مثلاً چھری میں ہاتھ لگا رہا ہو تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہوگا۔ وفيها أراد التضحیة فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح وأعانہ علی الذبح سمی کل وجوباً. (درمختار بیروت ۴۰۵/۹، زکریا ۴۸۲/۹)

قربانی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے

اگر مسلمان شخص ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے (لیکن

اگر بالقصد بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا) وتارک تسمیة عمدأ فان ترکھا ناسیاً حل۔ (تنویر الابصار مع الدر بیروت ۳۶۲/۹، زکریا ۴۳۳/۹، ہندیہ ۲۸۸/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۶/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۰۱/۱۷، احسن الفتاویٰ ۴۰۳/۷، جامع الفتاویٰ ۳۵۰/۴)

بوقت ذبح قربانی کی نیت لازم نہیں

جو جانور قربانی کی نیت سے خریدا گیا ہو یا متعین کر دیا گیا ہو تو ذبح کے وقت خاص طور پر قربانی کی نیت لازم نہیں؛ بلکہ بہر حال وہ قربانی کی طرف سے معتبر ہو جائے گا؛ کیوں کہ خریداری کے وقت کی تعیین کافی ہے۔ ذبح المشتراة لها بلا نية الاضحیة جازت اکتفاء بالنية عند الشراء۔ (ہندیہ ۲۹۴/۵، مجمع الانہر ۱۷۵/۴، الاشباہ ۴۰)

متعینہ جانور دوسرے کے نام سے ذبح کرنا

جو جانور کسی شخص نے اپنے لئے متعین کر رکھا تھا پھر اسے دوسرے کی طرف سے ذبح کر دیا گیا تو بھی یہ مالک کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا؛ کیوں کہ متعین جانور میں دوسرے کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ رجل دعا قصاباً لیضحیٰ له فضحی القصاب عن نفسه فهو عن الامر۔ (ہندیہ ۳۰۳/۵، درمختار زکریا ۴۷۷/۹، مجمع الانہر ۱۷۵/۴، الاشباہ ولنظائر ۴۰)۔ لو شراها بنية الاضحیة فذبحها غیرہ بلا اذنه، فإن أخذها مذبوحة ولم یضمنه أجزأته، وإن ضمنه لا تجزئہ، وهذا إذا ذبحها عن نفسه۔ (درمختار بیروت ۴۰۰/۹، زکریا ۴۷۷/۹)

جانور کا ذبح کب متحقق ہوگا؟

جانور کے گلے میں چار شہرہ رگیں ہوتی ہیں:

(۱) حلقوم: جس سے سانس لیا جاتا ہے۔

(۲) مری: جس سے کھانا پانی اندر جاتا ہے۔

(۳-۴) دوران خون والی دو رگیں۔

ان چار رگوں میں سے اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہو جاتا ہے اور شرعی طور پر ذبح کا تحقق ہو جاتا ہے۔ أصح الأیوبة فی الأكثر عنه إذا قطع الحلقوم والمرئی والأكثر من کل ودجین يؤکل وما لا فلا۔ (شامی بیروت ۳۵۶/۹، زکریا ۴۲۶/۹، ہندیہ ۲۸۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۱۰/۹، تاتارخانیہ زکریا ۳۹۳/۱۷)

گردن میں کس جگہ چھری پھیری جائے؟

جانور کی گردن کے کسی بھی حصہ میں چھری چلائی جاسکتی ہے اس میں بچ یا کنارے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ وفی الجامع الصغیر: لا بأس بالذبح فی الحلق کله وسطه وأعلاه وأسفله والأصل فیہ قوله علیه الصلاة والسلام: الذکاة ما بین اللبة واللحین۔ (شامی بیروت ۳۵۵/۹، زکریا ۴۲۴/۹، البحر الرائق زکریا ۳۰۹/۹، تاتارخانیہ زکریا ۳۹۲/۱۷)

اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ

اونٹ کو حلال کرنے کا بہتر طریقہ ”نحر“ ہے، یعنی اس کا اگلا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑے کھڑے اس کی گردن کے نچلے حصہ میں بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا جائے جس سے سب رگیں کٹ جائیں اور بہنے والا خون نکل جائے؛ تاہم اگر اونٹ کو لٹا کر گائے بھینس کی طرح ذبح کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، مگر یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ قال البرکشی: هو قطع عروق الابل الکائنة فی أسفل عنقها عند صدورھا۔ (الموسوعة الفقهیة ۱۲۰/۴۰) یتحب فی النحر أن تكون الإبل قائمة علی ثلاث معقولة الید الیسری فان أضجعها جاز۔ (الموسوعة الفقهیة ۱۲۲/۴۰)

ضروری تنبیہ: عرب وغیرہ میں تو اونٹوں کے ”نحر“ کا عام معمول ہے؛ لیکن ہمارے اطراف میں چوں کہ اونٹ کی قربانی شاذ و نادر ہوتی ہے، اس لئے نحر کا طریقہ کم ہی اختیار کیا جاتا ہے، اور لوگ اونٹ کو لٹا کر ذبح کرتے ہیں؛ لیکن اس میں بعض جگہ معلوم ہوا کہ اس کی گردن پر

تین جگہ چھری پھیرنی ضروری سمجھی جاتی ہے تو یہ التزام قطعاً بے اصل ہے، اگر ایک جگہ ذبح کرنے سے رگیں کٹ جائیں تو گردن میں دوسری جگہ چھری چلانا بالکل ضروری نہیں ہے۔ (مرتب)

گڈی کی طرف سے جانور ذبح کرنا مکروہ ہے

حلق کے بجائے گڈی کی طرف سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے (تاہم اگر رگیں کٹ جائیں تو حلال ہو جائے گا) و کرہ بعدہ کالجہ برجلہا الی المذبح وذبحها من قفاها. (درمختار بیروت ۳۵۷/۹، زکریا ۴۲۶/۹، ہندیہ ۲۸۷/۵، البحر الرائق زکریا ۳۱۱/۹، بدائع الصنائع زکریا ۱۸۹/۴)

عورت کا ذبیحہ

عورت کے لئے بھی جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے؛ لہذا مسلمان عورت کا ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے۔ فتحل ذبیحتہا ولو الذابیح مجنوناً أو امرأة. (درمختار بیروت ۳۵۹/۹، زکریا ۴۳۰/۹، البحر الرائق زکریا ۳۰۶/۹، اعلاء السنن کراچی ۹۲/۱۷، مبسوط سرخسی بیروت ۵/۱۲)

باشعور بچے کا ذبیحہ

اگر نابالغ بچہ باشعور ہو اور اللہ کا نام لے کر ذبح پر قادر ہو تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ فتحل ذبیحتہما ولو الذابیح مجنوناً أو امرأة أو صبیاً یعقل التسمیة والذبح. (درمختار بیروت ۳۵۹/۹، زکریا ۴۳۰/۹، ہندیہ ۲۸۵/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۶/۹، فتاویٰ سراجیہ ۳۸۱)

گونگے مسلمان کا ذبیحہ

اگر کوئی مسلمان گونگا ہو تو اس کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے (کیوں کہ وہ معذوری کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنے پر قادر ہی نہیں ہے؛ لہذا اس کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے) أو أخرس (درمختار) مسلماً أو کتابياً لأن عجزه عن التسمیة لا يمنع صحۃ ذکوۃ کصلوۃ. (شامی بیروت ۳۶۰/۹، زکریا ۴۳۱/۹، ہندیہ ۲۸۶/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۶/۹، فتاویٰ سراجیہ ۳۸۰)

مخنت شخص کا ذبیحہ

مخنت (ہیجرا) شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے۔ والخنثی والمخنت

تجوز ذبیحتہا۔ (ہندیہ ۲۸۶/۵، مسائل قربانی وعقیقہ ۴۲)

قادیانی کا ذبیحہ

قادیانی کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حرام ہے، اگر کسی قادیانی نے اللہ کا نام لے کر کوئی جانور ذبح کیا پھر بھی وہ جانور حلال نہ ہوگا؛ بلکہ مردار کے حکم میں ہوگا۔ وشرط کون الذابح مسلماً حلالاً۔

(شامی زکریا ۴۲۷/۹، ہندیہ ۲۸۵/۵، احسن فتاویٰ ۴۰۲/۷، فتاویٰ محمودیہ، ذابھیل ۲۳۵/۱۷، جامع

الفتاویٰ ۳۶۳/۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۱۸/۴، عزیز الفتاویٰ ۶۹۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۴۲)



حرم قربانی اور گوشت کے مصارف

قربانی کا گوشت کہاں صرف کریں؟

افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں: (۱) ایک حصہ فقراء میں تقسیم کر دیں۔ (۲) دوسرا حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوست و احباب کو پیش کریں (۳) اور تیسرا حصہ خود اپنے استعمال میں لائیں، اور اپنی قربانی میں سے خود کھانا بھی مستحب ہے (اور ضرورت ہو تو سارا گوشت اپنے استعمال میں بھی لاسکتے ہیں اور سارا صدقہ بھی کر سکتے ہیں) والافضل ان يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضیافة لاقربائه واصدقائه ویدخر الثلث، ویستحب ان یأکل منها، ولو حبس الكل لنفسه جاز۔ (شامی زکریا ۴۷۴/۹، کراچی ۳۲۸/۶، بدائع لصنائع زکریا ۲۲۴، ہندیہ ۳۰۰/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۳۷/۱۷، جواهر الفقہ ۴۵۱/۱، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۳۰/۱۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۰۷/۴) وندب ان لا تنقص الصدقة من الثلث۔ (مجمع الانہر ۱۷۴/۴)

قربانی کا گوشت دعوتِ ولیمہ میں کھلانا

قربانی کا گوشت دوست و احباب کو ولیمہ میں بھی کھلایا جاسکتا ہے۔ والافضل ان يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضیافة لاقربائه واصدقائه ویدخر الثلث، ویستحب ان یأکل منها، ولو حبس الكل لنفسه جاز۔ (شامی زکریا ۴۷۴/۹) ولم یدکر الولیمة وینبغی ان تجوز لأنها تقام شکراً لله تعالى علی نعمة النکاح وورثت بها السنة۔ (شامی زکریا ۴۷۲/۹)

غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینا

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے۔ ویہب منها ما شاء للغنی والفقیر والمسلم والکافر۔ (ہندیہ ۳۰۰/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۳۷/۱۷) وللمضحی ان یہب کل

ذلک او يتصدق لغنی او فقیر مسلم او کافر. (اعلاء السنن کراچی، باب بیع جلد الاضحیہ ۲۵۸/۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۰۹/۴، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۳۴/۱۷، کتاب الفتاویٰ ۱۴۹/۴)

وصیت والی قربانی کے گوشت کا مصرف

اگر میت نے قربانی کی وصیت کر رکھی ہو تو اس قربانی کا گوشت فقراء میں صدقہ کرنا لازم ہے، غیر مستحق لوگوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔ لو ضحی عن میت وارثہ بامرہ لزمہ بالتصدق وعدم الاکل منها. (شامی زکریا ۴۸۴/۹، کراچی ۳۳۵/۶، خانہ ۳۵۲/۳، جامع الفتاویٰ ۴۵۵/۴)

قربانی کا گوشت فروخت کرنا

اصل یہی ہے کہ قربانی کا گوشت فروخت نہ کیا جائے؛ بلکہ اپنے استعمال میں لائیں یا مستحقین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیں؛ لیکن اگر گوشت اتنا زیادہ ہو کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں ضائع کرنے کے بجائے بہتر یہی ہوگا کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت غرباء و مستحقین میں تقسیم کر دی جائے۔ وفيہ اللحم لا يجوز اصلاً سواء باع بشيء ينتفع به او بشيء لا ينتفع به. (تاتارخانیہ زکریا ۴۴۱/۱۷، درمختار زکریا ۴۷۵/۹، ملتقی الابحر ۱۷۴/۴، جواهر الفقہ ۴۵۲/۱، مسائل قربانی و عقیقہ ۴۴)

قربانی کی کھال کا استعمال

بہتر یہی ہے کہ قربانی کی کھال صدقہ میں دے دی جائے؛ تاہم اس کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہے جب کہ اسے بعینہ دباغت وغیرہ دے کر استعمال کر لیا جائے یا اس کے بدلہ میں کوئی باقی رہنے والی چیز لے لی جائے، مثلاً کھال دے کر بدلہ میں کوئی برتن لے لیا جو باقی رہنے والا ہے تو مالک کے لئے کھال سے اس طرح کا انتفاع جائز ہے؛ لیکن اگر کھال کو بیچ دیا جائے تو ایسی صورت میں اس کی قیمت کا صدقہ لازم ہوتا ہے۔ ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو أو يبدله بما ينتفع به باقياً كما مر، لا بمستهلك كخيل ولحم ونحوه، كدراهم، فإن بيع اللحم أو الجلد به أي

مستهلك أو بدرهم تصدق بثمانه. (درمختار بیروت ۳۹۸/۹، زکریا ۴۷۵/۹، بدائع الصنائع

زکریا ۲۲۵/۴، تبیین الحقائق زکریا ۴۸۶/۶، مبسوط سرخسی بیروت ۱۴/۱۲، مسائل قربانی وعقیقہ ۴۵)

کھال اور گوشت کی قیمت کا صدقہ کرنا

قربانی کی کھال یا گوشت اگر بیچ دیا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ فان
بيع اللحم او الجلد به ای بمستهلك او بدرهم تصدق بثمانه. (درمختار زکریا

۴۷۵/۹، کراچی ۳۲۸/۶، ہدایہ ۴۳۴/۴) فان بدل اللحم او الجلد به يتصدق به. (ملقی

الابحر ۱۷۴/۴، احسن الفتاویٰ ۴۸۶/۷، کتاب الفتاویٰ ۱۵۱/۴، مسائل قربانی وعقیقہ ۴۳)

قربانی کی کھال مدارس میں دینا

قربانی کی کھال مدارس کے نادر طلبہ کو بطور صدقہ دینا درست ہے، اس میں صدقہ اور علم دین
کی اشاعت دونوں کا ثواب ملنے کی امید ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۶۲/۱، کتاب الفتاویٰ ۱۵۲/۴، جواہر لائقہ ۳۵۲/۱)

قربانی کی کھال مساجد میں دینا

قربانی کی کھال مسجد میں اس غرض سے دینا کہ اسے فروخت کر کے مسجد کی مختلف ضروریات
میں خرچ کیا جائے درست نہیں ہے، اسی طرح مسجد کے امام کو تنخواہ اور معاوضہ کے طور پر قربانی کی
کھال دینا بھی جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۶/۲۸-۲۷-۲۸-۲۹)

کھال کا پیسہ تنخواہوں میں دینا

قربانی کی کھال فروخت کر کے جو پیسہ آئے اسے براہ راست مدارس وغیرہ کے مدرسین
و ملازمین کی تنخواہوں میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (جواہر لائقہ ۳۵۲/۱)

قربانی کی کھال کو مہتمم مالک بن کر فروخت کر دے؟

اگر مالک نے قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم کو بطور ملکیت دے دی، اور مہتمم نے اس پر

قبضہ کر کے اسے فروخت کر دیا اور اس کی رقم مدرسہ میں داخل کر دی تو یہ رقم بلا تملیک مدرسہ کی تمام ضروریات (تنخواہوں، اور تعمیرات وغیرہ) میں لگائی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۲۵۶، ۱۳/۲۷۹) وللمضحیٰ ان یهب کل ذلک او یتصدق بہ او یهدیہ بغنی او فقیر مسلم او کافر۔ (اعلاء السنن ۱۷/۲۶۲)

نوٹ: لیکن اگر مہتمم کو مالک نہیں بنایا گیا ہے؛ بلکہ کھال فروختگی کے لئے وکیل بنایا گیا ہے جیسا کہ دستور ہے، تو اس صورت میں کھال کو فروخت کر کے مستحق طلبہ پر ہی خرچ کرنا لازم ہوگا، بلا تملیک غیر مصارف میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵۸۷)

قربانی کی کھال یا گوشت کے بدلہ میں کپڑا لینا

اگر قربانی کی کھال یا گوشت کے بدلہ میں کپڑا وغیرہ لے لیا جائے تو اس کا استعمال مالک کے لئے درست ہے (اس کی قیمت کا صدقہ واجب نہیں ہے) والصحیح کما فی الهدایۃ وشروحہا: أنهما سواء فی جواز بیعہما بما ینتفع بعینہ دون ما یتہلک وأیدہ فی الکفایۃ بما روی ابن سماعۃ عن محمد: لو اشتری باللحم ثوباً فلا بأس بلبسہ.

(شامی بیروت ۳۹۸/۹، زکریا ۴۷۵/۹، تاتارخانیۃ زکریا ۴۱/۱۷، اعلاء السنن بیروت ۲۸۶/۱۷)

قربانی کے گوشت کے بدلہ میں غلہ لے کر استعمال کرنا

قربانی کا گوشت دے کر اگر پھل فروٹ یا کھانے کی کوئی چیز لے لی تو اس کا استعمال بھی اتحساناً جائز ہے۔ اشتری بلحمہا ما کولاً فاکلہ لم یجب علیہ التصدق بقیمتہ

استحساناً. (شامی بیروت ۳۹۸/۹، زکریا ۴۷۵/۹، تاتارخانیۃ زکریا ۴۱/۱۷، ہندیۃ ۱/۳۰)

الدر المتقی بیروت ۱۷۵/۴

قربانی کی کھال غنی کو بعیۃ ہدیہ کرنا

قربانی کی کھال بعیۃ کسی کو بھی ہدیہ کر سکتے ہیں، اس میں فقیر یا غنی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

استفاد: لكن اذا دفع لغني ثم دفع اليه بنيتها يحسب. (شامی بیروت ۳۹۸/۹، زکریا ۴۷۵/۱، الدر المنقی بیروت ۱۷۵/۴، کفایت المفتی ۲۴۳/۸)

قربانی کے جانور کے دودھ کا کیا کریں؟

اگر قربانی کے لئے متعین کردہ گائے یا بھینس دودھ دینے والی ہو تو اس کا دودھ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ بلکہ یا تو دودھ نکالیں ہی نہیں یا ضروری ہو تو دودھ نکال کر صدقہ کر دیں۔ ویکرہ الانتفاع بلبنها فان كانت التضحیة قریباً نضح ضرعها بالماء

البارد والا حلبه وتصدق به. (شامی بیروت ۳۹۹/۹، شامی زکریا ۴۷۶/۹)

نوٹ:- بعض جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت میں قربانی کے جانور کے دودھ وغیرہ کو صدقہ کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ جانور گھر کا چارہ نہ کھاتا ہو؛ بلکہ باہر جنگل میں چر کر گزارا کرتا ہو؛ لیکن اگر اسے چارہ لا کر گھر میں کھلایا جاتا ہو، جیسا کہ عام معمول ہے تو اس کے دودھ کا صدقہ کرنا لازم نہیں ہے؛ بلکہ اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ ولو اشتری بقرة حلوبة وأوجئها أضحية فاکتسب مالا من لبنها لیتصدق بمثل ما اکتسب ویصدق بروثها؛ فإن کان یعلفها فما اکتسب من لبنها أو انتفع من روثها فهو له ولا یتصدق بشيء، کذا فی محیط السرخسی. (عالمگیری ۳۰۱/۵)

قربانی کے جانور پر سواری جائز نہیں

جو جانور قربانی کے لئے متعین ہے اس پر سواری کرنا یا اس پر سامان لادنا یا اس سے گاڑی کھنچوانا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ ولا یرکبها ولا یحمل علیها شیئاً. (درمختار بیروت ۳۹۹/۹)

قربانی کا جانور کرایہ پر دینا

قربانی کے جانور کو کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہے، اگر دے دیا تو اس سے حاصل شدہ کرایہ

کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ ولا یؤاجرھا فإن فعل تصدق بالأجرة. (درمختار بیروت ۳۹۹/۹)

قربانی کے جانور کی رسی کا صدقہ کرنا

قربانی کی کھال کے ساتھ اس کی رسی کو بھی صدقہ کر دینا چاہئے۔ ویتصدق بجلدھا
وکذا بجلالھا وقلائلھا۔ (شامی زکریا ۴۷۴/۹، ہندیہ ۳۰۰/۵، تاتارخانیہ زکریا ۴۴۲/۱۷)

قصاب کی اجرت جانور میں سے دینا

جانور ذبح کرنے اور گوشت بنانے والے قصاب کی اجرت قربانی کی کھال یا گوشت وغیرہ
کے ذریعہ ادا کرنی درست نہیں ہے؛ بلکہ اجرت الگ سے دی جائے۔ ولا یعطی اجر الجزار
منھا لانه کبیع..... والبیع مکروه فکذا ما فی معناه۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۴۷۵/۹
البحر الرائق زکریا ۳۲۷/۹، تاتارخانیہ زکریا ۴۴۲/۱۷، ہدایہ ۴۳۴/۴، جواهر الفقہ ۴۵۲/۱)

قربانی کرنے والا شروع ذی الحجہ سے قربانی تک بال وغیرہ نہ بنائے

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے
بعد سے قربانی تک بدن کے بال اور ناخون وغیرہ نہ کاٹے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم: ”إذا رأيتم هلال ذی الحجة وأراد أحدکم أن یضحی فلیمسک عن
شعره وأظفاره“۔ (مسلم شریف، کتاب الأضحية ۱۶۰/۲) قال العثماني فی اعلاء السنن:
والنهی محمول عندنا علی خلاف الأولى۔ (اعلاء السنن ۲۰۸/۷، اہم مسائل ۱۶۹)

تکبیر تشریق کا وجوب

ذی الحجہ کی ۹ تاریخ (یوم عرفہ) کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر
فرض نماز کے بعد منفرد، امام، مقتدی، مرد اور عورت سب پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے۔ واما
وقته فاوله عقیب صلاة الفجر من يوم عرفة وآخره فی قول ابی یوسف ومحمد
عقیب صلاة العصر من آخر ایام التشریق۔ (ہندیہ ۱۵۲/۱، تبیین الحقائق ۵۴۵/۱، حلی

کبیر ۵۷۴، البحر العمیق ۱۴۲۹/۳)

تکبیر تشریق کے الفاظ

تکبیر تشریق ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھی جائے گی اور اس کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. (شامی زکریا ۶۲/۳،

البحر العمیق ۱۴۳۱/۳، ہندیہ ۱۵۲/۱، تبیین الحقائق ۵۴۵/۱، حلبی کبیر ۵۷۵)

تکبیر تشریق کیسے پڑھی جائے؟

یہ تکبیر مرد جہر اُپڑھیں گے اور عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں گی۔ والمرأۃ تخافت

بالتکبیر لان صوتها عورة. (تبیین الحقائق ۵۴۶/۱، البحر العمیق ۱۴۳۴/۳، ہندیہ ۱۵۲/۱،

درمختار زکریا ۶۴/۳)

مُسْبُوق بھی تکبیر تشریق پڑھے

مُسْبُوق شخص اپنا سلام پھیرنے کے بعد تکبیر تشریق پڑھے گا۔ وكذا يجب على

المسبوق ويكبر بعدما قضى ما فاته. (ہندیہ ۱۵۲/۱، تبیین الحقائق ۵۴۶/۱، درمختار زکریا

۶۵/۳، البحر العمیق ۱۴۳۴/۳)

تکبیر تشریق پڑھنے سے پہلے بات چیت کر لی

اگر تکبیر تشریق سے پہلے بات چیت کر لی تو تکبیر تشریق کا وجوب اس کے ذمہ سے ساقط

ہو جاتا ہے؛ لہذا سلام پھیرنے کے فوراً بعد تکبیر تشریق پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ فلو خرج

عن المسجد أو تكلم عامداً أو ساهياً أو أحدث عامداً سقط عنه التكبير.

(شامی زکریا ۶۳/۳)

تکبیر تشریق سے پہلے عمداً وضو توڑ دیا

اگر نماز کے بعد تکبیر تشریق سے قبل جان بوجھ کر وضو توڑ دیا تو بھی تکبیر تشریق اس کے ذمہ

سے ساقط ہو جاتی ہے (یعنی اس کا پڑھنا واجب نہیں رہتا) فلو خرج من المسجد أو تكلم
عامداً أو ساهياً أو أحدث عامداً سقط عنه التكبير. (شامی زکریا ۶۳/۳)

تکبیر تشریق پڑھے بغیر مسجد سے باہر آ گیا

اگر مسجد میں نماز باجماعت کے بعد تکبیر تشریق پڑھے بغیر مسجد سے باہر چلا جائے تو اب
تکبیر تشریق واجب نہیں رہتی۔ فلو خرج من المسجد أو تكلم عامداً أو ساهياً أو
أحدث عامداً سقط عنه التكبير. (شامی زکریا ۶۳/۳)

تکبیر تشریق پڑھنے سے پہلے سینہ قبلہ سے پھیر لیا

اگر سلام کے بعد تکبیر تشریق پڑھنے سے پہلے قبلہ سے سینہ پھیر لیا تو اس میں تکبیر تشریق
پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں، احتیاط یہی ہے کہ تکبیر پڑھ لی جائے۔ وفی
استقبال القبلة روايتان. (شامی زکریا ۶۳/۳)

سلام کے بعد تکبیر تشریق سے پہلے بلا ارادہ وضو ٹوٹ گیا

اگر سلام پھیرنے کے بعد ابھی تکبیر تشریق نہیں پڑھ پایا تھا کہ خود بخود وضو ٹوٹ گیا تو اصح
قول یہ ہے کہ اسی حالت میں تکبیر تشریق کہہ لے، اور اس مقصد سے نیا وضو کرنا اس پر لازم نہیں
ہے۔ ولو أحدث ناسياً بعد السلام الأصح انه يكبر ولا يخرج للطهارة. (شامی
زکریا ۶۳/۳)



باب الحقیقة

(عقیدہ کے منتخب مسائل)

مسائل عقیقہ

عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

بچہ کی پیدائش پر شکرانہ کے طور پر جو قربانی کی جاتی ہے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔ والعقیقة فی الاصطلاح: ما یذکر عن المولود شکراً لله تعالیٰ بنية وشرائط مخصوصة.
(الموسوعة الفقهية ۲۷۶/۳۰، مرقاة المفاتیح ۷۴/۸)

عقیقہ کی وجہ تسمیہ

عقیقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ”عقیق“ ان بالوں کو کہتے ہیں جو پیدائش کے وقت بچہ کے سر پر ہوتے ہیں، تو چوں کہ یہ قربانی اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ پیدائشی بال مونڈے جاتے ہیں اسی مناسبت سے اس قربانی کا نام ”عقیقہ“ رکھ دیا گیا۔ سمیت بذلك لأنها تذبح حين يحلق عقیقه وهو الشعر الذی یكون علی المولود حين یولد من العق وهو القطع لأنه یحلق ولا یتروک ذکره القاضی۔ (مرقاة المفاتیح ۷۴/۸)

عقیقہ کا حکم

بچہ کی طرف سے عقیقہ کرنا واجب تو نہیں؛ البتہ مستحب ہے۔ وإنما أخذ أصحابنا الحنفية فی ذلك بقول الجمهور، وقالوا باستحباب العقیقة. (اعلاء السنن ۱۱۳/۱۷، حاشیہ ترمذی شریف ۲۷۷/۱، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۰ ۵/۱۵، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۳)

بچہ کی طرف سے عقیقہ کون کرے؟

اصل تو یہی ہے کہ بچہ کا والد عقیقہ کا انتظام کرے؛ لیکن اگر نانیہال والے عقیقہ کر دیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں (حضرات حسین رضی اللہ عنہما) کی طرف سے خود عقیقہ فرمایا۔ قال رسول اللہ ﷺ: من ولد له غلام فليعق عنه عن الابل أو البقر أو الغنم. (اعلاء السنن ۱۷/۱۲۸) عن عائشة رضي الله عنها قالت: عاق رسول الله ﷺ عن الحسن والحسين يوم السابع الخ. (اعلاء السنن ۱۷/۱۱۵)

عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کریں؟

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے/بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا/بکری ذبح کرنے کا حکم ہے۔ عن أم كرز قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة. (ابن ماجه ۲۲۸، ترمذی شریف ۱/۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/۳۲۲، اعلاء السنن ۱۷/۱۱۵، نسائی شریف ۲/۱۶۷)

اگر دو بکرے کی گنجائش نہ ہو؟

اگر لڑکے کی طرف سے دو بکرے عقیقہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو ایک ہی بکرے سے عقیقہ کرنا بھی درست ہے۔ (اور اگر بالکل گنجائش نہ ہو تو سرے سے عقیقہ نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے) وأما الغلام فيحتمل أن يكون أقل النذب في حقه عقيقة واحدة وكماله ثنتان، والحديث يحتمل أنه لبيان الجواز في الاكتفاء بالأقل. (مرقاۃ المفاتیح ۱۸/۷۹-۸۰، بہشتی زیور اختری ۳/۴۲-۴۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۰۶)

کیا دونوں بکرے ایک ساتھ ذبح کرنے ضروری ہیں؟

لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرنے میں دونوں بکروں کو ایک ساتھ ذبح کرنا ضروری نہیں ہے،

ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ ایک بکرا آج ذبح کر دیا جائے اور دوسرا بکرا اگلے ہفتے ذبح کر دیا جائے۔ اور
دلالة على أنه لا يلزم من ذبح الشاتين أن يكون في يوم السابع فيمكن أنه ذبح
عنه في يوم الولادة كبشاً وفي السابع كبشاً. (مرقاة المفاتيح ۸۰/۱۸)

بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا

ایام قربانی میں قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کی نیت سے حصہ لینا بلاشبہ جائز ہے۔
و كذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل. (شامی زکریا ۴۷۲/۹، فتاویٰ
محمودیہ میرٹھ ۴۱۲/۲۶)

نوٹ: لیکن اگر وسعت ہو تو عقیقہ میں بکرے/بکری کی قربانی ہی افضل ہے۔ والکلام
إنما هو في الإجزاء وأما الأفضلية فلا شك أنها في الغنم لحديث عائشة رضي
الله تعالى عنها. (اعلاء السنن بیروت ۱۳۰/۱۷)

غیر ایام قربانی میں بڑے جانور میں عقیقہ کے حصے؟

ایام قربانی کے علاوہ دنوں میں ایک بڑے جانور میں کئی بچوں کے عقیقہ کے حصے لینے میں
اختلاف ہے؛ لیکن رائج یہی ہے کہ جس طرح ایام قربانی میں عقیقہ کے حصے لینا جائز ہے اسی طرح
غیر ایام قربانی میں بھی درست ہے۔ (کفایت المحدثی ۲۳۳/۸، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۱۰/۱۵-۶۱۲، آپ کے
مسائل اور ان کا حل ۲۳۳/۴، مسائل قربانی و عقیقہ ۵۸)

عقیقہ سے بلائیں ٹلتی ہیں

عقیقہ سے بچہ سے بلائیں دور ہو جاتی ہیں، اور جب تک عقیقہ نہیں ہوتا ہے وہ اندیشوں میں
گھرا رہتا ہے اور اس کی نشوونما موقوف رہتی ہے۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
(الغلام مرتهن بعقيقته) یعنی اُنہ محبوس سلامتہ عن الافات بها.....، والمعنى اُنہ
كالشيء المرهون لا يتم الانتفاع والاستمتاع به دون فكه. (مرقاة المفاتيح ۷۸/۱۸)

و معنی مرتھن ورھین قیل لا ینمو نمو مثله حتی یعق عنه. (الموسوعة الفقهية ۲۷۷/۳۰)

مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹۰/۲

عقیقہ کس دن کیا جائے؟

افضل یہ ہے کہ عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن کر دیا جائے، مثلاً اگر جمعہ کو پیدائش ہوئی ہے تو جمعرات کو عقیقہ کر دیں۔ عن سمرة رضى الله عنه عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کل غلام مرتھن بعقیقته تذبح عنه یوم السابع ویحلق رأسه ویسمی. (ابن ماجہ ۲۲۸)

مصنف بن ابی شیبہ ۳۲۶/۱۲، اعلاء السنن ۱۱۹/۱۷، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، نسائی شریف ۱۶۷/۲

رات میں بچہ کی پیدائش ہوئی تو دنوں کا حساب کب سے لگے گا؟

اگر رات کے وقت بچہ کی پیدائش ہوئی تو یہ رات گزرے ہوئے دن میں شامل نہ ہوگی؛ لہذا اگلے دن سے عقیقہ کے دنوں کا حساب لگایا جائے گا۔ (مثلاً بدھ کا دن گزار کر رات میں بچہ پیدا ہوا، تو عقیقہ کے دن کے لئے دنوں کی گنتی بدھ سے نہیں؛ بلکہ جمعرات سے شروع ہوگی، اور اگلے بدھ کو عقیقہ کرنا مستحب ہوگا) وذهب جمهور الفقهاء إلى أن یوم الولادة یحسب من السبعة ولا تحسب اللیلة إن ولد لیلاً بل یحسب الیوم الذی یلیها. (الموسوعة الفقهية ۲۷۸/۳۰)

اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں؟

اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں تو ۱۴/۱۷ یا ۲۱/۲۲ ویں دن کر دیں، ورنہ جب بھی عقیقہ کریں تو دن کے اعتبار سے ساتویں دن کریں۔ انھا إن لم تذبح فی السابع ذبحت فی الرابع عشر وإلا ففی الحادی والعشرین ثم هكذا فی الأسابیع. (اعلاء السنن)

۱۱۷/۱۷، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، بہشتی زیور اختری ۴۲/۳

بچہ اسپتال میں ہو تو کیا کریں؟

اگر بچہ اسپتال میں ہو تو اس کی طرف سے گھر پر عقیقہ کر دیں، عقیقہ کے لئے بچہ کا سامنے ہونا

کوئی شرط نہیں ہے، اور قربانی سے پہلے یا بعد میں اسپتال ہی میں بچہ کے بال منڈوا دیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۱۹)

بچہ کی طرف سے دوسرے شہر میں عقیقہ

اگر بچہ ایک شہر میں ہو اور اس کی طرف سے دوسرے شہر میں عقیقہ کیا جائے (یا مثلاً ایک بکر ایک جگہ اور دوسرا بکر دوسری جگہ ذبح کر لیا جائے) تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور جب عقیقہ کے بکرے ذبح ہو جائیں تو بچہ کے بال منڈوا دیے جائیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۱۹)

بڑے لوگوں کی طرف سے عقیقہ

اگر کسی کا عقیقہ بچپن میں نہ کیا گیا ہو تو بڑے ہونے کے بعد بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے، مگر وقت مستحب کی فضیلت اسے حاصل نہ ہوگی۔ عن محمد (ابن سیرین) لو أعلم أنه لم يعق عني لعققت عن نفسي. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۲/۳۱۹) عن الحسن البصري: إذا لم يعق عنك فعق عن نفسك وإن كنت رجلاً. (اعلاء السنن ۱۷/۲۱۱، حاشیہ فتاویٰ محمودیہ قابیل ۱۷/۵۱۱) ونص الشافعية على أن العقيقة لا تفوت بتأخيرها لكن يستحب أن لا يؤخر عن سن البلوغ. (الموسوعة الفقهية ۳۰/۲۷۹)

کیا عقیقہ میں دعوت ضروری ہے؟

عقیقہ میں قربانی کر کے دعوت ضروری نہیں ہے؛ بلکہ چاہیں تو کچا گوشت تقسیم کر دیں یا غرباء کو کھلا دیں، یا پکا کر گھروں میں بھجوا دیں، اور چاہیں تو مختصر دعوت کر دیں (نام و نمود اور ریا کاری کی نیت نہ ہو) ولو دعا إليها قوماً جاز. (اعلاء السنن ۱۷/۱۲۰) سواء فرق لحمها ليشأ أو طبخه بحموضة أو بدونها. (شامی زکریا ۹/۴۸۵)

عقیقہ کے دن سر کے بال مونڈنا

بچپن میں اگر عقیقہ کیا جائے تو مستحب ہے کہ بچہ/بچی کے سر کے بال مونڈ کر اس کے وزن

کے اندازے سے سونا چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کر دیں۔ عن علیؑ قال: عقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن بن شاذان فقال: یا فاطمة! احلقى رأسه وتصدقی بزنة شعره فكان وزنه درهماً أو بعض درهم. (المصنف لابن ابی شیبہ ۳۱۹/۱۲ بتحقیق الشیخ محمد عوامة، ترمذی شریف: ۱۵۱۹، اعلاء السنن ۱۱۹/۱۷، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۳)

بچے کے بال ذبح سے پہلے مونڈے یا بعد میں؟

ذبح کے ساتھ ساتھ بچے کے بال مونڈنا لازم نہیں ہے؛ بلکہ ذبح سے پہلے یا بعد میں جیسی سہولت ہو بال مونڈ سکتے ہیں، دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم نہ سمجھا جائے، جیسا کہ ناواقف لوگوں میں مشہور ہے۔ (بہشتی زیور اختری ۴۲/۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۴۰/۱۵)

کیا عقیقہ کے بغیر بچہ کے بال نہیں اتار سکتے؟

اگر جلدی عقیقہ کرنے کا ارادہ یا گنجائش نہ ہو تو عقیقہ سے قبل بچہ/بچی کے بال اتارنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر جلدی عقیقہ کا ارادہ ہو تو عقیقہ کے دن بال اتارنا مستحب ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۴۱/۱۵)

سر منڈانے کے بعد بچہ کے سر پر زعفران لگانا

عقیقہ کے دن سر منڈانے کے بعد بچہ کے سر پر زعفران وغیرہ خوشبو لگانے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ عن برید بن ربیع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کنا فی الجاهلیۃ إذا ولد لأحدنا غلام ذبح شاة ولطخ رأسه بدمها فلما جاء الإسلام کنا نذبح الشاة یوم السابع ونحلق رأسه ونلطخه بزعفران. (رواہ ابوداؤد حدیث: ۲۸۴۳، مشکوٰۃ المصابیح مع المرقاة ۸۲/۸)

کیا بڑی عمر میں بھی سر کے بال مونڈنے ضروری ہیں؟

اگر بڑی عمر میں عقیقہ کیا جا رہا ہو تو سر کے بال منڈوانے ضروری نہیں ہیں؛ بلکہ بڑی عمر کی

لڑکی کے بال مونڈنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۲۲/۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۱۱/۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۳۸/۴)

مرحوم بچہ کا عقیقہ

اگر عقیقہ سے پہلے بچہ کی وفات ہو جائے تو بعد میں اس کی طرف سے عقیقہ کا حکم نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۱۶/۱-۶۱۷، مسائل قربانی و عقیقہ ۵۸)

عقیقہ کی کھال کا حکم

عقیقہ کے جانور کی کھال کا حکم بھی وہی ہے جو قربانی کی کھال کا ہے، بہتر ہے کہ اسے بیعینہ صدقہ کر دیا جائے یا فروخت کر کے اس کی قیمت مستحقین پر خرچ کر دی جائے، اور ڈول وغیرہ بنا کر اپنے استعمال میں بھی لاسکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۲۶/۱، مسائل قربانی و عقیقہ ۶۱)

عقیقہ کے وقت بچہ کا نام رکھنا

بہتر ہے کہ جس دن عقیقہ کیا جائے اسی دن بچہ کا اچھا سا نام بھی رکھ دیا جائے۔ فی

الحديث: تذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه. (ابوداؤد شریف حدیث: ۲۸۳۷،

ترمذی شریف ۱۵۲۲، وغیرہ)

ختنہ سنتِ موکدہ ہے

ختنہ اسلام کا شعار اور سنتِ موکدہ ہے، اس لئے بچپن ہی میں بچوں کی ختنہ کا اہتمام ہونا

چاہئے۔ واختلفوا فی الختان قبل انہ سنة هو الصحيح. (عالمگیری ۲۵۷/۵)

بچہ کی ختنہ کب کرائی جائے؟

بچہ کی ختنہ کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، اس لئے اس میں بچہ کی صحت اور حالت کو

دیکھ کر مناسب وقت تجویز کرنا چاہئے۔ (اور جتنی کم عمری میں ختنہ کرائیں اتنا ہی بہتر رہتا ہے)

الأشبه عند الحنفية أن العبرة بطاقة الصبي إذا لا تقدير فيه فيترك تقديره إلى
الرأى . (الموسوعة الفقهية ۹/۲۹۱)

بچہ کے کان میں اذان و اقامت

مستحب ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں
اقامت کے کلمات کہے جائیں۔ عن ابی رافع رضی اللہ عنہ قال: رأیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم أذن فی أذن الحسن بن علیّ حین ولدته فاطمة بالصلاة.
(ابوداؤد شریف حدیث: ۵۱۰۵، ترمذی شریف حدیث: ۱۵۱۴) قال ملا علی قاری: والمعنی
أذن بمثل أذان الصلاة وهذا يدل على سنية الأذان فی أذن المولود، وفي شرح
السنة روى أن عمر بن عبد العزيز رضی اللہ عنہ کان يؤذن فی الیمنی و یقیم فی
الیسری إذا ولد الصبی الخ. (مرقاۃ المفاتیح ۸/۸۱)

بچہ کے کان میں اذان و اقامت کی حکمت

پیدائش کے فوراً بعد بچہ کے کان میں اذان و اقامت کے کلمات کہنے کا حکم کئی حکمتوں پر مبنی

ہے، مثلاً:

- الف: کلمات اذان سے شیطان دفع ہوتا ہے، تو گویا بچہ کو شیطان کے اثر سے بچانا مقصود ہے۔
- ب: کلمات اذان و اقامت توحید خالص اور ایمانیات کے اقرار کے ساتھ ساتھ اسلام کے سب
سے اہم رکن نماز کی دعوت پر مشتمل ہیں، بریں بنا عالم غرضی میں آنے کے بعد بچہ کے پردہ سماعت
سے ان کلمات کا گزارنا دراصل اس کے دل کی گہرائیوں میں ایمان و عمل کے جذبات
جاگزیں کرنے میں بہت موثر ہے۔ ولعل مناسبة الآية بالأذان أن الأذان أيضاً يطرد
الشیطان بقوله صلی اللہ علیہ وسلم: إذا نودی للصلاة أدبر الشيطان له ضراط
حتى لا يسمع التآذين الخ، والأظهر أن حكمة الأذان فی الأذن أنه يطوق سمعه

اول وهلة ذكر الله تعالى على وجه الدعاء إلى الإيمان والصلاة التي هي أم
الأركان. (مرقاة المفاتيح ۸۱/۸)

اذان و اقامت کے ساتھ بچہ کے کان میں تعویذ پڑھنا

مستحب ہے کہ پیدائش کے بعد بچہ کے کان میں شیطان سے حفاظت کی دعا پر مشتمل
آیت بھی پڑھی جائے: ﴿إِنِّي أَعِذُّهَا بِكَ وَذَرِيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ (ال عمران: ۱۶۸)
(میں آپ سے اس کے لئے اور اس کی نسلوں کے لئے ملعون شیطان سے پناہ چاہتا ہوں) قال
النووي في الروضة: ويستحب أن يقول في أذنه: إني أعيذها بك وذريتها من
الشيطان الرجيم. (مرقاة المفاتيح ۸۲/۸)

بچہ کی تحنیک

مسنون ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد کسی نیک شخص سے کھجور چبوا کر اس کا شیرایا کوئی میٹھی
چیز مثلاً شہد وغیرہ بچہ کے تالو میں چٹا دیا جائے، اور نیک لوگوں سے بچہ کے لئے دعا کرائی جائے،
دور نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے نو مولود بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں لا کر تحنیک کرایا کرتے تھے۔ عن عائشة رضي الله تعالى عنها ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالصبيان فيبرك عليهم ويحنكهم. (مسلم)

شریف حدیث: ۲۸۶، ابوداؤد شریف حدیث: ۵۱۰۶، مرقاة المفاتیح ۷۵/۸، مسائل قربانی و عقیقہ
۵۸) قوله ويحنكهم بتشديد النون أى يمضغ التمر أو شيئاً حلواً ثم يدلك به
حنكه. (مرقاة المفاتيح ۷۵/۸)



ماخذ ومراجع

(اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔ مرتب)

۱	القرآن الکریم	ترجمہ: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (م: ۱۳۳۹ھ)	مجمع الملک فہم مدینہ منورہ
۲	تفسیر روح المعانی	علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی بغدادی (م: ۱۲۷۰ھ)	مکتبہ زکریا دیوبند
۳	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر الدمشقی (م: ۷۷۳ھ)	دار السلام ریاض
۴	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پٹی (م: ۱۲۳۵ھ)	مکتبہ زکریا دیوبند
۵	الجامع لاحکام القرآن	الامام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الاندلسی القرطبی (م: ۶۶۸ھ)	دار الفکر بیروت
۶	احکام القرآن للخصاص	حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی (م: ۳۷۰ھ)	سہیل اکیڈمی دیوبند
۷	تفسیر معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی (م: ۱۳۹۵ھ)	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۸	صحیح البخاری	الامام ابو محمد بن اسماعیل بن بردزبہ البخاری (م: ۲۲۶ھ)	مکتبہ الاصلاح لا لبارٹ مراد آباد
۹	صحیح مسلم	الامام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری (م: ۲۶۱ھ)	مختار اینڈ کمپنی دیوبند دار الفکر بیروت
۱۰	جامع الترمذی	الامام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (م: ۲۷۹ھ)	مختار اینڈ کمپنی دیوبند دار الفکر بیروت
۱۱	سنن ابی داؤد	الامام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث سجستانی (م: ۲۷۵ھ)	اشرفی بک ڈیوبند دار الفکر بیروت
۱۲	سنن ابن ماجہ	الامام ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (م: ۲۷۵ھ)	اشرفی بک ڈیوبند دار الفکر بیروت
۱۳	نسائی شریف	الحافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی (م: ۳۰۳ھ)	مکتبہ المسعد دیوبند
۱۴	مسند امام احمد بن حنبل (تحقیق: احمد محمد شاہ)	الامام احمد بن محمد بن حنبل (م: ۲۴۱ھ)	دار الحدیث القاہرہ
۱۵	سنن الدار القطنی	الامام حافظ علی بن عمر الدارقطنی (م: ۳۸۵ھ)	دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۶	مجمع الزوائد	علامہ ابوبکر البیہقی (م: ۸۰۷ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۷	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی (م: ۲۳۵ھ)	المجلس العلمی بیروت
۱۸	شعب الایمان	الامام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م: ۲۵۸ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۹	صحیح ابن حبان	الامام محمد بن حبان (م: ۲۵۴ھ)	دارالفکر بیروت
۲۰	مستدرک حاکم	حافظ ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم انیسابوری (م: ۴۰۵ھ)	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض
۲۱	المعجم الطبرانی الاوسط	علامہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (م: ۳۶۰ھ)	مکتبۃ المعارف ریاض
۲۲	المعجم الطبرانی الکبیر	علامہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (م: ۳۶۰ھ)	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۳	جامع الاحادیث	حافظ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی (م: ۹۱۱ھ)	دارالفکر بیروت
۲۴	الترغیب والترہیب	الحافظ ذکی الدین عبد الغفور المنذری (م: ۶۵۶ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵	مشکوۃ المصابیح	الامام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب البغدادی (م: ۷۴۱ھ)	اشرفی بک ڈیوڈیو بند
۲۶	مرقاۃ المفاتیح	العلامة علی بن السلطان محمد القاری (م: ۱۰۱۳ھ)	مکتبۃ اشرفیہ دیوبند
۲۷	بذل المحمود	الشیخ ابوالبرکات خلیل احمد سہارنپوری (م: ۱۳۴۶ھ)	دارالہدایۃ الاسلامیہ
۲۸	اعلاء السنن	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی (م: ۱۳۹۴ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۹	العرف الشدی	افادات: امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری (م: ۱۳۵۲ھ)	مکتبۃ اشرفیہ دیوبند
۳۰	التجر الراجح	حافظ شرف الدین عبد المؤمن دمیاطی (م: ۷۰۵ھ)	دارالفکر بیروت
۳۱	زاد البعاد	ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر الدمشقی "ابن قیم الجوزیہ" (م: ۷۵۱ھ)	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۳۲	مظاہر حق	حضرت مولانا محمد قطب الدین صاحب دہلوی	کتب خانہ جمیہ دیوبند
۳۳	معارف مدنیہ	مرتب: حضرت مولانا سید طاہر حسن صاحب امر دہلوی	مکتبۃ تھانوی دیوبند
۳۴	مبسوط سرخسی	شمس الامتہ محمد بن احمد السرخسی (م: ۴۸۳ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۵	تنویر الابصار مع الدر المختار	محمد بن عبد اللہ بن احمد الخطیب الترمذی (م: ۱۰۰۴ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۶	در مختار	شیخ علاء الدین الجھنمی (م: ۱۰۸۸ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۳۷	روايات (فتاویٰ شامی)	علامہ محمد امین الشہیر بابن عابدین (م: ۱۲۵۲ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، دار الفکر بیروت، احیاء التراث العربی بیروت، زکریا دیوبند
۳۸	ملفوظی البحر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنفی (م: ۹۵۶ھ)	دارالکتب العلمیہ بیروت
۳۹	الدر المنثور	محمد بن علی بن محمد الحسینی المعروف بالطائفة الحسینی (م: ۱۰۸۸ھ)	دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۰	مجمع الانهر	شیخ عبدالرحمن محمد بن سلیمان (شیخ زادہ) (م: ۱۰۷۸ھ)	دار احیاء التراث العربی
۴۱	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی (م: ۱۰۶۹ھ)	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۴۲	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی (م: ۱۰۶۹ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۳	طحاوی علی المراقی	علامہ سید احمد الطحاوی الحنفی (م: ۱۲۳۱ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۴	فتح القدر	علامہ برہان الدین مرغینانی (م: ۵۹۳ھ)	دار الفکر بیروت
۴۵	الحیط البرہانی	علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ البخاری (م: ۶۱۶ھ)	ادارۃ القرآن کراچی
۴۶	نحیۃ الحملى (حلبی کبیر)	الشیخ ابراہیم الحنفی (م: ۹۵۶ھ)	سہیل اکیڈمی لاہور
۴۷	فتاویٰ تاتارخانیہ	علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی (م: ۷۸۶ھ)	زکریا بک ڈپو دیوبند
۴۸	بزازیہ علی ہاشم الہندیہ	علامہ حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن بزاز (م: ۸۲۷ھ)	کتب خانہ کراچی دیوبند
۴۹	الاشباہ والنظائر	علامہ بن نجم مصری (م: ۹۷۰ھ)	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
۵۰	عالمگیری / ہندیہ	علامہ نظام الدین دہلوی من العلماء	دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۱	البحر الرائق	العلامہ زین العابدین ابراہیم بن نجم الحنفی (م: ۹۷۰ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۲	فتاویٰ قاضی خاں	علامہ فخر الدین حسن بن منصور المعروف بقاضی خاں (م: ۵۹۲ھ)	دار احیاء التراث العربی
۵۳	الفتاویٰ السراجیہ	علامہ سراج الدین ابو محمد علی بن عثمان الاوسی الحنفی (م: ۵۷۵ھ)	مکتبہ اتحاد دیوبند
۵۴	ہدایہ	شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (م: ۵۹۳ھ)	ادارۃ المعارف دیوبند
۵۵	بنایہ فی شرح الہدلیہ	علامہ بدر الدین العینی الحنفی (م: ۸۵۵ھ)	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۵۶	المختار الفتوی	العلامہ ابو الفضل مجد الدین عبداللہ بن محمد الحنفی (م: ۶۸۳ھ)	مکتبہ نزار مصطفیٰ ابازکہ معتزلہ
۵۷	محبۃ الخالق علی البحر	علامہ ابن عابدین شامی (م: ۱۲۵۲ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۸	بدائع الصنائع	العلامہ علاء الدین ابو بکر بن سعید الکاسانی الحنفی (م: ۵۸۷ھ)	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

دارالایمان سہارن پور	امام ابو الفتح طہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفہ (م: ۵۴۰ھ)	۵۹	الفتاویٰ الولوالجیہ
مکتبہ زکریا دیوبند	علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی (م: ۵۴۳ھ)	۶۰	تبیین الحقائق
دارالایمان سہارن پور	امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد المعروف بخافظ الدین النسفی	۶۱	النہر الفائق
زکریا بک ڈپو دیوبند	علامہ عبدالقادر الرفعی (م: ۱۳۳۳ھ)	۶۲	تقریرات رافعی
مرکز ادب دیوبند	العلامہ محمد عبدالحی الہکھنوی (م: ۱۳۰۴ھ)	۶۳	عمدة الرعایہ شرح الوقایہ
دارالایمان سہارن پور	جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنسی الزیلعی (م: ۵۶۲ھ)	۶۴	نصب الرایۃ
وزارتہ اشئون الدینیہ کویت	مجموعۃ من العلماء	۶۵	الموسوعة الفقہیہ
المکتبۃ المکیۃ	امام ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد بن انصیاء المکی الحنفی (م: ۸۵۳ھ)	۶۶	البحر العمیق
گلستان کتاب گھر	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (م: ۱۳۳۳ھ)	۶۷	فتاویٰ رشیدیہ
مکتبہ امدادیہ پاکستان	مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی (م: ۱۳۶۲ھ)	۶۸	کفایت المفتی
مکتبہ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب (م: ۱۳۴۷ھ)	۶۹	فتاویٰ دارالعلوم
دارالاشاعت کراچی	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی (م: ۱۳۴۷ھ)	۷۰	عزیز الفتاویٰ
ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م: ۱۳۶۲ھ)	۷۱	امداد الفتاویٰ
مکتبہ اختر سہارن پور	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م: ۱۳۶۲ھ)	۷۲	بہشتی زیور
مکتبہ ملت دیوبند	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م: ۱۳۶۲ھ)	۷۳	بوادر النواذر
مکتبہ تھانوی دیوبند	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی (م: ۱۳۹۳ھ)	۷۴	امداد الاحکام
مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند	حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمٹھلوی (م: ۱۳۶۸ھ)	۷۵	جواہر الفقہ
دارالعلوم کراچی	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (م: ۱۳۹۵ھ)	۷۶	امداد المفتیین
مکتبہ محمودیہ میرٹھ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی (م: ۱۳۷۷ھ)	۷۷	فتاویٰ محمودیہ
ڈبھیل گجرات	حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی (م: ۱۳۷۷ھ)	۷۸	فتاویٰ محمودیہ
مکتبہ رحیمیہ سورت گجرات	حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری (م: ۱۳۳۳ھ)	۷۹	فتاویٰ رحیمیہ
دارالاشاعت دہلی	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی (م: ۱۳۲۳ھ)	۸۰	احسن الفتاویٰ
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (م: ۱۳۲۱ھ)	۸۱	آپ کے مسائل اور ان کا حل
جامعۃ القرأت گجرات	حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری	۸۲	مرغوب الفتاویٰ

۸۳	کتاب الفتاویٰ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۸۴	جدید فقہی مسائل	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۸۵	فتاویٰ الکوثر	حضرت مولانا مفتی عبداللہ دلی کاوی	کلتھاریہ پھڑوچ
۸۶	جامع الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب (م: ۱۳۲۰ھ)	ربانی بک ڈپو دہلی
۸۷	محمود الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانیوری	مکتبہ انور ڈابھیل
۸۸	محقق و مدلل جدید مسائل	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر علی رحمانی	اشاعت العلوم اکل کوا
۸۹	اہم مسائل	زرنگرانی: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر علی رحمانی	اشاعت العلوم اکل کوا
۹۰	احکام زکوٰۃ	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی	کراچی
۹۱	ایضاح النوادر	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مراد آباد
۹۲	انوار رحمت	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مراد آباد
۹۳	ایضاح المسائل	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مراد آباد
۹۴	انوار مناسک	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مراد آباد
۹۵	مسائل قربانی و عقیقہ	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ فدائے ملت مراد آباد
۹۶	رمضان کیسے گزاریں	جناب مولانا ندیم الواجهدی	دار الکتاب دیوبند
۹۷	مسائل اعتکاف	جناب مولانا قاری محمد رفعت صاحب	مکتبہ رضی دیوبند
۹۸	مسائل اور علماء ہند کے فیصلے	تجادیر فقہی سیمینار	اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی
۹۹	تذکرۃ الرشید	حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی (م: ۱۳۶۰ھ)	مکتبہ خلیلیہ سہارن پور
۱۰۰	ملفوظات فقیہ لامت	افادات: حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی (م: ۱۳۱۷ھ)	مکتبہ محمودیہ میرٹھ
۱۰۱	احکام میت	ڈاکٹر عبدالحی عارفی، تحقیق: مولانا مفتی عصمت اللہ سرخیل و رفقاء	مکتبہ یادگار شیخ سہارن پور
۱۰۲	آئینہ رمضان	مولانا مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی	
۱۰۳	آسان فقہی مسائل	مولانا عمر فاروق صاحب	
۱۰۴	منظرات الصیام المعاصرة	ڈاکٹر احمد بن محمد الخلیل استاذ جلد۱ القسم سعودی عرب	



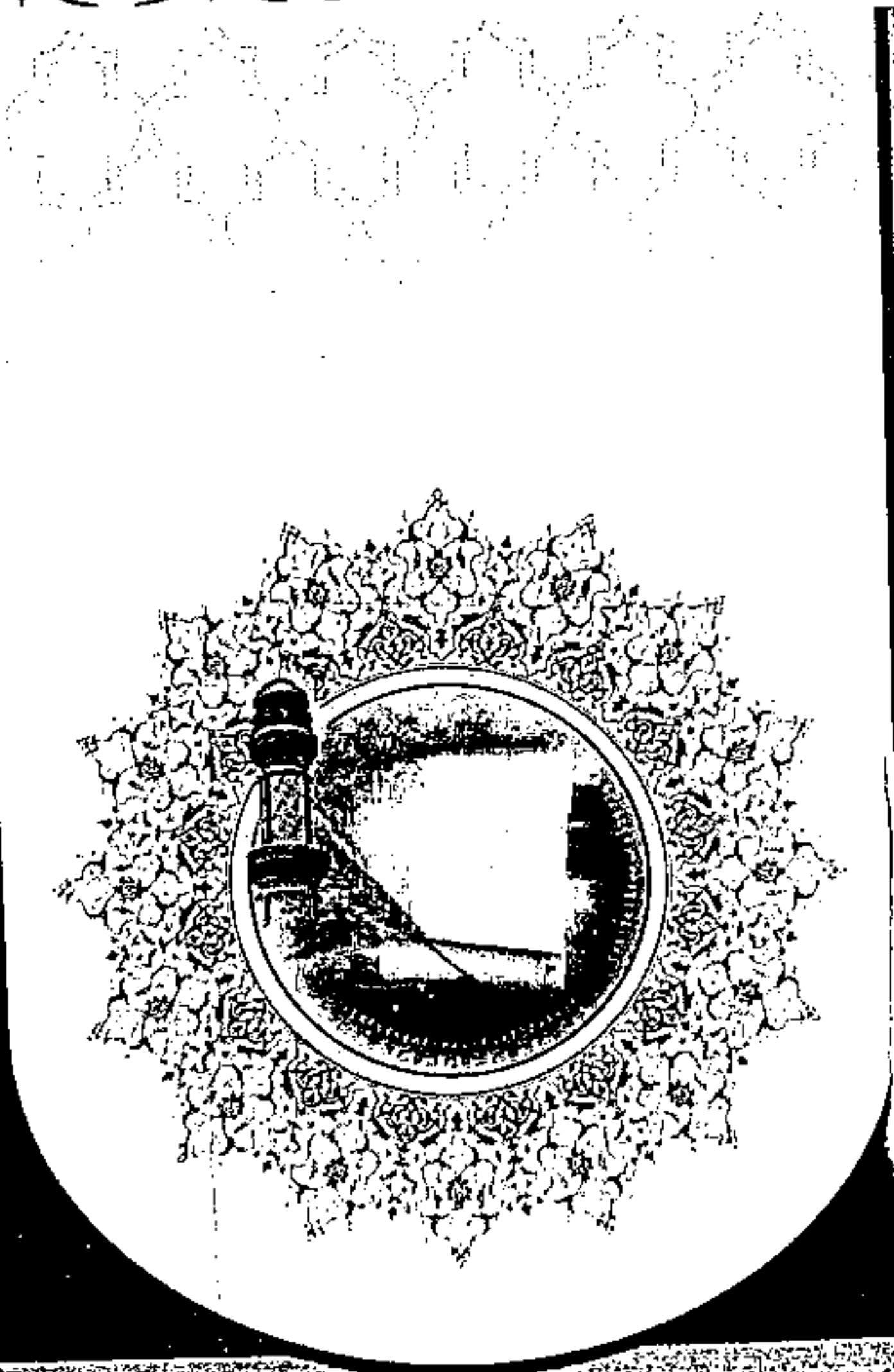
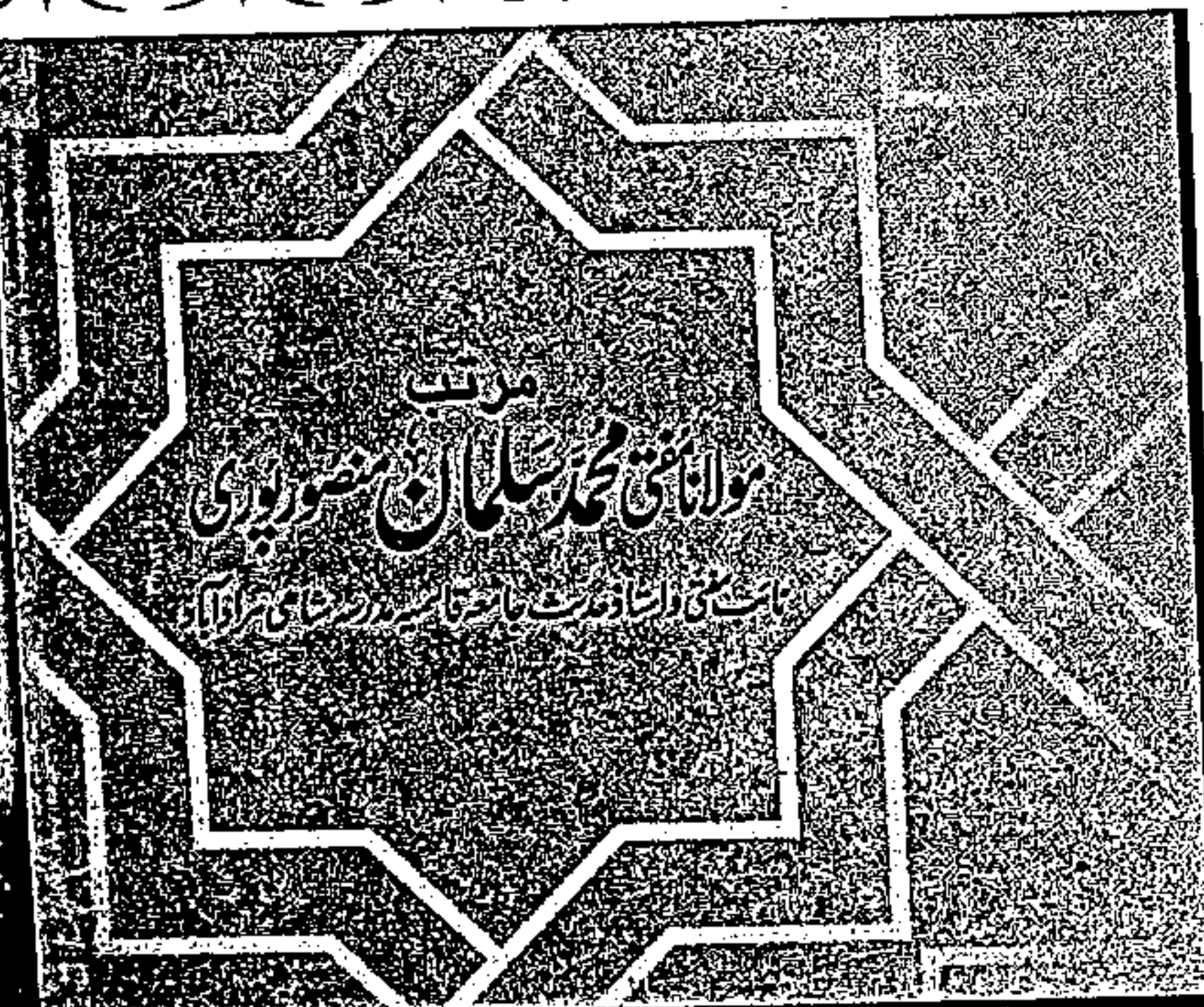
مرتب کی دیگر علمی کاوشیں

۲۲۰: صفحات	□ خطبات سیرت طیبہ
۴۳۲: صفحات	□ اللہ سے شرم کیجئے
۱۹۲: صفحات	□ اللہ والوں کی مقبولیت کا راز
۶۰۸: صفحات	□ کتاب المسائل (۱) (طہارت و نماز)
۵۶۸: صفحات	□ ذکرِ رفتگاں
۵۲۰: صفحات	□ دعوتِ فکر و عمل
۳۲۰: صفحات	□ لمحاتِ فکریہ
۴۰۰: صفحات	□ مشعلِ راہ
۱۷۶: صفحات	□ تحفہ رمضان
۴۱۶: صفحات	□ دینی مسائل اور ان کا حل
۲۵۱: صفحات	□ فتاویٰ شیخ الاسلام
۴۲۹: صفحات	□ فتویٰ نویسی کے رہنما اصول

دارالاشاعت



کتاب المسائل



دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان